مقدمہ قرآن

(تفسیر انوار الفرقان)

از:۔ جناب مولانا مشتاق حسین شاہدی

قصر مسیب

رضویہ سوسائٹی ۔ کراچی ۱۸ فون: ۶۲۸۶۵۲

پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مُقدمہ قرآن

(تفسیر انوار الفرقان)

از:- جناب مولانا مشتاق حسین شاہدی

قصرِ مسیّب - رضویہ سوسائٹی کراچی ۱۸
پاکستان

فہرست

قرآنِ حکیم

تلاوت ——— فضیلت

قرآن حکیم وہ الہامی کتاب ہے کہ جو آج سے چودہ سو برس قبل پیغمبر اسلام پر ایسے وقت و ماحول میں نازل ہوئی کہ جب سابقہ الہامی کتب و صحائف اپنی اصلی صورت کھو چکے تھے اور انبیاء و رسل کی تعلیمات اُن کی قوم و امت کے ہاتھوں مسخ ہو چکی تھیں اور صدیوں سے کرۂ ارض پر کفر و جہالت اور ظلم و بربریت کی گہری تاریکیاں چھائی ہوئی تھیں اور ہر طرف انسانیت و شرافت پامال ہو رہی تھی ایسے وقت میں ضرورت تھی کہ سینا کے بیابان کا خداوند اور کوہِ زیتون کی روح القدس پھر سے گویا ہو اور آسمانی برکتوں کے خزانوں کی بارش کا جو فیض رک گیا تھا، پھر سے جاری ہو، ایسے ہی وقت میں عرب کی وادی بطحا سے رشد و ہدایت اور علم و عرفان کا سورج طلوع ہوا یعنی کوہ زیتون کی روح القدس پھر سے گویا ہو اور آسمانی برکتوں کے خزانوں کی بارش کا جو فیض رک گیا تھا، پھر سے جاری ہو، ایسے ہی وقت میں عرب کی وادی بطحا سے رشد و ہدایت اور علم و عرفان کا سورج طلوع ہوا۔ یعنی کوہِ فاراں سے آفتاب نبوۃ کتاب ہدایت کے ساتھ طلوع پذیر ہوا جس کے طلوع ہوتے ہی ساری کائنات ارضی و سماوی نور الٰہی سے جگمگا اٹھی اور جس کی ضیاء پاشیوں نے تھوڑے ہی عرصے میں کفر و جہالت اور ظلم و معصیت کی تاریکیوں کو دور کر کے سرزمین عرب کو علم و ہدایت کے نور سے منور کر دیا۔ پیغمبر انسانیت نے اپنی سیرت و کردار اور معجزانہ تعلیمات سے ایسا فکری و عملی انقلاب پیدا کیا کہ کفر و جہالت کی پستیوں میں زندگی بسر کرنے والی قوم اقوام عالم کی راہبری کرنے لگی۔ پیغمبر اسلام نے دنیائے انسانیت کو قیامت تک کیلئے ایسا ضابطۂ حیات عطا کیا کہ جو انسانیت کی سربلندی اور معراج کا ضامن ہے یہ ضابطۂ حیات وہ صحیفۂ آسمانی یعنی قرآن حکیم ہے کہ جسے خلاق عالم نے بطور اعجاز نازل کیا جو اپنے الفاظ و اعجاز کے ساتھ آج تک محفوظ ہے اور قیامت تک محفوظ رہے گا۔ گذشتہ الہامی صحیفے و کتب بصورت اعجاز نازل نہیں ہوئے جس کی بنا پر ان کی آیات و عبارات خود غرض و دنیا پرست انسانوں کے دستِ خیانت سے محفوظ نہ رہ سکیں چنانچہ آج سابقہ تمام الہامی کتب اپنی اصلی صورت و حالت میں باقی نہیں ہیں لیکن یہ فضیلت و خصوصیت قرآن حکیم کو حاصل ہے کہ جو مکمل طور پر آج تک محفوظ ہے اور محفوظ رہے گا کیونکہ اسے نازل کرنے والے نے اس کی حفاظت و بقا کا واضح طور پر اعلان کیا ہے اس لئے کہ پیغمبر اسلام خدا کے آخری نبی و رسولؐ اور قرآن حکیم خدا کی آخری کتاب اور مکمل ضابطۂ حیات اور پیغمبر اسلام کی نبوۃ کی تصدیق کیلئے ابدی معجزہ ہے کہ جس کے دامن میں قیامت تک کے انسانی زندگی کے مسائل کا حل سمو دیا گیا ہے۔ یہ کتاب الفاظ و عبارات اور معانی و مطالب اور حقائق و معارف کے لحاظ سے معجزہ ہے اس کے فضائل و فوائد اور حقائق و معارف لامحدود ہیں۔ یہ تطہیر نفس کے لئے علم و حکمت کا سرچشمہ اور نسخۂ کیمیا ہے یہ کائنات خداوند عالم کا فعل اور قرآن حکیم خداوند عالم کا قول کریم ہے۔ اس میں ماضی و حال اور استقبال کے تمام حقائق پوشیدہ ہیں۔ یہ علوم و معارف کا ایسا سمندر ہے کہ جس کی گہرائیوں کی انتہا نہیں باب مدینۃ العلم حضرت علیؑ کا ارشاد ہے کہ "قرآن حکیم کا ظاہر دلکش اور باطن دور رس ہے اس کے عجائب و غرائب غیر فانی اور بھید بے پایاں ہیں کفر و جہالت کی تاریکیاں صرف اسی سے دور ہو سکتی ہیں"۔ یہ کتاب بشر کی سعادت کی ضامن ہے اور تکوین و فطرت کے اسرار کا انکشاف کرتی ہے۔ یہ اجتماعیت و سیاست کے علوم کا جامع صحیفہ ہے۔

حضرت علیؑ نے اپنے ایک خطبے میں قرآن حکیم کا تعارف کرتے ہوئے فرمایا:- "یقیناً یہ قرآن وہ بہترین ناصح ہے جو کبھی دھوکا

بنیں دیتا اور ایسا بہترین ہادی ہے کہ جو کبھی راہ گم نہیں کرتا اور ایسا بیان کرنے کرنیوالا ہے کہ جو کبھی جھوٹ نہیں بولتا اور جو قرآن کا ہمنشین ہوا وہ ہدایت میں اضافے اور گمراہی میں کمی کے ساتھ اٹھا اور یقین جانو کہ قرآن حکیم کی تعلیم کے بعد کوئی فقر نہیں اور قرآن حکیم کی تعلیم سے قبل قرآن جیسی کوئی دولتمندی نہیں۔ قرآن حکیم سے امراض (ظاہر و باطنی) کیلئے شفا حاصل کرو اور مصائب کو دفع کرنیکے لئے اسی سے مدد طلب کرو۔ اور اسی کے ذریعہ اللہ سے دعا مانگو یقیناً یہی سخت امراض کفر و نفاق اور سرکشی و گمراہی کا واحد علاج ہے۔ اللہ سے اسی کے ذریعہ دعا مانگو اور اسی کی محبت کے ساتھ آگے بڑھو، اور اس کے ذریعہ خدا کی مخلوق سے بھیک نہ مانگو۔ کیونکہ بندوں کی (خدا کی طرف) توجہ کیلئے اس جیسا کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ یقین رکھو کہ یہ وہ شفاعت کرنیوالا ہے کہ جس کی شفاعت مقبول ہے اور ایسا بولنے والا ہے کہ جس کی بات تصدیق شدہ ہے۔ اور بروز محشر قرآن نے جس کی شفاعت کردی اس کی شفاعت مقبول ہوئی"۔

ایک اور خطبہ میں قرآن حکیم کے فضائل بیان کرتے ہوئے حضرت علیؑ نے فرمایا "پھر اللہ نے آپ پر وہ کتاب نازل کی جو ایک نور ہے جس کی قندیلیں خاموش نہیں ہوتیں اور جس کے چراغوں کی روشنی مدھم نہیں ہوتی اور یہ کتاب ایسا سمندر ہے کہ جس کی گہرائی تک رسائی نہیں ہو سکتی اور ایسا راستہ ہے کہ جس کا چلنے والا کبھی بھٹکتا نہیں اور ایسی شعاع ہے کہ جس کی روشنی پر تاریکی کا غلبہ نہیں ہو سکتا، اور ایسا فرقان (حق و باطل میں فرق کرنیوالا) ہے کہ جس کی دلیل مغلوب نہیں ہوتی اور ایسا غلبہ ہے کہ جس کے انصار کبھی ہارتے نہیں۔ اور ایسا حق ہے کہ جس کے معاون ساتھ نہیں چھوڑ جاتے وہ کتاب ایمان کا قلب و جگر اور علم کے سرچشمے اور عدل کے باغات و آبشارات اور اسلام کی اساس و بنیاد اور حق کی وادیاں اور قرار گاہیں ہے، اور وہ ایسا بحر (بیکراں) ہے کہ جسے استفادہ کرنے والے ختم نہیں کر سکتے اور ایسا چشمہ ہے کہ جسے فائدہ حاصل کرنیوالے خشک نہیں کر سکتے اور ایسا گھاٹ ہے کہ جو پینے سے کم نہیں ہوتا۔ اور ایسی منازل ہیں کہ مسافران کا راستہ نہیں بھولتے اور ایسے نشان ہیں کہ جن کو رہگزر گم نہیں کرتا اور ایسی بلندیاں ہیں کہ حق کا قصد کرنے والے تجاوز نہیں کر سکتے۔ خدا نے اسے علماء کی پیاس کی سیرابی اور فقہاء کے دلوں کی بہار اور نیکوں کے چلنے کا راستہ قرار دیا اور یہ ایسی دوا ہے کہ جسکے ساتھ مرض نہیں رہتا۔ اور یہ وہ نور ہے کہ جس کے ساتھ ظلمت نہیں رہتی۔ یہ مضبوط رسی اور مضبوط چار دیواری والا قلعہ ہے اور محب کیلئے عزت اور آنیوالے کے لئے امن اور اقتداء کرنیوالے کیلئے ہدایت اور نسبت حاصل کرنے والے کیلئے عذر ہے۔ اور جو اس کے ذریعے بولے اس کیلئے برہان اور جو اس کے سہارے کسی سے مقابلہ کرے اس کیلئے شاہد ہے اور جو اس کے ذریعہ کسی سے مناظرہ کرے اس کیلئے باعث کامیابی ہے (نہج البلاغہ خطبہ ۱۹۳)

پیغمبر اکرمؐ نے اپنے بعد کے حالات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا (ضرور فتنے ظاہر ہوں گے) تو حضرت علیؑ نے عرض کیا پھر ان فتنوں سے تحفظ کیسے ہوگا۔ تو پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا کتاب خدا کے ذریعہ کیونکہ اس میں گذشتہ اور آئندہ کی خبریں اور دور حاضر کے احکام موجود ہیں، یہ وہ فیصل ہے کہ جس میں تحریف نہیں ہے۔ اسے خواہشات کج نہیں کر سکتیں اس سے علماء سیر نہیں ہوتے، یہ کثرت تلاوت سے پرانا نہیں ہوتا۔ اس کے عجائبات ختم نہیں ہوتے اگر اسے کوئی سرکش چھوڑ دے گا تو خدا اسے پست و ذلیل کرے گا۔ اور جو اس کے غیر میں ہدایت طلب کرے گا، وہ گمراہ ہوگا یہ اللہ کی مضبوط رسی اور صراط مستقیم ہے جو اس پر عمل کرے گا ثواب پائیگا جو اس کے ساتھ حکم کرے گا وہ عادل ہے۔ جس نے اس کی طرف دعوت دی اس نے سیدھے راستے کی طرف بلایا۔ الخ۔

معاذ بن جبل کہتے ہیں کہ میں ایک سفر میں پیغمبر اکرمؐ کے ساتھ تھا کہ میں نے عرض کیا کوئی نفع بخش ارشاد فرمایئے۔ تو پیغمبر اکرمؐ

نے فرمایا "اگر تم سعادت مندوں کی زندگی اور شہدا کی موت چاہتے ہو اور یہ کہ بروز قیامت نجات و کامیابی حاصل کرو اور حرارت و گرمی کے روز سایہ حاصل کرو اور گمراہی و تباہی کے روز ہدایت و نجات حاصل کرو تو قرآن حکیم کی تعلیم حاصل کرو کیونکہ یہ خدا ہو رحمان کا کلام ہے اور شیطان سے حفاظت کیلئے حفظ و امان ہے اور میزان عمل کو بھاری کرنے والا ہے۔"

قرآن حکیم کی عظمت کو بیان کرتے ہوئے پیغمبر اسلام نے فرمایا "قرآن خدا کے سوا ہر شے سے افضل ہے جس نے قرآن کی عزت و توقیر کی اس نے خدا کی عزت کی اور جس نے قرآن کی عزت نہیں کی اس نے خدا کی عزت نہیں کی۔"

امام زین العابدینؑ نے فرمایا "قرآن علوم الٰہی اور معرفت الٰہی کا خزانہ ہے جب اس کے خزائن کو کھولو تو اس میں غور و فکر کرو اور اس نفع بخش دریا سے معرفت کے موتی حاصل کرو۔"

پیغمبر اسلام نے فرمایا "قرآن حکیم خدا اور بندے کے درمیان عہد نامہ ہے لہذا ہر مسلمان کو چاہیئے کہ روزانہ اس عہد نامہ میں دیکھے اور ہر روز پچاس آیات کی تلاوت کرے۔"

حضرت علیؑ نے فرمایا "کتاب الٰہی کو مضبوطی سے تھامے رہو کیونکہ یہی مضبوط رسی اور واضح روشن اور نفع بخش اور تمسک و تعلق رکھنے والے کے لئے بچاؤ و نجات کا ذریعہ ہے یہ کج نہیں کہ اصلاح کی محتاج ہو اس میں لغزش نہیں کہ حرف گیری ہو سکے زیادہ پڑھنے سے یہ کتاب پرانی نہیں ہوتی اور جس کا قول قرآن کے مطابق وہ سچا اور جس کا عمل قرآن کے مطابق وہ سبقت کرنے والا ہے۔"

حضرت انس صحابیؓ سے پیغمبر اکرمؐ نے ایک موقع پر فرمایا "صبح شام قرآن کی تلاوت سے غافل نہ رہو کیونکہ قرآن مردہ دل کو زندگی عطا کرتا ہے اور فحش و برے کاموں سے روکتا ہے۔"

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا "مومن کو چاہیئے کہ اگر اس پر موت آئے تو قرآن پڑھا ہوا ہو یا پڑھنے میں مشغول ہو۔" پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا یہ قرآن خدائی مہمان ہے اس کی مہمانداری بقدرِ استطاعت سیکھو یہ خدائی رسی اور روشن نور ہے اور نفع بخش شفا دینے والا ہے لہذا اسے پڑھا کرو کیونکہ خدا تمہیں اس کے ہر ہر حرف کی تلاوت پر دس دس نیکیاں عطا کرے گا۔ (الم) ایک نہیں تین حروف ہیں اسکی تلاوت پر تیس ۳۰ نیکیاں ہیں"

ایک اور موقع پر پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا "اپنے گھروں کو قرآن کی تلاوت سے منور کرو اور یہود و نصاریٰ کی طرح اپنے گھروں کو قبریں نہ بناؤ کیونکہ انہوں نے اپنے گھروں کو ذکر الٰہی سے محروم کر دیا اور عبادت گاہوں تک ذکر الٰہی کو محدود کر دیا یقیناً جس گھر میں قرآن کی تلاوت کثرت سے ہوگی اس میں خیر و برکت زیادہ ہوگی اور اس گھر والوں کے رزق میں وسعت ہوگی اور وہ گھر اہل آسمان کے لئے اس طرح چمکتا ہے کہ جس طرح زمین والوں کے لئے ستارے چمکتے ہیں۔"

پیغمبر اکرامؐ نے فرمایا "یقیناً وہ گھر جس میں قرآن کریم کی تلاوت اور ذکر الٰہی ہوتا ہے اس میں خیر و برکت زیادہ ہوتی ہے اور اس گھر میں فرشتوں کا نزول ہوتا ہے اور شیاطین اس گھر سے دور رہتے ہیں اور وہ گھر اہل آسمان کیلئے اس طرح چمکتا ہے جس طرح زمین والوں کیلئے روشن ستارہ چمکتا ہے اور یقیناً وہ گھر کہ جس میں قرآن کی تلاوت نہیں ہوتی اور نہ ہی ذکر الٰہی ہوتا ہے تو اسمیں خیر و برکت کم ہوتی ہے اور اس گھر سے فرشتے دور رہتے ہیں اور شیاطین وہاں موجود رہتے ہیں۔"

امام علی رضاؑ نے فرمایا "اپنے گھروں میں تلاوت کیا کرو تو اہل خانہ کے مشکل کام آسان ہو جائیں گے اور اس گھر میں خیر و برکت

زیادہ ہوگی جس سے اہلِ خانہ وسعت و برکت میں ہونگے اور جب تلاوت نہیں کریں گے تو اہلِ خانہ پر تنگی ہوگی جس سے خیر و برکت کم ہوگی اور وہ نقصان میں ہوں گے اور خیر و برکت سے بھی محروم ہوجائیں گے"۔

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا "قرآن کے بغیر کوئی امیری نہیں اور قرآن کے ساتھ کوئی فقر نہیں اور قرآن کا پڑھنا بہترین عبادت ہے"۔

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا "جو شخص نیکوں کی زندگی اور شہید کی موت چاہتا ہے اور اس دن کامیابی چاہتا ہے کہ جس دن حسرت کے سوا کچھ نہیں ہوگا اور چاہتا ہے کہ اسے بروزِ قیامت گرمی کے موقع پر سایہ نصیب ہو اور گمراہی کے مواقع میں ہدایت اس کے قدم سے لپٹی ہو تو اسے چاہیئے کہ قرآن کا درس حاصل کرے اور اس کی تعلیم سے بہرہ ور ہو یعنی قرآن پڑھے اور پڑھائے کیونکہ جو قرآن پڑھاتا ہے وہ خدا کی بارگاہ میں عزت و شرف کا مالک ہوتا ہے اس لئے کہ قرآن رحمان کا کلام ہے اور شیطان کے فریب سے بچنے کا حرز و امان ہے اور پلہ میزان کا گراں کرنے کا ذریعہ ہے۔ جامع الاخبار"۔

حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا "جو شخص قرآن کی دیکھ کر تلاوت کرے اس کی بصارت دیر پا رہیگی اور اس کے والدین سے عذاب کی تخفیف ہوگی اگرچہ کافر ہوں"۔

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا "علیؑ کی طرف دیکھنا عبادت ہے اور نرمی و مہربانی سے والدین کو دیکھنا عبادت ہے۔ اور قرآنی صحیفہ کو دیکھنا عبادت ہے اور کعبہ کو دیکھنا عبادت ہے"۔

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا "بروزِ قیامت تین چیزیں خدا کی بارگاہ میں شکایت کریں گی (۱) غیر آباد مسجد کہ جس میں کوئی نماز نہ پڑھتا ہو (۲) عالم جو جہلا کے درمیان ہو اور وہ اس سے دینی مسائل دریافت نہ کریں۔ (۳) اور گھر میں رکھا ہوا قرآن جس پر غبار پڑا ہوا ہو اس میں کوئی تلاوت نہ کرے"۔

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا "اے سلمان مومن اگر قرآن کی تلاوت کرتا ہے تو خدا اس کے لئے رحمت کے دروازے کھول دیتا ہے اور اس کے منہ سے نکلنے والے ہر حرف سے ایک فرشتہ پیدا کرتا ہے کہ جو قیامت تک اس کیلئے تسبیح کرتا ہے"۔

غرض یہ قرآن حکیم کی تلاوت کے بے شمار فضائل و فوائد ہیں کہ جن کا شمار نہیں ہوسکتا خلاقِ عالم مومنین و مسلمین کو اس کی تلاوت اور اس کے احکام پر عمل کرنے کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطا کرے۔ اس لئے کہ پیغمبر اکرمؐ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ "ایسے قاری قرآن کہ جو قرآن کے احکام پر عمل نہیں کرتے تو جب تلاوت کرتے ہیں تو قرآن ان پر لعنت بھیجتا ہے"۔ لہٰذا تلاوت کے ساتھ ساتھ قرآنی احکام پر عمل بھی لازم و واجب ہے"۔

اور پیغمبر اکرم نے فرمایا "یقیناً یہ قرآن نور مبین اور مضبوط رسی اور اور عروہ وثقیٰ اور بلند درجہ اور سب سے زیادہ شفاء عطا کرنیوالا اور فضیلت کبریٰ اور عظیم سعادت ہے تو جس نے یہ روشنی حاصل کی خدا اسے منور کرے گا اور جس نے اپنے معاملات و امور اس سے منسلک کر دیئے تو خدا اسکی حفاظت کرے گا اور جس نے اس سے تمسک کیا خدا اسے نجات دیگا اور جو اس کے احکام سے جدا نہ ہوا خدا اسے رفعت عطا کرے گا اور جس نے اس سے شفاء چاہی تو خدا اسے شفاء عطا کرے گا اور جس نے تمام امور کا قرآن کیلئے ایثار کیا تو خدا اسکی رہبری کرے گا اور جس نے قرآن کو چھوڑ کر اسکے غیر سے ہدایت چاہی تو خدا اسے گمراہی میں چھوڑ دے گا اور جس نے اسے اپنا شعار اور اسکی تعلیمات کو اپنا اوڑھنا بچھونا قرار قرار دیا تو خدا اسے سعادت مند قرار دیگا اور جس نے قرآن کو اپنے آگے رکھکر اسکی اقتدا کی اور اسکی طرف رجوع کیا اور اپنا ملجأ قرار دیا تو خدا اسے جنات نعیم و عیش سلیم تک پہنچا دے گا۔"

پیغمبر اکرم نے فرمایا کہ "قرآن کی عرب کے لحن و آواز میں تلاوت کرو اور فساق و گانے بجانے والے و گناہان کبیرہ کا ارتکاب کرنیوالوں کے لحن و طرز سے پرہیز کرو کیونکہ یقیناً میرے بعد ایسی قومیں آئینگی کہ جو قرآن کو غناء اور رہبانیت کی گنگری سے پڑھیں گے اور ان کے قلوب بھی اُلٹے ہوں گے کہ جن کو وہ جذب و مسرور کرے۔"

اور پیغمبر اکرم کا ارشاد ہے کہ "یقیناً یہ قرآن ادب الٰہی ہے تم جسقدر قدرت رکھتے ہو اسکا ادب سیکھو یقیناً یہ قرآن اللہ کی مضبوط رسی اور نور مبین اور نفع بخش و شفاء ہے اسکی تلاوت کرو کیونکہ اللہ اسکے ہر حرف کی تلاوت پر دس نیکیاں عطا کرتا ہے اور میں کہتا ہوں کہ "الم" ایک نہیں بلکہ تین حرف یعنی۔ الف۔ لام۔ اور میم ہیں کہ جن پر تیس نیکیاں ہیں۔"

اور پیغمبر اکرم نے فرمایا "قرآن کو اپنی آوازوں سے زینت دو۔"

اور پیغمبر اکرم کا یہ بھی فرمان ہے کہ "قرآن حزن کے ساتھ نازل ہوا ہے تو جب تم اسکی تلاوت کرو تو گریہ کا انداز ہو اگر ایسا نہ ہو تو رلانے کا انداز ہو اور اسکی تلاوت کو آواز کے حسن اور حزن سے مزین کرو اور جس نے ایسا نہ کیا وہ ہمارے گروہ سے نہیں ہے۔" اور پیغمبر اکرم نے فرمایا کہ "ہر شے کی ایک زیبائش ہے اور قرآن کی زیبائش اچھی آواز ہے۔"

اور امام جعفر صادق نے فرمایا "جس نے قرآن کی تلاوت کی اور اسکے لئے خضوع نہیں کیا اور اس میں رقت پیدا نہیں ہوئی اور حزن شامل نہیں ہوا اور باطن میں خوف پیدا نہ ہوا تو اس نے عظمت الٰہی و شان خدائی کی تحقیر کی اور وہ واضح خسارے میں مبتلا ہوا۔"

حضرت علیؑ نے فرمایا " ان اللہ لیہم بعذاب اھل الارض جمیعا حتی لایحاشی منھم احدا اذا عملوا بالمعاصی واجترحوا السیّات فاذا نظر الی الشیب ناقلی اقدامھم الی الصلوٰۃ والولدان یتعلمون القرآن رحمھم فاخر ذلک عنھم ۔ وسائل

" یقیناً جب اہل زمین گناہوں کا ارتکاب کرتے ہیں اور بُرے اعمال پر انکی جرأت بڑھجاتی ہے اور خدا ان پر عذاب نازل کرنا چاہتا ہے تو جب انکے بوڑھوں کو نماز کیلئے (مساجد کیطرف) جاتے دیکھتا ہے اور بچوں کو قرآنی تعلیمات حاصل کرتے دیکھتا ہے تو ان پر رحم کرکے انسے عذاب کو مؤخر کردیتا ہے "

پیغمبرؐ اکرم نے فرمایا " ان اردتم عیش السعداء وموت الشھداء والنجاۃ یوم الحسرۃ والظل یوم الحرور والھدی یوم الضلالۃ فادرسوا القرآن فانہ کلام الرحمن وحرز من الشیطان ورجحان فی المیزان ۔ وسائل ۔

" اگر تم سعادتمندوں کی زندگی اور شہداء کی موت اور روز حسرۃ نجات اور سخت گرمی کے روز (بروز قیامۃ) سایہ چاہتے ہو اور ہلاکت کے روز ہدایت و نجات چاہتے ہو تو قرآن کی تعلیم حاصل کرو اور تعلیم دو کیونکہ یہ رحمان کا کلام ہے اور شیطان سے بچنے کیلئے حرز و امان ہے اور میزان عمل کو بھاری کرنیوالا ہے "

اور پیغمبرؐ اکرم نے فرمایا " تعلموا القرآن فانہ یاتی یوم القیٰمۃ صاحبہ فی صورۃ شاب جمیل شاحب اللون فیقول انا القرآن الذی کنت اسھرت لیلک واظمات ھو اجرک واجففت ریقک واسلبت دمعتک ۔ الخ ۔ فابشر ۔ فیؤتی بتاج فیوضع علی راسہ ویعطی الامان والخلد فی الجنان بیسارہ ویکسی حلتین ثم یقال لہ اقرأ وارقا فکلما قرأ آیۃ صعد درجۃ ویکسا ابواہ حلتین ان کانا مومنین ثم یقال ھذا لما علمتما ہ القرآن " ۔ وسائل ۔

" قرآن کی تعلیم حاصل کرو کیونکہ بروز قیامت قرآن سفید نورانی خوبصورت جوان کی صورت میں اپنے قاری کے پاس آئیگا اور کہے گا کہ میں وہی قرآن ہوں کہ جس کے ساتھ تو نے اپنی رات بیداری میں بسر کی تھی اور اپنے حلق کو اسکی تلاوت میں خشک کیا تھا اور اپنی تھوک کو بھی خشک کیا تھا اور اپنے آنسو بھی خشک کیے تھے ۔ الخ ۔ اور بشارت ہو کہ بروز قیامت ایک تاج لاکر اسے پہنایا جائیگا اور اسکے دائیں ہاتھ میں امان دی جائے گی اور جنت بسہولت اسے ہمیشہ کیلئے عطا کی جائے گی اور اسے دو حلّے پہنائے جائیں گے پھر اسے کہا

جائیگا کہ قرآن پڑھکر بلند ہوتے جاؤ تو جسقدر وہ آیات پڑھتا جائیگا اسی قدر درجہ بلند ہوتا جائیگا اور اسکے والدین اگر مومن ہوئے تو انکو دو حلے عطا کئے جائیں گے اور انکو کہا جائیگا کہ یہ اس کا بدلہ ہے کہ جو تم نے اپنے فرزند کو قرآن کی تعلیم دی تھی۔"

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا "هو حبل الله المتين وعروته الوثقى وطريقته المثلى المؤدى الى الجنة والمنجي من النار لا يخلق من الازمنة ولا يغث على الالسنة لانه لم يجعل لزمان دون زمان بل جعل دليل البرهان وحجة على كل انسان لا يأتيه الباطل من بين يديه ولا من خلفه تنزيل من حكيم حميد" عیون الاخبار۔

قرآن خدا کی حبل متین اور عروۃ وثقیٰ ہے اور اسکا راستہ حق کا راستہ ہے کہ جو جنت تک پہنچانیوالا ہے اور یہ دوزخ سے نجات دلانے والا ہے کہ زمانے کے تغیر وتبدل سے یہ کہنہ نہیں ہوتا اور زبانوں پر ثقیل واجنبی نہیں ہوتا کیونکہ یہ ایک زمانے کیلئے نہیں بنایا گیا ہے بلکہ اسے برھان ودلیل اور تمام انسانوں پر حجۃ قرار دیا گیا ہے اور اسکے آگے پیچھے کسی جانب سے باطل کا گزر نہیں ہے یہ حمید وحکیم ذات کی طرف سے نازل ہوا ہے۔"

ایک شخص نے امام جعفر صادق کیخدمت میں عرض کیا کہ کیا وجہ ہے کہ قرآن کے مسلسل درس وتدریس اور نشرواشاعت سے اسکی تازگی میں اضافہ ہوتا ہے۔ تو امام نے فرمایا کہ "لان الله لم يجعله لزمان دون زمان ولا لناس دون ناس فهو في كل زمان جديد وعند كل قوم غض الى يوم القيمة" کافی

کیونکہ خدا نے اسے صرف ایک زمانے کیلئے قرار نہیں دیا اور نہ ہی صرف مخصوص لوگوں کیلئے قرار دیا ہے لہذا ہر زمانے میں نیا وتازہ کلام ہے اور قیامت تک اسی طرح ہر قوم کے ہاں تازہ کلام رہے گا۔"

اور امیر المومنین علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ "ان القرآن آمر زاجر وصامت ناطق حجة الله على خلقه اخذ عليهم ميثاقه وارتهن عليه انفسهم اتم نوره واكمل به دينه وقبض نبيه وقد فرغ الى الخلق من احكام الهدى۔ الخ

"قرآن آمر (حکم دینے والا) اور زجر کرنیوالا اور صامت وناطق ہے اور خدا کی مخلوق پر اللہ کی حجۃ ہے کہ جس کا خدا نے مخلوق سے عہد ومیثاق لیا ہے اور جس پر لوگوں نے اپنے نفوس کو رہن رکھا ہے اور اسکے نور کو مکمل اور اس کے ساتھ دین کو کامل قرار دیا ہے اور جب اسکا پیغمبر اسکے ساتھ ھدایت کے احکام کو پہنچا کر فارغ ہوا تو خدا نے رسولؐ کو اپنے پاس بلا لیا۔"

پیغمبر اکرم کا ارشاد گرامی ہے کہ " من اعطاہ اللہ القرآن فرأی ان احدًا اعطی شیئاً افضل مما اعطی فقد صغر عظیماً و عظم صغیرًا "۔ معانی الاخبار۔
" جسے خدا نے قرآن (علم و تعلیم) عطا کیا اور اس نے اگر یہ خیال کیا کہ کسی دوسرے کو اس سے افضل شے عطا کیگئی ہے تو اس نے عظیم کو حقیر قرار دیا اور حقیر و صغیر کو عظیم قرار دیا "۔۔۔

امیر المومنین علیہ السلام نے اپنے اصحاب کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا کہ " اعلموا ان القرآن نور اللیل المظلم علی ما کان من جھد و فاقۃ ۔ کافی۔ " جان لو کہ یقیناً قرآن گہری تاریک رات (کفر و جہالت) کا نور ہے اسکے لئے جو ھدایت کے حصول کے کوشش و طلب میں ہو "۔

پیغمبر اکرم نے اپنے یمن کے عامل کیطرف جو عہد نامہ تحریر کیا اسمیں لکھا کہ " فان ھذا القرآن حبل اللہ المتین فیہ اقامۃ العدل و ینابیع العلم و ربیع القلوب۔ " یقیناً یہ قرآن خدا کی مضبوط رسی ہے اسمیں عدل کو قائم کرنے اور علم کے چشمے اور دلوں کی تازگی ہے "

اور حضرت علیؑ نے فرمایا " داووا مرضاکم بالصدقۃ واستشفوا بالقرآن فمن لم یشفہ القرآن فلا شفاء لہ " مکارم الاخلاق۔
" اپنے مریضوں کا صدقے کے ذریعے علاج کرو اور قرآن سے شفا حاصل کرو اور جسے قرآن شفا عطا نہ کرے تو اس کے لئے شفا نہیں ہے "۔

حضرت علی کا ارشاد ہے کہ ثلثۃ یزدن فی الحفظ و یذھبن البلغم قرأۃ القرآن والعسل واللبان۔ عیون ۔۔ " تین چیزیں حافظہ کو تیز کرتی ہیں اور بلغم کو کم کرتی ہیں قرآن کی تلاوت و شہد اور لوبان۔

اور حضرت علی نے اپنے خطبے میں فرمایا کہ " وتعلموا القرآن فانہ ربیع القلوب واستشفوا بنورہ فانہ شفاء الصدور و احسنوا تلاوتہ فانہ انفع (احسن) القصص فان العالم العامل بغیر علمہ کالجاھل الحائر الذی لا یستفیق من جھلہ بل الحجۃ علیہ اعظم والحسرۃ لہ الزم و ھو عند اللہ الوم۔ " ۱۱۰ نہج ۔ " اور تم قرآن کی تعلیم حاصل کرو کیونکہ وہ دلوں کیلئے تازگی اور قوت ہے اور

پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ قرآن کا پڑھنا ذکر سے افضل ہے اور ذکر صدقہ سے افضل ہے اور صدقہ روزے سے افضل ہے اور روزہ دوزخ کی آگ سے بچنے کے لئے ڈھال ہے "۔ منہج۔

پیغمبر اکرمؐ کا فرمان ہے کہ قرآن پڑھنے اور پڑھانے والے دونوں کے لئے ہر شے یہاں تک کہ دریائی مچھلیاں بھی استغفار کرتی ہیں "۔ اور پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا کہ " میری اُمّت کے اشرف و افضل لوگ قرآن خواں اور شب زندہ دار ہیں "۔

در حضور اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ " قرآن پڑھنے والے کے والدین کو تاج کرامت عطا ہو گا جس کا نور دس ہزار برس کی مسافت سے ظاہر و نمایاں ہوگا اور ان کو ایسے حلّے ہائے جنت عطا ہوں گے کہ تمام دنیا اور اسکی تمام خوبیوں کا لاکھ گنا اسکے ادنیٰ تار کے برابر نہ ہو سکے گا۔ اور جب اس کے والدین یہ تاج و حلّے دیکھیں گے تو عرض کریں گے کہ اللہ ہمیں یہ عزت و شرف کیسے حاصل ہوا حالانکہ ہمارے اعمال اس کے قابل نہیں تھے۔ تو خدا کی طرف سے فرشتے جواب دیں گے کہ یہ شرف و عزت تمہیں اس لئے ملا ہے کہ تم نے اپنے بچے کو قرآن پڑھایا تھا "۔

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا کہ " مجھے تورات کی جگہ پر سات طویل سورے عطا کئے گئے اور زبور کی جگہ دو سو آیات کے سورے عطا کئے گئے اور انجیل کی جگہ چند آیات کے سورے عطا کئے گئے اور المفصلات سورتوں کے ذریعے مجھے فضیلت عطا کی گئی "۔

اور پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ

" قرآن گمراہی سے بچنے کے لئے ہدایت ہے۔
اور جہالت کے اندھے پن کے لئے وضاحت ہے۔
اور لغزش و خطا سے حفاظت ہے۔
اور (گمراہی کی) تاریکی میں نور ہدایت ہے۔
اور حادثات زمانہ میں رہنمائی کیلئے روشنی ہے۔
اور ہلاکت و تباہی سے نجات ہے۔
اور گمراہی سے بچنے کے لئے ہدایت ہے۔
اور فتنوں میں بیان و وضاحت ہے
اور دنیا سے آخرت کی دعوت دینے والا ہے۔
اور اسی میں تمہارے دین کا کمال ہے
اور جس نے قرآن سے روگردانی کی وہ دوزخ میں جا پہنچا "۔

سات قرأتیں

قرآن حکیم کا خالص و واضح عربی زبان میں نزول ہوا اور اسکی بنیادی تعلیمات و دعوت کا ایک مرکزی نقطہ دنیاء
انسانیت کو فکری و عملی وحدت میں منسلک کرنا ہے اسی بناپر اسکے اعمال و عبادات میں قولی و عملی وحدت پائی جاتی
ہے اسی بناپر قرآنِ حکیم کے تلفظ و تلاوت کے انداز کو بھی ایک قرار دیا ہے۔ اسلئے ہر زبان کے زمینی فاصلوں سے تلفظ
کی صورت اس قدر تبدیل ہوجاتی ہے کہ اسی زبان کے جاننے والے بعض بعض کی زبان نہیں سمجھ سکتے۔ اسی بناپر قرآن حکیم کیلئے اگر دنیا
عرب کے ہر علاقے و ہر قبیلے کو اپنے اپنے تلفظ میں پڑھنے کی اجازت دیجاتی تو پھر اس صحیفہ سماوی کی تحریر و تلاوت
کی ایک صورت نہ رہتی۔ قرآن حکیم نے دنیاء عرب کو اپنا منفرد اندازِ بیان عطا کیا ہے لیکن امت مسلمہ میں ایک روایت
کو عام کرکے اس صحیفۂ سماوی کی تلاوت کو سات مختلف طرح کے تلفظ و بیان میں منقسم کردیا گیا۔ اگر امت مسلمہ خانوادہ
رسالت کے ائمہ معصومین کے دامن سے منسلک رہتی تو یہ اختلافات نہ ہوتے۔ لیکن جسطرح ائمہ اہل بیت رسالت سے
امت کے رخ کو موڑنے کیلئے انکی موجودگی میں اجتہاد و قیاس کا سلسلہ شروع کیا گیا لیکن جب وہ اجتہاد کا سلسلہ کثرت
سے پھیل کر امت کے اختلاف و افتراق کا سبب بننے لگا تو پھر بالجبر چار مجتہدین پر انحصار کرکے اجتہاد کے سلسلے کو مستقلاً
بند کردیا گیا۔ اسی طرح صحیفۂ سماوی کے تلفظ کیلئے بھی لیا ایک روایت کا سہارا لیکر تلفظ و تلاوت کے سات طریقے اپنائے
لیکن جب اختلاف کے بڑھنے کا احساس ہوا تو تیسرے دورِ خلافت میں بالجبر ایک طریقۂ تلاوت کو رائج کیا گیا۔
لیکن جس روایت سے سات مختلف قرأۃ کیلئے سہارا لیا گیا اسمیں قرأۃ و تلفظ کا ذکر نہیں ہے چنانچہ صحاح ستہ
میں مختلف طریقوں سے روایت کیگئی ہے کہ پیغمبرؐ نے فرمایا "ان القرآن انزل علی سبعۃ احرف" کہ
بیشک قرآن سات حروف پر نازل ہوا" یہ روایت کہاں تک درست ہے اسکے لئے علامہ جلال الدین سیوطی نے
تفسیر الاتقان میں بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "اس روایت کی صحت میں بہت اختلاف ہے اس روایت کے سات
حروف کے معنی میں چالیس اقوال ہیں" اور آخر میں وہ لکھتے ہیں کہ "بہت سے عوام الناس کا خیال ہے کہ اس سے
سات قرأتیں مراد ہیں لیکن یہ بہت شرمناک اور جاہلانہ بات ہے"
اسکے علاوہ "سات حروف" سے سات قرأۃ مراد لینے کی تردید بھی پیغمبر اکرم اور آپکے صحابہ کی زبانی موجود ہے چنانچہ
ابن جریر نے تفسیر طبری میں ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ پیغمبر اکرم نے فرمایا "ونزل القرآن من سبعۃ ابواب
وعلی سبعۃ احرف زجر و امر و حلال و حرام و محکم و متشابہ و امثال فاحلوا حلالہ وحرموا
حرامہ وافعلوا ما امرتم بہ وانتہوا عما نہیتم عنہ واعلموا بمحکمہ وامنوا بمتشابہ وقولوا آمنا

به کل من عند ربنا" قرآن سات ابواب میں سے سات اقسام پر نازل ہوا۔ منع کرنا۔ حکم دینا۔ حلال حرام
محکم۔ متشابہ و امثال ہیں اور اسکے حلال کو حلال قرار دو اور اسکے حرام کو حرام قرار دو اور جس کا اس نے تم کو حکم دیا ہے
وہ بجالاؤ اور جس سے تم کو منع کیا ہے اس سے رک جاؤ اور اسکے محکم کا علم حاصل کرو اور اسکے متشابہ پر ایمان رکھو اور کہو کہ ہم
اس پر ایمان لائے کہ یہ سب ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے"۔

اور تفسیر علاء الرحمن میں ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا "انزل القرآن عشرة احرف بشیر و نذیر و ناسخ و
منسوخ و عظة و مثل و محکم و متشابه و حلال و حرام۔ کہ قرآن دس حروف یعنی اقسام پر نازل ہوا ہے بشارت
دینے والی آیات۔ ڈرانے والی آیات۔ ناسخ۔ منسوخ۔ موعظہ۔ امثال۔ محکم۔ متشابہ اور حلال و حرام سے متعلق ہے"۔

اور تفسیر طبری میں ہے کہ عبداللہ ابن مسعود کہتے ہیں کہ ان اللہ انزل القرآن علی خمسة احرف حلال و
و محکم و متشابه و امثال فاحل الحلال و حرم الحرام واعمل بالمحکم و آمن بالمتشابه
واعتبر بالامثال" یقیناً خدا نے قرآن کو پانچ حروف یعنی پانچ اقسام پر نازل کیا حلال و حرام اور محکم و متشابہ
اور امثال تو اسکے حلال کو حلال جانو اور اسکے حرام کو حرام جانو اور اسکے محکمات پر عمل کرو اور متشابہات پر
ایمان رکھو اور امثال سے عبرت حاصل کرو"۔

اور جب فضیل ابن یسار نے امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ لوگ کہتے ہیں کہ قرآن سات حروف یعنی
قرأتوں پر نازل ہوا ہے تو امام نے فرمایا کذبوا اعداء اللہ ولکنه نزل علی حرف واحد من عند
الواحد۔ کافی۔ "دشمنان خدا جھوٹ کہتے ہیں بلکہ قرآن قرأت واحدہ پر واحد ذات کیطرف سے نازل ہوا ہے"۔

اور امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ القرآن واحد نزل من عند رب واحد والی نبی واحد ولکن
الاختلاف یجیٔ من قبل الرواة = کافی۔ "قرآن ایک ہے اور ایک ہی پروردگار کیطرف سے نازل ہوا ہے اور
ایک پیغمبر کی طرف نازل ہوا ہے اور اختلافات راویوں کیطرف سے وارد ہوتے ہیں"۔

اور امیر المومنینؑ کا ارشاد گرامی ہے کہ "ان اللہ انزل القرآن علی سبعة اقسام کل قسم منها کاف شاف
وهی امر و زجر و ترغیب و ترهیب و جدل و مثل و قصص" تفسیر صافی (مقدمہ ثامنہ)
"یقیناً اللہ نے قرآن کو (کم از کم) سات اقسام پر نازل کیا ہے انہیں سے ہر قسم کافی و شافی ہے اور وہ امر ہے نہی ہے رغبت
دلانے سے متعلق ہے خوف دلانے کے متعلق ہے جدل ہے امثال ہیں اور قصص ہیں"۔

اور امام محمد باقرؑ کا ارشاد ہے کہ تفسیر القرآن علی سبعة اوجه منه ما کان و منه ما لم یکن بعد
ذلک یعرفه الائمه۔ برہان۔ "قرآن کی سات وجوہ ہیں ایک انہیں سے وہ ہے کہ جو کچھ ہو چکا ہے اس سے متعلق
اور ایک انہیں سے وہ ہے کہ جو ابھی نہیں ہوا لیکن ہوگا جسکو آئمہ اہل بیت ہی جانتے ہیں"۔

حماد نے امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ بیشک آپ سے تو مختلف احادیث وارشادات صادر ہوتے ہیں تو امام نے فرمایا " ان القرآن نزل علی سبعة احرف وادنی ما للامام ان یفتی علی سبعة وجوہ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی هذا عطاؤنا فامنن او امسک بغیر حساب " خصال ۔ یقیناً قرآن حکیم سات وجوہ پر نازل ہوا ہے کم از کم امام کیلئے یہ ہے کہ ان سات وجوہ قرآنی میں سے کسی وجہ سے فتوی دے ۔ اور خدا کا ارشاد ہے کہ " یہ ہماری بخشش ہے چاہے احسان کرو چاہے بغیر حساب کے روک لو "

اہل بیت رسالت نے قرآن کے تلفظ وقرأت سے متعلق سات مختلف طرح کی قرأت کی نفی کی ہے بلکہ یہ واضح کیا ہے کہ آیات قرآنی کم از کم سات امور پر مشتمل ہیں یا کم از کم ہر آیت کے سات سات بواطن ہیں جبکہ دوسرے مقام پر فرمایا ہے کہ ستر ستر بواطن ہیں کہ جن کو صرف حجة خدا ہی جانتا ہے ۔

کتابت وحی

جناب طلحہ راوی ہیں کہ حضرت علی نے فرمایا " یقیناً جو بھی آیت پیغمبر پر نازل ہوئی وہ حضور کے املا اور میری تحریر کے ساتھ میرے پاس موجود ہے ا ور پیغمبر پر خدا نے جو نازل کیا ہر آیت کی تاویل اور تمام حلال و حرام اور حدود و حکم اور ہر وہ شے کہ قیامت تک امۃ جسکی محتاج ہے وہ سب میرے پاس موجود ہے جو رسو لخدا کے املا اور میری تحریر کے ساتھ میرے پاس موجود ہے یہاں تک کہ خراش تک ۔ الخ ۔

آغاز اسلام کے وقت مکے میں لکھنے پڑھنے والے افراد کی انتہائی قلت تھی ۔ مکے بھر میں لکھنے پڑھنے والوں کی تعداد بیس پچیس سے زیادہ نہیں تھی ۔ اور آغاز وحی سے قرآن حکیم کے لکھنے کی ضرورت تھی تو پیغمبر اکرم کے تربیت یافتہ اور مصدق رسالت حضرت علی نے آغاز ہی سے کتابت وحی کا کام شروع کر دیا تھا اس لئے کہ نزول وحی کیلئے کوئی مقام و وقت مخصوص نہیں تھا جہاں شب و روز کسی وقت میں وحی کا نزول ہوتا وہاں سفر و حضر اور گھر میں اور باہر وحی کا نزول ہوتا ۔ اسی لئے ایسے کاتب وحی کی ضرورت تھی کہ جو سفر و حضر اور گھر و باہر اور شب و روز ہر وقت ساتھ و قریب ترین ہو ۔ اور وہ پیغمبر اکرم کی تربیت یافتہ امیر المومنین کی ذات تھی پھر جب سایہ نبوت میں دوسرے پڑھے لکھے افراد شامل ہونے لگے تو نزول وحی کے وقت انمیں جو موجود ہوتا اپنی سعادت کیلئے آیت کو لکھ لیتا اور یاد کر لیتا ۔

عموماً عرب مسلمان آیات قرآنی کو یاد کر لیا کرتے ۔ پھر جب مدینے میں پیغمبر اکرم کا ورود ہوا احکام سے متعلق آیات کا نزول ہوا تو کئی افراد کو آیات قرآنی لکھنے کا شرف حاصل ہوا ۔ کیونکہ مدینے میں خوف و خطر نہیں تھا علانیہ عبادات ادا کی جا رہی تھیں وعظ و نصیحت کے مواقع عام تھے ۔ مکی زندگی میں صرف نماز کا حکم تھا ۔ لیکن مدینے آنے کے بعد روزے اور جہاد اور پھر حج کا حکم نازل ہوا ۔ یعنی مکی زندگی میں بنیادی اصولوں کا نزول ہوا اور مدنی زندگی میں تمام فروعی احکام و مکمل شریعت کا نزول ہوا ۔ اسی لئے مدنی زندگی میں پیغمبر اکرم کے پاس لکھنے کی ضرورت بڑھ گئی ۔ چنانچہ خطوط لکھنے والے اور بعض معاہدے لکھنے والے تھے ۔ اور بعض مختلف مواقع میں حاضر ہو کر کتابت وحی کیا کرتے تھے تاریخ لے ان سب کی تعداد ۴۲ کے قریب بنائی ہے اور انمیں حضرت ابو بکر و حضرت عمر و حضرت عثمان ۔ زبیر ابن عوام ۔ خالد ابن سعید بن عاص ۔ ابان ابن سعید ابن عاص ۔ حنظلہ اسدی ۔ مغیرہ ابن شعبہ ۔ عبداللہ ابن رواحہ ۔ محمد ابن مسلمہ ۔ عبداللہ ابن ابی سرح ۔ عبداللہ ابن

ابی سلول - معویہ ابن ابی سفیان - علاء ابن حضرمی - عمرو ابن عاص - جہیم ابن صلت - معیقب اور شرجیل ابن حسنہ - وغیرہ -

لیکن حضرت علی کی وہ ذات تھی کہ جس نے آغوش رسالت میں آنکھیں کھولیں رسالت کی تعلیم و تربیت کا شرف حاصل کیا اور ہر وقت و ہر مقام پر ساتھ ساتھ رہکر پیغمبر اکرمؐ سے وحی کو حاصل کر کے تحریر و محفوظ کیا۔

یعقوبی نے پیغمبر اکرم کے پاس تحریری خدمات انجام دینے والوں کے نام لکھے ہیں لیکن یہ وضاحت نہیں کی کہ کاتب وحی کون تھے اور عہود اور دیگر تحریرات لکھنے والے کون تھے ۔ " وہ لوگ جو پیغمبر اکرم کے پاس لکھنے والے رہے ہیں جو وحی و دیگر تحریریں و عہود لکھتے تھے وہ علی ابن ابیطالب - عثمان بن عفان - عمرو ابن عاص بن امیہ - معویہ ابن ابی سفیان - شرجیل ابن حسنہ - عبداللہ ابن سعد ابی سرح - مغیرہ ابن شعبہ - معاذ ابن جبل - زید ابن ثابت - حنظلہ ابن ربیع - ابی ابن کعب جہیم بن صلت - حصین ابن نمیری -

ان کاتبوں میں سے وہ بعض کہ جنہوں نے کتابت وحی کی ہے انہیں سے بعض مرتد بھی ہو گئے چنانچہ صحیح بخاری باب علامات نبوۃ میں ہے کہ انس راوی ہیں کہ ایک عیسائی اسلام لے آیا اس نے البقرہ و آل عمران کی تلاوت کی اور پیغمبرؐ اکرم کے پاس کتابت وحی کا کام انجام دیتا تھا اس کے بعد مرتد ہو کر بھاگ گیا اور کہتا تھا کہ محمدؐ کچھ نہیں جانتے مگر وہ کہ جو میں انکے لئے لکھ دیتا تھا۔ تو جب اسکی موت واقع ہوئی اور اسے دفن کیا گیا تو دوسرے روز صبح کو جب دیکھا گیا تو قبر نے اسے باہر پھینک دیا تھا۔ دوبارہ دفن کیا گیا تو پھر دوسرے روز دیکھا گیا تو قبر سے باہر پڑا تھا تیسرے روز پھر دفن کیا گیا تیسرے روز پھر قبر سے باہر پڑا تھا تو اسے ویسے ہی چھوڑ دیا گیا۔

انہی کاتبوں میں عبداللہ ابن ابی سرح بھی تھا کہ جو حضرت عثمان کا دودھ شریک بھائی تھا اسلام لایا پھر مدینے کی طرف ہجرت کی اسکا خط اچھا تھا پیغمبر اکرم نے اسے کتابت وحی کیلئے مقرر کیا لیکن اسکی نیت میں فتور پیدا ہو گیا اور آیات کے الفاظ الٹا لکھنا شروع کیا پیغمبر اکرم بار بار منع کر کے اصلاح کراتے آپ سمیع بصیر لکھاتے یہ سمیع علیم لکھ دیتا۔ پیغمبر واللہ بما تعملون خبیر لکھاتے یہ بصیر لکھ دیتا پیغمبر مسلسل اصلاح کراتے لیکن باز نہ آتا تو جب خطرہ محسوس کیا تو مکے کیطرف بھاگ گیا اور مرتد ہو گیا۔ قریش سے جا کر کہا بخدا محمد کچھ نہیں جانتے وہ وہی کہتے ہیں کہ جو میں کہہ دیتا ہوں اور جو ان پر نازل ہوتا وہی مجھ پر نازل ہوتا۔ اسی کے لئے یہ آیت نازل ہوئی ومن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذباً او قال اوحی الی ولم یوح الیہ شئ ومن قال سانزل مثل ما انزل اللہ ۔ (۹۳) انعام

اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے کہ جو خدا پر جھوٹ افترا کرے کہے کہ میری طرف وحی نازل ہوئی ہے حالانکہ اسکی طرف وحی وغیرہ کچھ نازل نہیں ہوا۔ الخ

تو جب مکہ فتح ہوا تو محدث دہلوی کے مطابق پیغمبرؐ اکرم نے گیارہ مردوں اور چھ عورتوں کے قتل کا حکم دیا تھا کہ اگر یہ خانہ کعبہ کے پردے کے نیچے بھی چھپ جائیں تو ان کو قتل کر دیا جائے ان عورتوں میں معویہ کی ماں

ہندہ بھی تھی اور مردوں میں یہ عبداللہ ابن ابی سرح بھی تھا۔ اس نے ڈر کر عثمان کی پناہ حاصل کر لی جبکہ پیغمبر اکرم کا تمام صحابہ کو حکم تھا کہ یہ عبداللہ ابن ابی سرح و دیگر اس کے ساتھی جہاں مل جائیں قتل کر دیئے جائیں۔ پھر جب فتح کے بعد اہل مکہ پیغمبر اکرم کی بیعت کر رہے تھے تو حضرت عثمان اس عبداللہ کو اپنے ساتھ پیغمبر اکرم کی خدمت میں لے آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ یہ عبداللہ نادم ہے بیعت کیلئے حاضر ہوا ہے اسے معاف کر دیں تین بار یہی کہا پیغمبر اکرم خاموش رہے پھر کہا یا رسول اللہ یہ میرا رضاعی بھائی ہے اسے معاف کر دیں تب آپ نے اسے چھوڑ دیا اور اس کے جانے کے بعد آپ نے وہاں موجود صحابہ سے فرمایا کہ تم میں سے کوئی ایسا جری نہیں تھا کہ جب میں نے انکار کیا تھا تو اٹھ کر اسے قتل کر دیتا۔ تو صحابہ نے کہا یا رسول اللہ اگر آپ کی یہ خواہش تھی تو اس کے قتل کا اشارہ کر دیتے۔ آپ نے فرمایا پیغمبر کیلئے مناسب نہیں ہے کہ آنکھوں کا اشارہ کرے۔ مدارج النبوۃ ۲؎

اور بقول مواہب اللدنیہ عبداللہ ابن ابی سرح ان چار افراد میں شامل تھا جن کے لئے پیغمبر اکرم نے فرمایا تھا کہ یہ چار ایسے ہیں کہ جن کو میں امان نہیں دوں گا نہ حرم میں نہ ہی حل میں ۳؎

تفسیر و تاویل

وما یعلم تاویله الا الله والراسخون فی العلم ⑦ العمران

" اور قرآن کی تاویل کوئی نہیں جانتا سوائے اللہ کے اور راسخون فی العلم کے "

حضرت علیؑ کا ارشاد گرامی ہے کہ " ما من آیة الا و علمنی تاویلها جو بھی آیت نازل ہوئی پیغمبر اکرمؐ نے اسکی تاویل مجھے تعلیم کر دی "۔

اور پیغمبر اکرمؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا کہ " انک تقاتل علی تاویل القرآن کما قاتلت علی تنزیله ۔ " تم قرآن کی تاویل پر اسی طرح قتال کرو گے کہ جس طرح میں نے قرآن کے نزول پر قتال کیا ہے "۔

اور عبدالرحمن ابن بشیر راوی کہتا ہے کہ ہم لوگ پیغمبر اکرمؐ کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپ نے فرمایا " لیضربنکم رجل علی تاویل القرآن کما ضربتکم علی تنزیله فقال ابوبکر انا هو قال لا قال عمر انا هو قال لا ولکن خاصف النعل ۔ وکان علی یخصف نعل رسول الله ۔ (اصابه) استیعاب ۔ اسد الغابہ ۔ کنز العمال " عنقریب ایک شخص تاویل قرآن پر تمہیں مار مارے گا جس طرح کہ میں نے قرآن کے نزول پر تمہیں مار ماری ہے ۔ حضرت ابوبکر نے کہا کیا وہ میں ہوں پیغمبرؐ نے فرمایا نہیں ۔ تو حضرت عمر نے کہا کیا وہ میں ہوں ۔ پیغمبرؐ نے فرمایا نہیں بلکہ وہ جوتا مرمت کرنیوالا ہے ۔ اس وقت حضرت علیؑ پیغمبر اکرمؐ کا جوتا مرمت کر رہے تھے "۔

تفسیر ۔ " فسر " کا مصدر ہے جس کے معنی روشن و واضح اور آشکارا کرنا ۔ اور کلام میں مشکل الفاظ کی مراد و مفہوم کو ظاہر و معلوم کرنا ۔ یعنی آیات کے نزول اور ان سے خدا کی مراد کا علم علم تفسیر ہے "۔

تاویل ۔ یہ بھی " اول " کا مصدر ہے کہ جسکے معنی کسی لفظ و کلام کے ظاہری معنی سے انحراف کرتے ہوئے پوشیدہ معنی کا کشف کرنا جیسے " وجه الله " اللہ کا چہرہ " ید الله " اللہ کا ہاتھ وغیرہ ۔

خدا کی ذات چونکہ جسم و لوازمات جسم سے پاک ہے لہذا اُس کے لئے چہرہ یا ہاتھ وغیرہ ناممکن ہے ۔ اس لئے یہاں ظاہری معنی مراد نہیں لئے جائیں گے بلکہ توحید کی مناسبت کے لحاظ سے معنی مراد لئے جائیں گے یہ تاویل ہے ۔

جناب عبداللہ ابن عباس کہتے ہیں کہ تفسیر قرآن کی چار صورتیں ہیں ۔ ① الفاظ کے معانی جاننا و بیان کرنا کہ جو ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ جیسے توحید و رسالت اور وجوب صوم و صلاة وغیرہ کی آیات کے ظاہری معانی اور اوامر و نواہی ۔

② لغوی معنی ۔ یعنی اہل زبان کے محاورے اور مراد و انداز کے لحاظ سے معنی اور مفہوم کا جاننا جیسے حرمة غنا کے لئے ہے کہ " وتضحکون ولا تبکون وانتم سامدون (نجم) اور تم ہنستے ہو اور روتے نہیں کہ تم اسقدر غافل ہو " اہل زبان کے لحاظ سے " سامدون " کے معنی غنا کے ہیں کہ جو بنی حمیر کسی قبیلے کی لغت میں ہے اور یہ " تضحکون ولا تبکون " سے بھی واضح ہے کیونکہ غنا میں طرب و حزن ہے ۔

③ الفاظ سے باطنی معنی و مفہوم اور پوشیدہ حقائق کا انکشاف اور مسائل فرعیہ کا استنباط کرنا یہ تاویل کی قسم ہے جسے راسخون فی العلم جانتے ہیں ۔ حضرت عمر کے زمانے میں قدامہ صحابی نے شراب پی تو حضرت عمر نے جب اس پر حد جاری کرنا چاہی تو اس نے اس آیت سے جہاد کیا کہ

" لیس علی الذین آمنوا۔ الخ جو لوگ ایمان لے آئے اور اچھے اچھے کام کئے تو اُن پر جو کچھ کھا (پی) چکے ہیں اس میں کوئی گناہ نہیں ۔ الخ .... " یہ سنکر حضرت عمر متحیر ہوتے تو انکو دیکھ کر حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اس آیت میں یہ مفہوم پوشیدہ ہے کہ " جو خدا پر ایمان لا کر اعمال صالح بجالیتے ہیں تو وہ خدا کے کسی حرام کو حلال قرار نہیں دیتے ۔ اور شراب خمر عمل صالح کے منافی ہے "۔ الفاظ کے ظاہری و واضح معانی خود لفظ و لغت سے جاننا ہر ایک کے لئے ہے کہ جس کے لئے حکم قرآنی ہے افلا یتدبرون القرآن .... لیکن قرآن حکیم کی گہرائیوں تک رسائی اور تاویل کا جاننا صرف راسخون فی العلم کے لئے مخصوص ہے ۔ پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد گرامی ہے کہ " ان القرآن ذلول ذو وجوہ فاحملوہ علی احسن الوجوہ ۔" بیشک قرآن نرم کلام و کئی وجوہ کا حامل ہے تو احسن وجوہ پر اُسے محمول کرو ۔

اور امام زین العابدینؑ کا فرمان ہے کہ " آیات القرآن خزائن کلما فتحت خزائنہ ینبغی لک ان تنظر مافیھا "۔ یہ قرآنی آیات (حقائق و معارف کے) خزینے ہیں جب تم اِسکے خزائن کو کھولو تو چاہیئے کہ جو اسمیں ہے اُسے بغور دیکھو "

اور امام موسیٰ کاظمؑ کا ارشاد ہے کہ " اذا جاءک الحدیثان فقسھما علی کتاب اللہ وعلی احادیثنا فان اشبھما فھو حق وان لم یشبھما فھو باطل ۔ جب تمہارے پاس دو حدیثیں آئیں تو دونوں کتاب الہیٰ کے سامنے پیش کرو ، اور ہماری دیگر احادیث کے سامنے پیش کرو اگر اس کے مشابہ ہے تو حق ہے اور اگر ان دونوں کے مشابہ نہیں تو باطل ہے "۔

اور امام علی رضاؑ کا ارشاد ہے کہ " من ردّ متشابہ القرآن الی محکمہ ھدیٰ الی صراط مستقیم ۔ تو جس نے قرآن کے متشابہات کو اسکے محکم کی طرف لوٹایا تو اس نے صراط مستقیم کی طرف ہدایت پائی "

(۴) تنزیل میں تاویل :- جو آیات حلال و حرام کی وضاحت کے ساتھ نازل ہوئیں انمیں تاویل نہیں ہے ۔ جیسے حرمت علیکم امھاتکم تم پر تمہاری مائیں حرام ہیں ۔ وغیرہ وغیرہ ۔ لیکن جہاں حکم غیر واضح ہوا اور تشریح طلب ہو وہاں تاویل مع التنزیل ہے جیسے " اولی الامر منکم " کہ اولی الامر کون ہے اور اسکی صفات کیا ہیں اور اسی طرح " صلوا علیہ " الخ پیغمبر اکرمؐ پر کسطرح درود و سلام بھیجا جائے ۔ اور اسی طرح نماز کی ترکیب و زکوٰۃ کی تفصیل اور " کونوا مع الصادقین " میں " صادقین " کی وضاحت وغیرہ ۔

نزول آیت سے قبل تاویل :- زمانہ رسولؐ میں بعض دفعہ ایسے امور صادر ہوئے کہ جن کے لئے اس وقت تک کوئی حکم نازل نہیں ہوا تھا بلکہ ان امور کے صدور کے بعد حکم و آیت قرآنی کا نزول ہوا ۔ جیسے بیوی کو ظہار کرنیکا واقعہ ہوا اور اس کے بعد اس کے لئے حکم و آیت کا نزول ہوا اور پیغمبر اکرمؐ نے اسکی تفصیل و تاویل بیان کی اور بعض آیات کی تاویل نزول کے وقت و مدت گزرنے کے بعد ظاہر ہوئی ۔ اور چونکہ یہ صحیفہ سماوی قیامت تک کیلئے کتاب ہدایت ہے لہٰذا ہر دور میں اسکی آیات کے مطالب و حقائق آشکارا ہوتے رہیں گے اس صحیفہ میں محکم و مجمل اور عام و خاص اور مطلق و مقید اور متشابہ آیات ہیں ۔

(۱) __ **محکم** :- جس کا ظاہر اس کے معنی و مراد کے مطابق ہو یعنی اُس کے ظاہر سے اُسکے معنی واضح ہوں گے وہ محکم ہے جیسے قل ھو اللہ احد ۔ اور لا تقربوا مال الیتیم ۔

(۲) __ **مجمل** :- ظاہر آیت سے اسکی مراد کی وضاحت و علم نہ ہو جیسے " اقیموا الصلوٰۃ " اور " واتوا الزکوٰۃ " نماز روزہ کی تفصیل آیات سے نہیں سمجھی جاسکتی بلکہ حدیث سے وضاحت ہوتی ہے ۔

③ **لفظ**:۔ دو یا زیادہ معنی میں مشترک ہو اور ہر معنی کا احتمال ہو اور کوئی دلیل مانع نہ ہو تو اس سے خدا کی مراد سوائے معصوم کے نہیں معلوم کیجا سکتی۔ یہ بھی مجمل کے مفہوم میں شامل ہے۔ جیسے "ثلثہ قروء" "قروء" کا حیض پر اور حیض سے پاک ہونے یعنی طہر کے ایام دونوں پر اصل وضع کے ساتھ مساوی صادق آتا ہے جبکہ دونوں ضد ہیں۔

④ **متشابہہ**:۔ وہ ہے کہ جسکا مفہوم و مراد بغیر دلیل کے ظاہر الفاظ سے معلوم نہ ہو سکے جبکہ الفاظ کئی معانی میں مشترک ہوں جس سے اسکی مراد متشبہ ہو جیسے " مافرطت فی .... جنب اللہ ....

.... فثم وجہ اللہ .... وجاء ربک ....

⑤ **مطلق**:۔ مطلق وہ جو بغیر وحدۃ وکثرۃ کی قید کے شے کی حقیقت وحیثیت پر دلالت کرتی ہے اور وہ لفظ و معنی کے لحاظ سے عام ہے جیسے غلام، مرد، مطلق وعام معنی میں کہاجائے۔ عام کا بھی یہی مفہوم ہے۔

⑥ **مقید**:۔ جس میں شرط ہو کوئی قید ہو۔ جیسے " من قتل مومناً "
مومن کو خطاً قتل کرنے پر رقبہ (غلام کا آزاد کرنا ہے اور غلام میں عمومیت ہے جو مومن و مومنہ کی شرط کے ساتھ مقید مشروط ہے کا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ " جو کتاب خدا سے ناسخ کو منسوخ سے اور عام کو خاص سے اور محکم کو متشابہ سے اور رخصت کو عزیمت سے اور مکی کو مدنی سے اور اسباب تنزیل کو اور قرآن کے مبہم کو کہ جو اس کے منقطعہ و مولفہ الفاظ میں ہے

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا " یقیناً خدا نے اپنی کتاب میں ہماری اطاعت کو فرض قرار دیا ہے کہ جس کی جہلاء وسعت وقدرت نہیں رکھتے۔ اور ہمارے لئے خالص مال اور مال انفال ہے اور ہمارے لئے قرآن کی عظمتیں ہیں۔ میں تمہیں یہ نہیں کہتا کہ ہم عالم الغیب ہیں بلکہ ہم کتاب خدا کے عالم ہیں اور کتاب خدا تمام اشیاء پر محیط ہے یقیناً اللہ نے ہمیں وہ علم عطا کیا ہے کہ جو خدا کے اور ہمارے علاوہ کوئی نہیں جانتا اور خدا نے اپنے فرشتوں و اپنے رسولوں کو بھی جو علم عطا کیا ہے (محمدؐ و آل محمدؐ) وہ سب جانتے ہیں۔

امام جعفر صادقؑ کا یہ بھی فرمان ہے کہ " یقیناً ہم اہل بیت میں ہمیشہ خدا ایک ایسا شخص پیدا کرتا رہے گا کہ جو اول سے آخر تک کتاب الہٰی کا عالم ہوگا۔ اور یقیناً ہمارے پاس خدا کا حلال و حرام ہے اور جس کے چھپانے کی وسعت نہ ہو تو ہم اسے کسی سے بیان نہیں کرتے۔"

ایک شخص نے قرآن کے ظاہر و باطن کے متعلق سوال کیا تو حضرت باقرؑ نے فرمایا قرآن کا باطن تاویل اور آیت کا ظاہر تنزیل ہے۔ اور بعض تاویلات گزر چکی ہیں اور بعض تاویلات ابھی واقع و ظاہر نہیں ہوئیں ابھی ان کا وقت نہیں جب ان کا وقت آئیگا تو ان کی تاویلات ظاہر ہونگی اور قرآن کی تاویلات شمس و قمر کے طلوع کی مانند ہیں کہ جو مسلسل طلوع ہوتے رہتے ہیں تو قرآن کی تاویلات ہر روز جاری و واقع ہوتی رہتی ہیں جس قدر تاویلات واقع و ظاہر ہوتی ہیں لیکن ابھی ان کی تاویلات قیامت تک کے لئے باقی ہیں اے فضیل بخدا قرآن کی تاویلات راسخون فی العلم جو ہم ہیں ان کے بغیر کوئی نہیں جانتا۔ (عیاشی)

حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ یقیناً خدا نے محمدؐ کو مبعوث برسالت کیا تو آپ پر نبوت کو ختم کر دیا تو آپ کے بعد کسی طرح کا کوئی نبی نہیں ہے اور آپؐ پر خدا نے وہ کتاب نازل کی جو تمام کتب کی ناسخ ہے۔ اب اس کے بعد کوئی کتاب (شریعت)

نہیں ہے اس کتاب میں خدا نے جو کچھ حلال کیا اور بعض کو حرام قرار دیا ہے تو اس کا حلال روزِ قیامت تک حلال ہے اور اس کا حرام روزِ قیامت تک حرام ہے۔ اسمیں تمہاری شریعت ہے اور تم سے پہلے کی خبریں ہیں اور تمہارے بعد کی خبریں ہیں اور اس کتاب کو پیغمبر اکرمؐ نے اپنے اوصیاء میں علم باقی قرار دیا ہے کہ جن کو لوگوں نے چھوڑ دیا وہی اوصیاء تمام اہل زمانہ پر گواہ ہیں کہ جن سے لوگوں نے رخ موڑا اور ان کو قتل و شہید کیا اور ان کے غیر کی پیروی کی اور ان غیروں کی خالص اطاعت کی یہاں تک کہ جس نے بھی ان صاحبانِ امر کی ولایت و محبت کو ظاہر کیا اور ان کے علوم کو طلب کیا ان سے لوگوں نے عداوت کی خدا کا ارشاد ہے فَنَسُوا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوا بِهِ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلَىٰ خَائِنَةٍ مِّنْهُمْ۔

اور یہ اس لئے ہوا کہ انہوں نے قرآن کے بعض حصے کو بعض سے ملایا اور انہوں نے منسوخ سے دلیل قائم کی کہ جسے وہ خیال کرتے تھے کہ وہ ناسخ ہے اور انہوں نے متشابہ سے دلیل قائم کی کہ جسے وہ خیال کرتے تھے کہ وہ محکم ہے اور انہوں نے خاص حکم سے دلیل قائم کی جبکہ اُسے وہ عام سمجھنے لگے اور انہوں نے آیت کے اوّل سے دلیل قائم کی اور اسکی تاویل میں سبب کو چھوڑ دیا، اور انہوں نے نہ ہی کلام کے آغاز کو دیکھا اور نہ ہی کلام کے اختتام کو دیکھا اور نہ ہی انہوں نے کلام کے محل و مقام کو دیکھا اور نہ ہی مصادر کو دیکھا یہ اس لئے کہ انہوں نے قرآن کے اہل سے علم تفسیر حاصل نہیں کیا تو وہ خود بھی گمراہ ہوتے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا تم جان لو کہ خدا تم پر رحم کرے کہ جس نے کتاب خدا سے ناسخ کو منسوخ سے اور خاص کو عام سے اور محکم کو متشابہ سے اور رخصت کو عزائم سے اور مکی و مدنی کو اور نزول کے اسباب کو اور قرآن کے جدا اور ملے ہوئے الفاظ سے اس کو نہیں جانا۔ اور علم و قضاء و قدر کو اور تقدیم و تاخیر کو اور مُبین و عمیق کو اور ظاہر و باطن کو نہیں جانتا اور جو ابتدا کو انتہا سے اور سوال و جواب کو اور قطع کو وصل سے اور مستثنیٰ منہ کو نہیں جانتا۔ اور جو جار کو اور ماقبل کی صفت کو کہ جو مابعد پر دال ہے اسکو اور مؤکد منہ کو اور مفصل کو اور اسکے عزائم کو اور رخصت کو اور فرائض کے مقامات اور ان کے احکام کو اور حلال و حرام کے معانی کو نہیں جانتا کہ جس میں ملحدین ہلاک ہوئے اور الفاظ سے وصل کو ماقبل پر اور مابعد پر محمول ہونے کو نہیں جانتا تو وہ تفسیر کا عالم نہیں ہے! اور نہ ہی وہ اہل قرآن سے ہے اور جب کوئی ان تمام اقسام کی معرفت کئے بغیر اور بغیر دلیل عالم قرآن ہونے کا دعویٰ کرے تو وہ کاذب مرتاب اور خدا و رسول پر افترا کرنے والا ہے اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔" (صافی)

قرآن و فرقان میں فرق:۔ عبد اللہ سنان نے قرآن و فرقان کے معنی کا فرق معلوم کیا تو حضرت صادقؑ نے فرمایا کہ قرآن تمام کتاب اور تمام حوادث ہیں کہ جو بعد کو واقع ہوں گے اور فرقان وہ ہے کہ جس کے ساتھ عمل کیا جاتا ہے اور قرآن کے ہر حکم کا نام فرقان ہے۔" عیاشی

ابو بصیر راوی کہ حضرت صادقؑ نے فرمایا قرآن میں محکمات و متشابہات میں محکمات پر ایمان لانا چاہیئے اور اُن پر عمل کرنا چاہیئے اور متشابہات پر ایمان لانا چاہیئے لیکن اس کا مقصود و مطلوب امام کی طرف سے بتائے بغیر اس پر عمل نہیں کرنا چاہیئے۔
"عیاشی"

حضرت صادقؑ نے فرمایا خدا نے ہر چیز کا بیان قرآن میں نازل کیا ہے اور لوگ جس جس چیز کے محتاج ہیں اس کا بیان ہے اور کوئی چیز ترک نہیں کی گئی لہذا یہ نہیں کہنا چاہیئے کہ کسی معین موضوع پر قرآن میں ذکر نہیں ہے۔ "کافی"

ترتیل قرآن —— ورتّل القرآن ترتیلا

ترتیل ۔ الفاظ و کلمات کا منہ سے بآسانی واستقامۃ سے ادا کرنا یعنی حروف کا مخارج کے ساتھ بآسانی ادا کرنا کہ کوئی حرف پوشیدہ نہ رہنے پائے ہر حرف واضح و صحیح تلفظ و مخارج کے ساتھ ادا ہو اور کوئی حرف دوسرے حرف سے مشتبہ اور ملنے نہ پائے ۔ اسطرح حروف و الفاظ تسبیح کے دانوں کیطرح متصل ہوتے ہوئے جدا جدا ادا ہوں گے۔ چنانچہ امام جعفر صادقؑ نے ترتیل کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ " هو ان تتمکث فیه وتحسن به صوتك . و یکره ان یقرأ قل هو الله احد فی نفس واحد " ۔ ترتیل یہ ہے کہ اسمیں ٹھہر ٹھہر کر پڑھو اور تلاوت کے ساتھ اپنی آواز کو حسین رکھو اور یہ مکروہ ہے کہ قل هو الله احد (سورہ) کو ایک ہی سانس میں پڑھا جائے ۔"

اور امیر المومنینؑ کا ارشاد ہے کہ " بینه تبیاناً ولا تهذه هذ الشعر ولا تنثره نثر الرمل ولکن اقرعوا به قلوبکم القاسیة ولا یکن هم احدکم آخر السورة ۔ " الفاظ قرآنی کو صحیح و واضح طور پر پڑھو اور اشعار کیطرح نہ ہی بہت تیزی سے اور نہ ہی بہت آہستہ اور نہ ہی ریت کے ذرات کی طرح منتشر کرو بلکہ اپنے سخت دلوں کو اس سے خوفزدہ کرو اور سورہ کے آخر تک پہنچنے کی فکر نہ کرو (بلکہ افادیت پر نگاہ رکھو) نور الثقلین ۔

اور پیغمبر اکرم کا ارشاد ہے کہ " حسنوا القرآن باصواتکم فان الصوت الحسن یزید القرآن حسناً " تلاوت قرآن کو اپنی آوازوں کے ساتھ زینت دو کیونکہ حسین آواز سے (تلاوت) قرآن کے حسن میں اضافہ ہوتا ہے ۔"

اور امام جعفر صادق کا ارشاد ہے کہ " اقرؤا القرآن بالحان العرب وایاکم لحون اهل الفسق واهل الکبائر " قرآن کی تلاوت عربوں کے لحن میں کیا کرو اور فساق و اہل کبائر کے لحن سے پرہیز کرو ۔ یعنی گانے بجانے والے و دیگر لہو و لعب کے انداز سے پرہیز کرو ۔"

قرآن حکیم وہ کلام ربانی ہے کہ جسمیں جہاں خدا اپنے بندوں سے ہمکلام ہوتا ہے وہاں عبد بھی اپنے معبود سے ہمکلامی کا شرف حاصل کرتا ہے ۔ لہذا اس تصور سے جب اس کلام ربانی کی تلاوت کی جائے تو خوف و خشیت کے ساتھ اپنی کوتاہیوں پر حزن و غم بھی لاحق ہوگا تو پھر سنبھل سنبھل کر بہت احتیاط سے تلاوت ہوگی لہذا جہاں رحمت کی آیت آئے وہاں خدا سے رحمت کی طلب کی دعا اور جہاں عذاب کی آیت آئے تو وہاں عذاب الٰہی سے بچنے کی خدا سے دعا ہو اسی بنا پر کلام ربانی کی نہ ہی بہت سست رفتاری سے اور نہ ہی بہت تیز رفتاری سے تلاوت کی جائے اور اسی بنا پر معصومین نے خصوصاً ماہ رمضان کی عظمت و شرف کی بنا پر اس میں تین روز میں قرآن ختم کرنے کی اجازت دی ہے

اس سے کم وقت کو بہتر قرار نہیں دیا ہے۔

ابو بصیر نے امام جعفر صادق سے دریافت کیا فرزند رسول کیا میں ماہ رمضان کی ایک رات میں قرآن ختم کیا کروں تو آپ نے فرمایا نہیں۔ اس نے عرض کیا کیا دو راتوں میں۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ اس نے عرض کیا تو کیا تین راتوں میں ختم کروں۔ تو فرمایا ہاں۔ پھر آپ نے ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اے ابو محمد یقیناً ماہ رمضان کیلئے حق و حرمت ہے دوسرا کوئی مہینہ اسکی حرمت کی مانند نہیں ہے پیغمبر اکرم کے صحابہ ایک ماہ یا اس سے کم وقت میں قرآن ختم کیا کرتے تھے۔ قرآن کو جلد بازی سے نہ پڑھا جائے بلکہ ترتیل سے پڑھا جائے اور جب ایسی آیت کے پاس سے گزرو کہ جسمیں جنت کا ذکر ہے تو وہاں ٹھہر جاؤ اور اللہ سے جنت کا سوال کرو اور جب ایسی آیت کے پاس سے گزرو کہ جسمیں دوزخ کا ذکر ہو تو وہاں ٹھہر کر دوزخ سے خدا کی پناہ طلب کرو۔"

قرآن حکیم معجزہ ہے اور اسکے علماء ربانی بھی صاحب اعجاز و خود مقام اعجاز پر فائز ہیں اور ان دونوں کا فرمان نبوی کے مطابق چولی دامن کا ساتھ ہے اور انہیں کسی حیثیت سے جدائی ناممکن ہے۔ لہذا علماء ربانی نے مقام امامت و ولایت کے اقتدار و اعجاز کو واضح کرنے کیلئے جہاں قوانین فطرت کو بدل کر شان اعجازی کو ظاہر کیا وہاں قرآن ناطق نے ایک رکاب میں پاؤں رکھتے وقت قرآن کو شروع کر کے اور دوسری رکاب تک پاؤں پہنچنے تک اسے ختم کر کے امامت و ولایت کے اقتدار اور دونوں کے آپس کے گہرے تعلق کو واضح کیا۔ چنانچہ علامہ جامی لکھتے ہیں کہ حضرت علی اپنی سواری پر سوار ہوتے وقت ایک رکاب میں پاؤں رکھتے تو قرآن شروع کیا کرتے اور جب دوسری رکاب میں پاؤں داخل کرتے تو قرآن ختم کر دیا کرتے۔ شواہد النبوۃ۔ آج کے دور میں انسان نے مادہ کائنات پر اپنی بساط بھر اقتدار حاصل کر کے انبیاء و ائمہ کے معجزات کو ثابت کر کے اسکا سمجھنا آسان کر دیا ہے اور اب ان معجزات کی تاویل کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔

محمد و آل محمد وہ انوار مقدسہ ہیں کہ جنکو خلاق عالم نے تمام کائنات سے پہلے خلق کیا اور جن کے انوار مقدسہ سے خدا نے کائنات کو وجود عطا کیا اور جسکی تصدیق آج کی تحقیقات نے بھی کر دی ہے لہذا ان ذوات مقدسہ کو نور مجازی کہنا قرآن و حدیث کی تفسیر بالرائے کرتے ہوئے تکذیب کرنا ہے اور موجودہ انسانی ترقی و انکشافات سے جہالت کا ثبوت فراہم کرنا ہے۔ ان انوار مقدسہ یعنی محمد و آل محمد کا لباس بشریت میں آنا ہی اعجاز ہے۔ آج یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ اس کائنات کی اصل و بقاء نور ہی کی مرہون منت ہے۔ اور نور و روشنی کی رفتار ایک سیکنڈ میں ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل ہے یعنی اگر ایک ہی سطر میں مسلسل ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل تک کوئی تحریر لکھی جائے اور پھر ابتداء سے اسمیں روشنی کو داخل کیا جائے تو وہ روشنی ایک سیکنڈ میں اس ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل کی طویل لائن میں لکھے ہوئے تمام حروف سے گزر جائے گی۔ یعنی وہ ایک سیکنڈ میں ان تمام حروف کو پڑھ لے گی اسی طرح

اسی طرح اگر قرآن حکیم کو ایک ہی طویل سطر میں لکھا جائے تو وہ سطر چند سو فٹ سے زیادہ نہیں ہوگی کہاں چند سو فٹ طویل سطر اور کہاں ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل کی طویل لائٹ وسطر۔

لہذا جب اس جزوی و معمولی نور کی یہ رفتار ہے تو جن کے انوار سے کائنات کی تخلیق ہوئی اور وہ ولی الہی کہ جو نور اول کا جزو ہے اس کے پڑھنے کی رفتار کسقدر تیز ہو سکتی ہے تو ان کے لئے تو یہ بات بہت معمولی ہے کہ وہ سواری پر سوار ہونے کیلئے رکاب میں پاؤں رکھتے وقت قرآن کو شروع کریں اور دوسری رکاب میں دوسرا پاؤں پہنچنے تک قرآن کو ختم کر دیں۔

اسطرح صرف عقل انسانی کو امامت و ولایت کے اقتدار کا دکھانا مقصود تھا۔ اسکے علاوہ آج کی ایک اہم انقلابی ایجاد کمپیوٹر نے انسان کی بہت سی مشکلات کو آسان کر دیا ہے۔ اسمیں جسقدر ہزاروں لاکھوں الفاظ بھر دیئے جائیں اور جب کبھی کسی چیز کی معلومات کیلئے اسکا بٹن دبایا جائے تو وہ ان ہزاروں لاکھوں الفاظ کو ایک سکنڈ کے دسویں حصے میں پڑھ کر آپکے مطلوب تک رہنمائی کر دیگا۔

عبرت کا مقام ہے کہ مخلوق کا یعنی یہود و نصاریٰ کا بنایا ہوا یہ ذہن اسقدر تیز رفتار ہو سکتا ہے تو خلاق عالم کی تخلیق کا عظیم شاہکار اسکا ولی و حجۃ کے ذہن و زبان کی سرعت رفتار پر یقین کیوں نہیں آتا جبکہ خود خلاق عالم کا ارشاد ہے کہ کل شیئ۔ الخ ہم نے کائنات کی تمام اشیاء کو گن گن کر وجود امام میں رکھدیا ہے۔" یہی وجہ ہے کہ جب کوئی مشکل مسئلہ و بات امیر المومنین سے دریافت کیگئی تو آپ نے فوراً جواب دیدیا تو سائل نے عرض کیا کہ آپ بغیر سوچے ہر مشکل مسئلے کا جواب کیسے دیدیتے ہیں۔ تو آپ نے اس سے کہا کہ بتاؤ تمہارے ہاتھ کی کتنی انگلیاں ہیں اس نے کہا پانچ ہیں۔ آپ نے فرمایا بغیر سوچے جلدی کیوں بتا دیا۔ عرض کیا یہ ہر وقت میری نگاہوں کے سامنے رہتی ہیں۔ آپ نے فرمایا تو اسی طرح (کائنات کی) تمام چیزیں بھی میری نگاہوں کے سامنے رہتی ہیں۔ الخ

جمع و تدوین

انا نحن نزلنا الذکر وانا له لحافظون ○ الحجر

"یقیناً ہم ہی نے قرآن نازل کیا اور یقیناً ہم ہی اسکی حفاظت کرنیوالے ہیں۔"

انّ علینا جمعه وقرآنه فاذا قرأناه فاتبع قرآنه ثمّ انّ علینا بیانه ○ القیمه

"یقیناً قرآن کا جمع کرنا اور اسکا پڑھا دینا ہمارے ذمے ہے اور جب ہم اسے پڑھا دیں تو پھر تم اسی طرح پڑھا کرو یقیناً اسکا بیان و وضاحت بھی ہمارے ذمے ہے۔"

قرآن حکیم بعثت رسالت سے یعنی نزول کے آغاز سے وفات رسول تک تنزیل و تکمیل کی منازل سے گزرنے کے بعد اور پھر وفات رسول سے لیکر آج تک مسلسل تواتر کے ساتھ بحفاظت منتقل ہوتا رہا ہے۔ اور آج کرہ ارض پر لاکھوں حفاظ قرآن اسکی حفاظت کی گواہی کے لئے کافی ہیں نہ ہی کسی الہامی کتاب کے اسقدر حفاظ ہیں اور نہ ہی اسکی کثرت تلاوت کیطرح کسی الہامی کتاب کی تلاوت ہوتی ہے چنانچہ دنیا کے کسی ملک کا طبع شدہ قرآن ہو اسمیں کہیں زیر وزبر یا جزم تک کا فرق نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ اسلام سے قبل کسی الہامی کتاب کی حفاظت کی ذمہ داری خلاق عالم نے نہیں لی ہے کیونکہ انکی تعلیمات وپیغام محدود وقت ومحدود اقوام کیلئے تھا لہذا قیامت تک انکی حفاظت کی ضرورت نہیں تھی۔ لیکن قرآن حکیم وہ آخری صحیفہ ھدایت ہے کہ جو قیامت تک عالمین کیلئے کتاب ھدایت یعنی دنیاء علم وعقل کیلئے نسخہ کیمیا ہے۔ اس لئے اس صحیفہ ربانی کی قیامت تک کیلئے حفاظت کی ضرورت تھی۔ اسی بنا پر اس صحیفہ یزدانی کی حفاظت اور جمع وبیان تک کی ذمہ داری خود خلاق عالم نے لی ہے۔ اور مذکورہ آیات میں حفاظت کے اعلان کے ساتھ قرأۃ قرآن وجمع قرآن اور بیان قرآن تک کی ذمہ داری کا اعلان کیا گیا ہے۔ تو کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ خداوند عالم قرأۃ قرآن کی ذمہ داری لیکر اپنے پیغمبر کو پڑھا دے اور جمع کرنے کی ذمہ داری پیغمبر اکرم کے اصحاب کے ذمے چھوڑ دے جبکہ تینوں باتوں کیلئے مذکورہ آیات میں اپنی ذمہ داری کا واضح اعلان کیا ہے کہ قرآن کی قرأۃ وبیان کیطرح اسکی حفاظت کے بھی ہم ہی ذمہ دار ہیں۔ اسی بنا پر نمائندۂ الٰہی پیغمبر یزدانی نے نزول قرآن کے آغاز ہی سے قرآن کی تعلیم کے ساتھ اسکے جمع وتدوین کیلئے باب مدینۃ العلم وتالیٔ قرآن حضرت علی کو ہر وقت ساتھ رکھا۔ اگرچہ وقتاً فوقتاً اسلام میں داخل ہونے والے عرب آیات قرآنی کو سنکر یاد کیا کرتے تھے اور بعض لکھ لیا کرتے۔ اور لوگوں کے اسلام میں داخل ہونے کے اوقات مختلف ہیں کہ کوئی بعثت کے پہلے سال میں اور کوئی دوسرے

یا تیسرے سال میں اسلام لایا اور کسی نے دسویں یا تیرھویں سال میں کلمہ اسلام پڑھا۔ اور پھر کوئی ہجرت کے بعد مدینے میں پہلی یا دوسری ہجری میں اسلام میں داخل ہوا اور کوئی چھٹی یا ساتویں ہجری میں اسلام لایا اور کوئی فتح مکہ پہنچے اور کوئی فتح مکہ کے بعد اسلام میں داخل ہوا۔ لہذا تمام صحابہ میں کوئی ایسا شخص نہیں کہ جو آغاز اسلام سے لیکر وفات رسول تک حضر و سفر اور گھر میں و باہر ہر وقت پیغمبر اکرم کے ساتھ رہا ہو اس بنا پر خدا و رسول کیطرف سے قرآن کی جمع و تدوین کا وہی اہل ہو سکتا ہے کہ جس نے رسالت کی گود میں آنکھیں کھولیں اور نبوت کے سائے میں تربیت حاصل کی اور جسکا اعلان تھا کہ پیغمبر اکرم کے ساتھ ساتھ رہتے ہوئے اری نور الوحی واشم ریح الرسالہ میں علم و وحی کے نور کو دیکھا کرتا تھا اور رسالت کی خوشبو سونگھا کرتا تھا اور وہ علی ابن ابیطالب کی ذات تھی کہ آپ نے فرمایا تھا کہ فما نزلت علی رسول اللہ آیۃ من القرآن الا اقرانیھا و املاھا علی فکتبتھا بخطی و علمنی تاویلھا و تفسیرھا ناسخھا و منسوخھا و محکمھا و متشابھھا و خاصھا و عامھا ودعا اللہ ان یعطینی فہمھا فما نسیت آیۃ من کتاب اللہ ولا علماً املائہ علیّ و کتبتہ منذ دعا اللہ لی بما دعا و ما ترک شیئاً علمہ اللہ من حلال و حرام ولا امر ولا نھی کان او یکون ولا کتاب منزل علی احد قبلہ من طاعۃ او معصیۃ الا علمنیہ و حفظتہ فلم انس حرفاً واحداً ۔ کافی۔

"پیغمبر اکرم پر جو بھی آیت نازل ہوئی آپ نے مجھے تعلیم کی اور لکھائی تو میں نے اپنے خط میں اسے لکھا اور پیغمبر اکرم نے اسکی تاویل و تفسیر اور ناسخ و منسوخ اور محکم و متشابہ اور خاص و عام سب کی مجھے تعلیم دی اور آپ کی دعا سے مجھے ایسا فہم عطا ہوا کہ میں کتاب الٰہی کی کسی آیت و علم کو فراموش نہ کر سکوں پیغمبر اکرم کے املاء سے میں نے یہ سب لکھا اور پیغمبر اکرم نے میرے لئے دعا کی اور خدا نے پیغمبر اکرم کو حلال و حرام اور امر و نہی اور جو کچھ ہو چکا ہے اور جو ہوگا ان سب کا علم عطا کیا اور جو پہلی کتب ہیں اور جو کچھ طاعت و معصیت کیلئے نازل ہوا وہ سب خدا نے پیغمبر کو تعلیم کیا اور یہ سب پیغمبر اکرم نے مجھے تعلیم کر دیا اور میں نے اُسے محفوظ کر لیا اور کسی ایک حرف کو بھی فراموش نہیں کیا"۔

اور دوسری جگہ امیر المومنین کا ارشاد گرامی ہے کہ " واللہ ما نزلت آیۃ الا وقد علمت فیما نزلت واین نزلت ابلیل ام بنھار نزلت فی سھل او جبل ان ربی وھب لی قلباً عقولاً ولساناً سؤلاً۔ حلیۃ الاولیاء ابو نعیم۔ بخدا جو بھی آیت نازل ہوئی میں جانتا ہوں کہ کس کے بارے میں نازل ہوئی اور کہاں نازل ہوئی۔ رات میں نازل ہوئی یا دن میں نازل ہوئی۔ ہموار زمین میں نازل ہوئی یا پہاڑ پہ نازل ہوئی بیشک اللہ نے مجھے فہم و فراست والا قلب و دماغ اور پیغمبر سے سوال کرنیوالی زبان عطا

کی ہے"۔۔۔۔ اور پیغمبر اکرم کا ارشاد گرامی ہے کہ ,, القرآن مع علی وعلی مع القرآن ،، قرآن علی کے ساتھ ہے اور علی قرآن کے ساتھ ہیں"۔۔۔۔

ہاں امیر المومنین کے علاوہ صحابہ کرام میں سے بعض حضرات کو محدود مدت کیلئے وقتاً فوقتاً پیغمبر اکرم کے پاس وحی وخطوط کی کتابت کا شرف حاصل ہوا اور یہ بات واضح ہے کہ قرآن حکیم بزمانہ رسول تحریری صورت میں مکمل موجود تھا اور لوگوں کے سینوں میں بھی محفوظ تھا۔۔۔۔ قرآن حکیم کی تلاوت پر کثرۃ ثواب نے اسکی تلاوت وحفظ کیطرف رغبت وشوق میں اضافہ کیا۔ چنانچہ بزمانہ پیغمبر قرآن کے قاریوں وحفاظ کی کثیر تعداد موجود تھی، جیساکہ بئر معونہ کی جنگ میں ستر قاری وحافظ مارے گئے اور پھر وفات رسول کے ایک سال بعد جنگ یمامہ میں بھی اسی قدر حافظ وقاری کام آئے۔

اور قرآن حکیم چونکہ بزمانہ پیغمبر سورتوں کی صورت میں موجود تھا اس لئے خود قرآن حکیم کا دنیا عرب یعنی دنیاء علم وعقل کیلئے ارشاد ہے کہ فاتوا بسورۃ من مثلہ ،، کہ اسکے ایک سورہ کی مانند کوئی سورہ بنالاؤ فاتوا بعشر سور ۔۔۔۔ کہ اسکی دس سورتوں کی مانند کوئی سورتیں بنالاؤ"۔۔۔۔ اور پھر پیغمبر اکرم نے ہر سورۃ کی تلاوت پر علیحٰدہ علیحٰدہ احادیث وثواب کا اعلان کیا جس سے واضح ہے کہ قرآن حکیم بزمانہ پیغمبر مکمل سورتوں کی صورت میں موجود تھا اور پیغمبر اکرم نے جب آخری وقت وصیت لکھوانے کیلئے لکھنے کا سامان طلب کرنے کی فرمائش کی تھی تو اس وقت حضرت عمر نے کہا تھا کہ ,, ہمیں اللہ کی کتاب کافی ہے" تو اس سے بھی واضح ہے کہ قرآن حکیم بزمانہ رسول مکمل موجود ومحفوظ تھا۔ اور پھر پیغمبر اکرم نے مزید وضاحت فرمادی کہ جب اصحاب کو بالمشافہ اور قیامت تک امت کو بالغیب مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ ,, میں تمہارے درمیان دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جارہا ہوں کتاب الٰہی اور اپنی عترت واہل بیت کہ تم جب تک ان دونوں کا دامن تھامے رہوگے ہرگز گمراہ نہیں ہوگے اور یہ دونوں ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر دونوں ساتھ ساتھ میرے پاس وارد ہوں گے"۔۔۔۔

اسکے علاوہ کئی صحابہ نے قرآن حکیم لکھا اور یاد کیا تھا چنانچہ عبداللہ ابن مسعود وابی ابن کعب وغیرہ اسی طرح کئی صحابہ نے پیغمبر اکرم کے سامنے قرآن پڑھکر آپ کو سنایا۔ اور خود پیغمبر اکرم کے پاس قرآن حکیم مختلف اشیاء پر تحریر شدہ موجود تھا چنانچہ آپ نے قرآن کو یکجا کرکے مرتب کرنے کیلئے وصیت فرمائی تھی کہ یا علی قرآن میرے بچھونے کے پیچھے ریشم کے پارچوں پر اور کاغذ ودیگر چیزوں پر لکھا ہوا موجود ہے اسے لیکر یکجا کرو اور اسے ضائع نہ کیا جائے کہ جسطرح یہود نے تورات کو ضائع کردیا۔ تو حضرت علی نے سرخ کپڑے میں لیجاکر مرتب وجمع کرکے اور اس پر مہر ثبت کرکے اپنے پاس رکھا" قمی۔

امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ پیغمبر اکرم کے بعد قرآن و سنت کے سب سے بڑے عالم حضرت علی ہیں آپ ہی قرآن کے جامع اور عالم کامل تھے اور صحابہ کبار مشکل اوقات میں آپ ہی کیطرف رجوع کرتے تھے۔ تو پھر کیا وجہ ہے کہ پیغمبر اکرم کے بعد قرآن حکیم کے دوبارہ سہ بارہ جمع و ترتیب و تدوین کیلئے حضرت علی کیطرف رجوع نہیں کیا گیا اور دیگر کبار صحابہ کو بھی چھوڑ کر ایک نوجوان کو منتخب کیا گیا۔

قرآن حکیم کو جمع کرنے کیلئے صرف آیات و سورتوں کا یکجا کرنا ہی نہیں تھا بلکہ جس ترتیب سے آیات و سورتوں کا نزول ہوا ہے اسی ترتیب سے جمع کرنے کے ساتھ جس موقع و محل کے لحاظ سے نزول ہوا وہ تمام تفصیلات بھی تحریر کرنی ضروری تھیں۔ اور اسکے ساتھ تفسیر و تاویل کی وضاحت بھی ضروری تھی تاکہ امت مسلمہ اختلاف و افتراق کا شکار نہ ہو۔ یہ تمام خصوصیات پیغمبرؐ کے املاء سے حضرت علی کے لکھے ہوئے قرآن میں موجود تھیں۔ امیر المومنینؑ نے سورتوں و آیات کو نزول کے لحاظ سے ترتیب دیکر تفسیر و تاویل اور عام و خاص و محکم متشابہ اور ناسخ و منسوخ کی وضاحت کے ساتھ جنکی مدح یا مذمت میں جو آیت نازل ہوئی تھی اس کا نام تحریر کردیا تھا۔ اگر ایک سے زیادہ افراد کی مدح یا مذمت میں کوئی آیت یا سورہ نازل ہوا تو ان سب کے نام لکھدیئے تھے قرآن حکیم وہی تھا کہ جو صحابہ نے بھی حفظ کیا تھا لیکن چونکہ قرآن کی تفسیر و تاویل میں امت میں افتراق و اختلاف کا خطرہ تھا اس لئے قرآن کی تدوین و جمع کیلئے مذکورہ تمام باتوں کا اندراج ضروری تھا اور امت مسلمہ کا اتفاق ہے کہ پیغمبر اکرم کے بعد قرآن کی تفسیر و تاویل اور سنت نبوی کے سب سے بڑے عالم علی ابن ابیطالب ہیں۔ چنانچہ تاریخ الخلفاء اور ازالۃ الخفاء میں ہے کہ "حضرت علی ہی کی ذات وہ ہے کہ جس نے قرآن کو جمع کرکے پیغمبرؐ کے سامنے ملاحظے کیلئے پیش کیا۔ اور پھر بعد رسول تمام تفاصیل کے ساتھ ترتیب دیا جیسا کہ تفسیر اتقان و سنن ابی داؤد میں ہے کہ "حضرت علیؑ ہی وہ ہیں کہ جنھوں نے وفات رسول کے بعد نزول کی ترتیب سے قرآن کو جمع کیا" ——— اور تفسیر یعقوبی میں ہے کہ ابن عباس کہتے ہیں کہ خدا نے پیغمبر اکرم کیلئے ضمانت لی کہ ان کے بعد علی ابن ابیطالب ہی قرآن کو جمع کریں گے تو علی نے ہی وفات رسول کے بعد قرآن کو جمع کیا"۔

قرآن حکیم کا متن یعنی آیات و سورتوں کی صورت میں مکمل تحریر شدہ پیغمبر اکرم کے پاس موجود تھا کہ جسے نزولی ترتیب اور تمام تفاصیل کے ساتھ مرتب کرنے کا پیغمبر اکرم نے حضرت علی کو حکم دیا۔ چنانچہ وفات رسول کے بعد آپؑ نے نزولی ترتیب دیکر تفسیر و تاویل اور تمام احکام کی وضاحت اور ضروری تفاصیل کے ساتھ مکمل کرکے جب صحابہ کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے یہ کہکر اسے قبول کرنے سے انکار کردیا کہ "اسمیں ہماری فضیحتیں ہیں" تو امیر المومنین نے اسے اپنے پاس محفوظ رکھ لیا اور پھر اپنی ظاہری خلافت و حکومت کے دور میں بھی اسے رائج کرکے امت کو قتل و غارت گری اور افتراق و انتشار سے بچا لیا۔ قرآن حکیم کا متن و عبارت چونکہ امت کے پاس موجود

تھا لیکن اسکی تفسیر و تاویل باب مدینۃ العلم سے لینے کیلئے امت کے افراد تیار نہیں ہوئے تو آپ نے قرآنی حکم کے مطابق جبر نہیں کیا لیکن اتمام حجۃ اور حق کے متلاشی افراد کیلئے تفسیر و تاویل کو بیان کرتے رہے۔

امام محمد باقرؑ کا ارشاد ہے کہ "قرآن ظاہر و باطن یعنی تمام تفسیر و تاویل و نزولی ترتیب کے ساتھ اوصیاءِ پیغمبر کے علاوہ کسی کے پاس نہیں ہے اور اسکا کوئی دعویٰ نہیں کر سکتا" کافی۔ لیکن وفات رسولؐ کے بعد جب قرآن حکیم کے جمع و ترتیب کیلئے کام کیا گیا تو حضرت علیؑ کی طرف رجوع نہیں کیا گیا بلکہ اپنی ذاتی مصالح کی بنا پر آیات و سورتوں کو ترتیب دیا گیا۔ اور کبار صحابہ کو چھوڑ کر ایک جوان صحابی کو منتخب کر کے یہ کام اس کے سپرد کیا گیا۔ چنانچہ بخاری میں ہے کہ:

"زید بن ثابت کہتے ہیں کہ مسیلمہ کذاب سے جنگ یمامہ کے بعد ابو بکر نے مجھے بلا کر کہا کہ یہ عمر میرے پاس آئے اور کہا کہ یمامہ کی جنگ میں سخت نقصان ہوا ہے اور بہت سے مسلمان قاری مارے گئے ہیں اور میں ڈرتا ہوں کہ اگر اسی طرح قاری و حافظ قرآن مارے جاتے رہے تو قرآن کا بہت سا حصہ ان کے ہاتھ سے جاتا رہے گا۔ لہٰذا میری رائے ہے کہ قرآن کو جمع کرنے کا حکم دیا جائے۔ تو میں نے عمر کو جواب دیا کہ ہم وہ کام کیسے کر سکتے ہیں جو رسول خدا نے انجام نہیں دیا۔ تو عمر نے کہا بخدا یہ اچھا کام ہے اسمیں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور عمر برابر اصرار کرتے رہے یہاں تک کہ خدا نے اس کام کیلئے میرے سینے کو کھولدیا اور میری رہنمائی کی اور میں اس کام کو سمجھ گیا اور میری رائے وہی ہو گئی جو عمر کی رائے تھی۔ پس اے زید تم ذی عقل و فہم جوان ہو اور تم پر کسی بات کا الزام بھی نہیں ہے اور رسول خدا کے کاتب بھی رہ چکے ہو لہٰذا تم تلاش و تتبع کر کے قرآن کو جمع کر دو۔ تو زید نے کہا مجھ پر یہ کام بہت شاق گزرا بخدا اگر وہ مجھے پہاڑ اٹھانے کا حکم دیتے تو وہ میرے لئے اس کام سے آسان تھا۔ تو میں نے کہا آپ دونوں وہ کام کیسے کر سکتے ہیں کہ جسے رسولخدا نے انجام نہیں دیا۔ تو ابو بکر نے کہا اسمیں کوئی حرج نہیں یہ کام اچھا ہے۔ مگر مجھے قبول ہوا اور ابو بکر مسلسل مجھے کہتے رہے یہاں تک کہ اس کام کیلئے خدا نے میرا سینہ بھی کھولدیا کہ جس کام کے لئے ابو بکر و عمر کے سینے کو کھولا تھا۔ تو میں نے قرآن کو تلاش و جمع کرنا شروع کیا۔ تو کاغذ کے پرچوں و کھجور کے پتوں اور اونٹ و بکری کے شانوں کی ہڈیوں و پتھروں اور لوگوں کے سینوں سے قرآن کو جمع کیا یہاں تک کہ سورہ توبہ کی دو آیات کو خزیمہ بن ثابت کے علاوہ کسی کے پاس نہیں پایا (لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ ما عنتم۔ الخ) اور قرآن کو جمع کر کے ابو بکر کے سامنے پیش کیا کہ جو انکی وفات تک ان کے پاس رہا اور ان کے بعد عمر کے پاس انکی وفات تک رہا" تاریخ الخلفاء۔ طبقات ابن سعد۔ فتح الباری۔ ترمذی۔ نسائی۔

اور شاہ ولی اللہ ازالۃ الخفاء میں لکھتے ہیں کہ "ابو بکر کے جمع کردہ قرآن کو عمر نے برسوں میں درست کیا وہ اس سلسلہ میں صحابہ کے درمیان مناظرے اور تبادلۂ خیالات کراتے تھے پس کبھی حق ابو بکر کے جمع کردہ قرآن

کے مطابق ہوتا اور کبھی اسکے خلاف ہوتا اور جب موافق ہوتا تو باقی رکھتے اور جب خلاف ہوتا تو رگڑ کر مٹا دیتے اور اسکی جگہ وہ لکھ دیتے کہ جو انکی نظر میں درست ہوتا تھا اور پھر عمر کے بعد ۲۴ھ عثمان خلیفہ بنائے گئے تو ۲۹ھ مطابق ۶۴۹ء میں عثمان نے قرآن کے تمام نسخے جو ابوبکر کے رائج کردہ تھے وہ دیار و امصار سے جمع کرا کے جلوا دیے اور از سر نو قرآن مرتب کرا کے زیر اقتدار ممالک میں بھیجکر رواج دیا۔" الاتقان۔ تاریخ خمیس۔ فیض الباری۔

اور صحابی رسول عبداللہ ابن مسعود کہ جو کوفے میں قیام پذیر تھے ان کے پاس انکا لکھا ہوا قرآن موجود تھا۔ حضرت عثمان نے اپنے عامل کے ذریعے ان سے وہ قرآن طلب کیا تو انھوں نے انکار کر دیا تو حضرت عثمان نے ان کو مدینے طلب کیا تو جب وہ مدینے میں وارد ہوئے اور مسجد نبوی میں داخل ہوئے تو اسوقت حضرت عثمان منبر پر خطبہ دے رہے تھے ابن مسعود کو دیکھکر کہا قد قدمت علیکم دابۃ السوء۔

تمہارے پاس برا جانور وارد ہوا ہے۔" تو ابن مسعود نے بھی سخت جواب دیا۔ حضرت عثمان کے حکم سے ابن مسعود کو ٹانگوں سے گھسیٹا گیا جس کیوجہ سے انکی دو پسلیاں ٹوٹ گئیں اور اسوقت ابن مسعود نے انکو اپنا مصحف نہیں دیا۔ اور اسکے بعد حضرت عثمان سے ناراضگی کی حالت میں مدینے میں انتقال کیا تو انکی وصیت کے مطابق عمار یاسر نے حضرت عثمان کو اطلاع دیئے بغیر غسل و کفن دیکر دفن کر دیا۔ اتفاقاً ایک روز حضرت عثمان کا انکی قبر کے پاس سے گزر ہوا تو اس قبر کے متعلق دریافت کیا۔ جب بتایا کہ ابن مسعود کی قبر ہے تو کہا کہ مجھے اطلاع کئے بغیر انکو کیوں دفن کیا گیا۔ تو کہا گیا کہ عمار یاسر نے دفن کیا ہے جب عمار یاسر سے دریافت کیا گیا تو انہوں نے کہا کہ ابن مسعود کی وصیت تھی کہ آپکو اطلاع نہ دی جائے پھر چند روز کے بعد مقداد کی وفات ہوئی تو انکی وصیت کے مطابق بھی حضرت عثمان کو اطلاع دیئے بغیر عمار یاسر نے ان کو غسل و کفن دے کر دفن کر دیا

طلحہ صحابی نے امیر المومنینؑ سے کہا یا علی رسول خدا کی وفات کے بعد میں نے آپکو مہر شدہ جامے کے ساتھ مسجد میں داخل ہوتا دیکھا اور آپنے کہا لے لوگو میں رسول خدا کے غسل و کفن اور دفن میں اور پھر قرآن کے جمع و ترتیب میں مصروف تھا یہ جمع و مرتب شدہ کتاب الہی میرے پاس موجود ہے ایک حرف بھی کم نہیں ہوا تو یا علی اسوقت آپکے لئے کیا چیز مانع تھی کہ جب عثمان نے اپنے زمانے میں قرآن جمع کیا اور ایک قرأۃ کا حکم دیا اور ابی ابن کعب و عبداللہ ابن مسعود کے قرآن جلا دیئے ۔۔ اس وقت آپنے اپنا جمع و مرتب کیا ہوا قرآن کیوں پیش نہیں کیا ۔۔ تو امیر المومنین نے فرمایا اے طلحہ بیشک خدا نے پیغمبر پر جو کچھ نازل کیا وہ رسول خدا کے املاء اور میری تحریر کے ساتھ میرے پاس موجود ہے اور جو کچھ خدا نے پیغمبر پر نازل کیا اسکی تاویل اور حرام و حلال اور حد و حکم اور ہر وہ چیز کہ قیامت تک امت جسکی محتاج ہوگی وہ سب میرے پاس پیغمبر کے املاء اور میرے خط کے ساتھ

موجود ہے ۔ طلحہ نے کہا کیا ہر چھوٹی و بڑی اور خاص و عام بات اور جو کچھ ہوا ہے اور جو کچھ قیامت تک ہوگا وہ سب آپ کے پاس موجود ہے۔ امیرالمومنین نے فرمایا ہاں وہ سب میرے پاس موجود ہے اور وہ اسکے علاوہ ہے کہ جو رسولخدا نے مرض الموت کے وقت مجھے اسرار تعلیم کئے تھے کہ علم کے ہزار باب کی چابیاں کہ جس کے ہر باب سے ہزار باب کھلتے ہیں اور اے طلحہ اگر رسولخدا کی وفات کے بعد امت میری اطاعت کرتی تو اس امت کو سر سے پاؤں تک سعادت و نیک بختی پہنچتی ۔طلحہ نے کہا یا علی آپ نے عمر و عثمان کے جمع کردہ قرآن کے متعلق جواب نہیں دیا۔

امیرالمومنین نے فرمایا میں نے عمداً جواب نہیں دیا تم بتاؤ کہ ان کا جمع کیا ہوا قرآن پورا ہے ۔طلحہ نے کہا ہاں پورا ہے ۔تو آپ نے فرمایا ہاں اور اس قرآن میں جو کچھ ہے اسے حاصل کروگے تو دوزخ سے نجات پاؤگے اور جنت میں داخل ہوگے کیونکہ اس قرآن میں ہماری حجۃ اور ہمارے حق کا بیان ہے اور ہماری اطاعت کا فرض ہونا درج ہے ۔طلحہ نے کہا جو آپکے پاس جمع شدہ قرآن ہے اس کے متعلق اور اسکی تاویل کے متعلق اور حلال و حرام کے علم کے متعلق بتایئے اور اسے آپ کس کے سپرد کریں گے۔ آپ کے بعد اسکا وارث کون ہے ۔ امیرالمومنین نے فرمایا جسکی طرف رسولخدا نے منتقل کرنے کا حکم دیا ہے کہ میں اپنے وصی کیطرف منتقل کروں کہ جو میرے بعد تمام لوگوں سے افضل و اولی ہے وہ میرا بیٹا حسن ہے اور پھر وہ میرے بیٹے حسین کیطرف اور انکے بعد ایک دوسرے سے منتقل ہوکر آخری امام تک پہنچے گا اور وہ قرآن کے ساتھ حوض کوثر پر رسولخدا کے پاس وارد ہوں گے اور قرآن ان سے اور وہ قرآن سے جدا نہیں ہوں گے ۔"

اور امیرالمومنین کا یہ بھی ارشاد ہے کہ "یہ قرآن وہ معزز کتاب ہے کہ جسے خدا نے فضیلت و بزرگی عطا کی ہے اور اسمیں حق و باطل کی وضاحت اور احکام کی تفصیل و بیان موجود ہے اور اسے باطل کی آمیزش سے محفوظ کیا ہے ۔" فروع کافی ۔ اور آپ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ "کتاب الٰہی تمہارے درمیان موجود ہے کہ جسکی زبان تھکنے والی نہیں ہے اور یہ وہ عمارت ہے کہ جس کے ستون گرنے والے نہیں اور عزت و شرف کا وہ سرمایہ ہے کہ جسکے حامی ہارنے والے نہیں ہیں ۔" نہج ۔

اور تفسیر الاتقان میں ہے کہ امیرالمومنین کے جمع کردہ قرآن میں پہلے سورہ اقراء پھر مدثر پھر ن والقلم پھر مزمل پھر تبت اور پھر تکویر اس طرح پہلے مکی پھر مدنی سورے تھے ۔ اور موجودہ مرتب شدہ مصحف میں بعض مکی آیات کو مدنی سورتوں میں اور بعض مدنی آیات کو مکی سورتوں میں شامل کر دیا گیا ہے۔

مکّی سُورتوں کی نزولی ترتیب

(۱) سورہ اقرا
(۲) سورہ ن والقلم
(۳) سورہ المزمل
(۴) سورہ المدثر
(۵) سورہ الفاتحہ
(۶) سورہ تبت یدا
(۷) سورہ التکویر
(۸) سورہ الاعلیٰ
(۹) سورہ واللیل
(۱۰) سورہ والفجر
(۱۱) سورہ والضحیٰ
(۱۲) سورہ الم نشرح
(۱۳) سورہ والعصر
(۱۴) سورہ والعادیات
(۱۵) سورہ الکوثر
(۱۶) سورہ التکاثر
(۱۷) سورہ الماعون
(۱۸) سورہ الکافرون
(۱۹) سورہ الفیل
(۲۰) سورہ الفلق
(۲۱) سورہ الناس
(۲۲) سورہ الاخلاص
(۲۳) سورہ والنجم
(۲۴) سورہ عبس
(۲۵) سورہ القدر
(۲۶) سورہ والشمس
(۲۷) سورہ البروج
(۲۸) سورہ التین
(۲۹) سورہ القریش
(۳۰) سورہ القارعہ
(۳۱) سورہ القیٰمہ
(۳۲) سورہ الھمزہ
(۳۳) سورہ المرسلات
(۳۴) سورہ ق
(۳۵) سورہ البلد
(۳۶) سورہ الطارق
(۳۷) سورہ القمر
(۳۸) سورہ ص
(۳۹) سورہ الاعراف
(۴۰) سورہ الجن
(۴۱) سورہ یٰسین
(۴۲) سورہ الفرقان
(۴۳) سورہ الفاطر
(۴۴) سورہ مریم
(۴۵) سورہ طٰہٰ
(۴۶) سورہ الواقعہ
(۴۷) سورہ الشعراء
(۴۸) سورہ النمل
(۴۹) سورہ القصص
(۵۰) سورہ بنی اسرائیل
(۵۱) سورہ یونس
(۵۲) سورہ ھود
(۵۳) سورہ یوسف
(۵۴) سورہ الحجر
(۵۵) سورہ الانعام
(۵۶) سورہ الصافات
(۵۷) سورہ لقمان
(۵۸) سورہ السباء
(۵۹) سورہ الزمر
(۶۰) سورہ المومن
(۶۱) سورہ حٰم السجدہ
(۶۲) سورہ الزخرف
(۶۳) سورہ الدخان
(۶۴) سورہ الجاثیہ
(۶۵) سورہ الاحقاف
(۶۶) سورہ الذاریات

(۶۷) سورہ الغاشیہ	(۷۴) سورہ نوح	(۸۱) سورہ النازعات
(۶۸) سورہ الکہف	(۷۵) سورہ الطور	(۸۲) سورہ انفطار
(۶۹) سورہ الشوریٰ	(۷۶) سورہ المومنون	(۸۳) سورہ انشقاق
(۷۰) سورہ ابراہیم	(۷۷) سورہ الملک	(۸۴) سورہ الروم
(۷۱) سورہ السجدہ	(۷۸) سورہ الحاقہ	(۸۵) سورہ عنکبوت
(۷۲) سورہ الانبیاء	(۷۹) سورہ المعارج	(۸۶) سورہ المطففین
(۷۳) سورہ النحل	(۸۰) سورہ عمّ	

یہ وہ سورتیں ہیں کہ جو بقول علامہ سیوطی کے مکے میں نازل ہوئیں جبکہ موجودہ صورت میں ان میں مدنی آیات موجود ہیں باقی مدنی ہیں اور علامہ جلال الدین سیوطی نے تفسیر الاتقان میں سورتوں کے نزول کے لحاظ سے جابر بن زید سے درج ذیل ترتیب نقل کی ہے۔

مدنی سورتیں۔ اور علامہ سیوطی تفسیر اتقان علامہ سیوطی کے مطابق مدنی سورتیں یہ ہیں

(۸۷) سورہ البقرہ	(۹۷) سورہ الرعد	(۱۰۷) سورہ المجادلہ
(۸۸) سورہ العمران	(۹۸) سورہ الرحمٰن	(۱۰۸) سورہ الحجرات
(۸۹) سورہ انفال	(۹۹) سورہ الدھر	(۱۰۹) سورہ التحریم
(۹۰) سورہ الاحزاب	(۱۰۰) سورہ الطلاق	(۱۱۰) سورہ الجمعہ
(۹۱) سورہ المائدہ	(۱۰۱) سورہ البیّنہ	(۱۱۱) سورہ التغابن
(۹۲) سورہ الممتحنہ	(۱۰۲) سورہ الحشر	(۱۱۲) سورہ الصف
(۹۳) سورہ النساء	(۱۰۳) سورہ النصر	(۱۱۳) سورہ الفتح
(۹۴) سورہ الزلزال	(۱۰۴) سورہ النور	(۱۱۴) سورہ التوبہ
(۹۵) سورہ الحدید	(۱۰۵) سورہ الحج	
(۹۶) سورہ محمّد	(۱۰۶) سورہ المنافقون	

ان مدنی سورتوں میں موجودہ ترتیب کے لحاظ سے مکی آیات شامل ہیں۔

بائیبل کا عدم تواتر

یحرّفون الکلم عن مواضعہ۔ الخ۔ النساء

" یہ لوگ (یہودی) تورات کے الفاظ وکلمات کو ان کے مقامات سے بدل دیا کرتے ہیں۔"

قرآن حکیم سے قبل کسی بھی الہامی کتاب وصحیفہ کو شانِ اعجازی کا شرف حاصل نہیں ہوا کیونکہ انکے احکام محدود وقت اور محدود اقوام وقبائل کیلئے تھے جیساکہ تورات و انجیل میں وضاحت سے موجود ہے حضرت موسیٰ وحضرت عیسیٰ کا پیغام صرف ایک قوم ونسل یعنی بنی اسرائیل کیلئے محدود ومخصوص تھا جس کے لئے حضرت عیسیٰ کا فرمان انجیل میں موجود ہے کہ "میں صرف بنی اسرائیل کی بکھری ہوئی بھیڑوں کو جمع کرنے کیلئے آیا ہوں" یہی وجہ ہے کہ سابقہ کتب وصحائف انسانی خیانت کے ہاتھوں سے محفوظ نہ رہ سکے۔ چنانچہ آج کوئی بھی سابقہ الہامی کتاب وصحیفہ اپنی اصلی صورت میں باقی نہیں ہے۔ اور اسی بنا پر سابقہ کتب وصحائف میں سے کسی کو تواتر حاصل نہیں ہے اور نہ ہی انکی تعلیمات محفوظ ہیں۔

لیکن یہ شرف صرف اس صحیفہ سماوی یعنی قرآن حکیم کو حاصل ہے کہ جو چودہ سو سال گزرنے کے باوجود آج اپنی اصلی حالت وصورت میں مکمل موجود ہے۔ چنانچہ آج اس صحیفہ سماوی کے دنیا میں لاکھوں حافظ وقاری موجود ہیں اور دنیا کے کسی ملک کا طبع شدہ قرآن ہو کہیں زیر وزبر یا جزم تک کا فرق نظر نہیں آئے گا۔ اگر کہیں زیر وزبر کی غلطی کی جائے تو اندھے حافظ تک ٹوک دیں گے۔ یہ اس لئے کہ یہ صحیفہ سماوی زمان ومکان کے لحاظ سے غیر محدود وقت وزمان کیلئے قیامت تک اقوام عالم کیلئے کتاب ہدایت وتکمیل ہے اس لئے اسکی قیامت تک حفاظت کی ضرورت تھی۔ اسی بنا پر خود خلاق عالم نے اسکی حفاظت کی ذمہ داری لیتے ہوئے اسے بتدریج نازل کرکے اسکی ہر آیت وسورہ کو معجزانہ شان عطا کرکے دنیا کے عقل ودانش کو مقابل لانے کا چیلنج کیا ہے جبکہ گزشتہ الہامی کتب وصحائف کا انبیاء پر ایک ساتھ نزول ہوا اور ان میں سے کسی کو مقام اعجازی حاصل نہیں ہوا۔ چنانچہ آج کوئی سابقہ کتاب وصحیفہ محفوظ نہیں رہا۔ آج دنیا میں چھ یا سات قسم کی بائیبل رائج ہے اور ہر ایک دوسری سے مختلف نظر آئے گی۔

تورات:۔ پیغمبر اسلام کی مکے سے ہجرت سے دو ہزار چار سو پینسٹھ (۲۴۶۵) سال قبل اور ولادت

مسیح سے ۱۵۰۳ سال قبل فرعون مصر ولید بن مصعب کے زمانے میں مصر میں حضرت موسیٰ کی ولادت ہوئی اور ۳۰ سال آپ فرعون کے گھر میں رہے پھر ایک قبطی کو مُکا مار کر ہلاک کرنے کے بعد رات کی تاریکی میں مصر سے ہجرت کر کے مدائن میں حضرت شعیب کے پاس جا پہنچے جہاں دس سال گزارنے کے بعد ۴۳ سال کی عمر میں اپنی زوجہ کے ساتھ واپس مصر کیطرف روانہ ہوئے تو راستے میں وادی ایمن میں بعثت نبوۃ پر مامور ہوئے اور پھر ۱۲۰ سال کی عمر میں یوشع بن نون کو اپنا وصی مقرر کر کے ۱۲ رمضان کو جبل بنو میں خدا سے جا ملے آپ نے ۴۰ سال تک کار رسالت انجام دیا۔

جناب موسیٰ طور سینا و حوریب جا کر وہاں چالیس روز ٹھہر کر بذریعہ وحی تورات لکھکر اپنی قوم کے پاس لائے اور پھر ان تورات کی الواح کو صندوق عہد میں رکھکر بیت المقدس میں محفوظ کر دیا کہ جسے سات سال میں ایک دفعہ مبارک عید کے دن کھولکر لوگوں کو زیارت کرائی جاتی اور اسکی نقل ممنوع قرار دیگئی تھی۔ چنانچہ وہ صندوق کنیسہ کے پادریوں کے پاس محفوظ تھا۔ چنانچہ تورات مثنیٰ ۳۱ باب میں ہے کہ "موسیٰ نے یہ تورات لکھی اور بنی لوی کے کاہن کہ جن کے پاس صندوق تھا اور وہ بنی اسرائیل کے بزرگ تھے ان کو حکم دیا کہ ہر سات سات سال بعد اس سال کی عید کے روز اسے کھولکر اسکی زیارت کریں " الخ۔

چنانچہ وہ صندوق عہد کہ جسمیں تورات کی الواح تھیں بیت المقدس میں بہت کم عرصے تک محفوظ رہ سکا۔ اور تورات و دیگر صحائف مسلسل الثانی ظلم وستم کا نشانہ بنتے رہے چنانچہ آج موجودہ تورات میں اصلی تورات کے اسفار خمسہ نہیں ہیں۔ اور حضرت سلیمان کی آمد سے قبل ہی تورات کی الواح ضائع ہو چکی تھیں۔ چنانچہ موجودہ تورات کے سفر ملوک ۸ب میں ہے کہ "جب سلیمان نے صندوق عہد کو کھولا تو اسمیں سوائے دو الواح کے کہ جنمیں دس احکام درج تھے اور کوئی چیز نہیں تھی"۔

اور پھر حضرت سلیمان کے بعد بنی اسرائیل کے دو گروہ ہو گئے دس اسباط یعنی قبیلوں نے یروشلم کے شمالی حصے میں یوربعام کو اپنا بادشاہ مقرر کر کے اسرائیلی سلطنت قائم کی اور سامریہ کو سلطنت کا مرکز قرار دیا اور باقی دو اسباط یعنی دو قبیلوں نے ملک جنوبی یروشلم میں رحبعام بن سلیمان کو اپنا بادشاہ مقرر کر کے اپنے لئے یہود کا لقب مخصوص کیا یہ دونوں قبائل یہوداہ اور بنیامین کی اولاد سے تھے اور انہوں نے یروشلم کو اپنی سلطنت کا مرکز قرار دیا۔ ۵۰۲ سال تک یہ دونوں قبیلے بت پرستی کا شکار رہے اور ان کے درمیان تورات نامی کوئی کتاب نہیں تھی کہ جسکی بناپر وہ خدا کے غضب کا شکار ہوئے کہ آشوری ان پر مسلط ہوئے کہ جنہوں نے انکا قتل عام کیا اور بہت سے اسرائیلی بھاگ کر مختلف علاقوں و بلاد میں پھیل گئے یہودی گروہ میں کبھی مومن اور کبھی مرتد بادشاہ ہوتے رہے جبکہ مرتد بادشاہوں کو تورات سے کوئی سروکار نہیں تھا۔

پھر حضرت موسیٰ کی وفات سے ۵۲۰ سال بعد اور تقریباً چھ سو سال قبل مسیح بابل سے بخت نصر شام و فلسطین کو تاراج کرتا ہوا یروشلم تک پہنچا اور وہاں اس نے بنی اسرائیل کا قتل عام کیا اور صندوق میں خلقیا کا تورات کا نسخہ اور دیگر جو مقدس وکتب و تحریریں تھیں جلا دیا اور جس مسجد اقصیٰ کو حضرت سلیمان نے بیس برس میں تعمیر کرایا تھا اسے بھی جلا دیا اس زبردست قتل و غارت اور تباہی کے بعد ستر سال تک یروشلم و بیت المقدس ویران رہا وہاں صرف چند کسان رہے کہ جو بابلی لوگوں کے مزارع تھے ان کے علاوہ وہاں کوئی نہ رہا۔ بنی اسرائیل دور دراز علاقوں و پہاڑوں کے دامن و غاروں میں پوشیدہ ہو گئے جہاں ہر سال رہے یہاں تک کہ ایرانی بادشاہ کورش بابل پر قابض ہوا تو پہاڑوں اور اطراف کے علاقوں میں سے جہاں کہیں بنی اسرائیل تھے ان کو جمع کر کے یروشلم یعنی بیت المقدس کے پاس آباد کیا اسطرح تقریباً بیالیس ہزار اسرائیلیوں کو وہاں بسایا گیا۔

پھر داریوش کی حکومت کے زمانے میں بیت المقدس کی تعمیر کیلئے اس نے مالی امداد دی تو چھ سال میں مسجد اقصیٰ دوبارہ تیار ہوئی تو جشن منایا گیا۔ اسوقت یہودیوں کے پاس تورات و دیگر مقدس کتب کا کوئی نسخہ و تحریر نہیں تھی تو بوڑھے لوگوں کی زبانی شریعت کے احکام سن کر عمل کیا گیا کہ جسکی وجہ سے ان کے درمیان تورات کے احکام میں اختلافات پیدا ہوئے۔

پھر خشایار بادشاہ نے عزراء کو حکم دیا کہ بنی اسرائیل کیلئے تورات پڑھے اور درس دے تو عزراء کو جو کچھ تورات حاصل ہو سکی لکھی اور پھر اس کے چند نسخے لکھ کر بیت المقدس میں محفوظ رکھ دیئے گئے۔ یہ تمام تفاصیل تورات سے ملحق کتب میں اور خصوصاً کتاب عزراء میں تحریر ہیں۔

(۳) خود یہودی تحریر کے مطابق حضرت یحییٰ کی شہادت سے ۱۵۹ سال قبل اور ۱۷۰ سال قبل مسیح شامی بادشاہ انٹیوکس نے یروشلم پر چڑھائی کی اور اسے فتح کیا اور بیت المقدس میں موجود تورات کے تمام نسخے اور انبیاء کے مقدس صحیفے سب جلا دیئے اور اعلان کیا کہ تورات و مقدس کتب کا کوئی نسخہ جس شخص کے پاس پایا گیا یا جس کو شریعت موسوی پر عمل کرتے دیکھا گیا تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔ اسطرح عزراء کی تورات کے نسخے و دیگر تمام مقدس تحریریں جلا دی گئیں۔ پھر اس کے پانچ سال بعد ۱۶۵ قبل مسیح یہوداہ مقابیس نے ہیکل سلیمانی کی مرمت کی اور کہیں سے تورات کا کوئی نسخہ حاصل کر کے بیت المقدس میں رکھ دیا کہ جس نسخے کی کوئی صحت کی سند نہیں۔

اور اسی طرح حضرت یحییٰؑ کی شہادت کے ۷۰ سال بعد ۷۰ء میں قیصر روم طیطوس کی بنی اسرائیل کے ساتھ سخت جنگ ہوئی تو اس نے بیت المقدس کو فتح کر کے یہودیوں کا قتل عام کیا اور جہاں یحییٰ کا خون بہایا گیا تھا وہاں ستر ہزار یہودی قتل کیے گئے اور بیت المقدس کے اطراف و نواح جہاں کہیں کوئی یہودی پایا گیا قتل کر دیا

گیا جو بھاگ سکے وہ اطراف کے علاقوں میں بھاگ گئے بعض بھوک سے ہلاک ہوئے بعض کو جلایا گیا اور بعض کو سولی دیدی گئی اور نوے ہزار قیدی بناکر مختلف ممالک میں فروخت کیلئے بھیجے گئے اور مسجد بیت المقدس کہ جسے دوسری بار ایرانی بادشاہ داریوش نے تعمیر کرایا تھا اسے تباہ وجلا دیا گیا اور جہاں کہیں تورات و مقدس صحائف کا کوئی نسخہ ملا جلا دیا گیا۔ اور بعض یہودی اطراف کے عرب ممالک اور اندلس ومغرب میں بھاگ کر پناہ گزیں ہوئے اسطرح پھر یروشلم ویران ہوا۔

پھر طیطوس کے حملے کے ۵۶ سال بعد قیصر ہیڈرین کے عہد میں یہودیوں نے اپنی قوت کو جمع کر کے رومیوں سے مقابلہ کیا لیکن یہودی شکست کھا گئے اور ہزاروں لاکھوں یہودی مارے گئے باقی یروشلم سے بھاگ گئے اور بیت المقدس کو تاراج کیا گیا اور وہاں جو پیٹر کا مندر بنا دیا گیا اور کوہ کلوری پر وینس دیوی کی مورتی رکھدی گئی اور شہر کا نام بدل کر ایلیا رکھدیا۔

(۵) اسی طرح پھر سنہ ء میں شمالی وحشی بت پرست اقوام نے یروشلم پر یلغار کر کے ہزاروں یہود و نصاریٰ کا قتل عام کیا اور تورات وانجیل ومقدس صحائف کے جو نسخے ملے اور جو کتبخانے و مدرسے تھے سب جلادیئے گئے۔

پھر ۶۱۴ء میں شاہ ایران خسرو پرویز نے یروشلم پر چڑھائی کر کے نوے ہزار یہودیوں کو قتل کیا اور تمام گرجوں ومقدس مقامات ومقدس کتب کو جلادیا۔

اسطرح مسلسل جلنے وتباہی سے تورات ومقدس صحائف کا وجود ختم ہوتا رہا چنانچہ آج تورات و مقدس صحائف کا کوئی اصلی وصحیح نسخہ دنیا میں موجود نہیں ہے ابتدا میں صرف ایک ہی تورات کا اصلی نسخہ تھا جسکی کوئی نقل نہیں تھی جب وہ تباہ ہوگیا تو پھر اصل کا ملنا ناممکن ہوگیا مسلسل یادداشتوں کو جمع کر کے لکھا جاتا رہا۔ جب خلقیا کاہن نے دعویٰ کیا کہ اسے سفر الشریعۃ (تورات) حاصل ہوا اور اسے بادشاہ کے سامنے پیش کیا تو بادشاہ نے دیکھکر اپنے کپڑے پھاڑ دیئے اور کاہنوں سے کہا کہ خدا کی بارگاہ میں توبہ کریں اس لئے کہ جو ہدایات اس دستیاب شدہ سفر میں ہیں آج تک ہم نے اس پر عمل نہیں کیا اور نہ ہی ہمارے آباؤ اجداد نے عمل کیا"۔ اس سے بھی واضح ہے کہ یہود کے پاس تورات ومقدس صحائف کا کوئی اصلی و صحیح نسخہ نہیں تھا اور نہ ہے جسکی بنا پر موجودہ تورات میں حضرت موسیٰ کے بتائے ہوئے اصولوں کے بجائے مشرکانہ عقائد شامل کر دیئے گئے۔

انجیل = جسطرح تورات آج اپنی اصلی وصحیح صورت میں کہیں موجود نہیں اسی طرح انجیل کی بھی صحیح صورت میں کہیں موجود نہیں حضرت عیسیٰ ایک انجیل لائے تھے آپ کے بعد چار اناجیل لکھکر جناب

عیسیٰ کیطرف منسوب کردی گئیں انجیل کے نام سے تقریباً سو انجیلیں لکھی گئیں پھر مسیحی تاریخ کے چار سو سال بعد ان چار اناجیل پر اتفاق کیا گیا اور ان چاروں کی صحت پر کوئی سند نہیں ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ پر نازل ہونے والی انجیل کی کوئی نقل کہیں محفوظ نہیں۔ عیسائی مورخین نے اقرار کیا ہے کہ مسیحیت کے ابتدائی دور میں جعلی انجیلیں مختلف ناموں سے شائع ہونا شروع ہو گئی تھیں جو لکھ کر کسی حواری یا حواری کے خادم یا کسی بڑے اسقف کے نام سے موسوم کر کے مشہور کر دی جاتیں یہ جعلی کام تیسری صدی عیسوی میں شروع ہوا اور جب یہ رواج عام ہوا تو ۳۲۵ء میں قسطنطین اعظم نے ۳۰۰ پادریوں کی کونسل بلائی تاکہ وہ اصلی انجیل اور عیسیٰ کے صحیح عقائد و تعلیمات کا تعین کریں تو انہوں نے تحقیق کے بجائے عجیب طریقہ اختیار کیا۔ کونسل کے پاس جسقدر اناجیل پیش کی گئیں ان سب کو ایک بے ترتیب ڈھیر کیطرح گرجا کے اندر عشائے ربانی کی میز کے نیچے رکھدیا گیا اور خداوند سے دعا کی گئی کہ ان میں سے الہامی نوشتے پھلانگ کر میز پر آجائیں اور جعلی میز کے نیچے رہیں چنانچہ ایسا ہی ہوا" یعنی چار اناجیل اوپر آگریں۔ تو قسطنطین اعظم نے چار اناجیل کے علاوہ باقی سینکڑوں نسخے جعلی قرار دیکر جلا دیئے اور حکم دیا کہ جو ان کے علاوہ کوئی تحریر چھپا رکھے گا یا نہ جلائے گا یا بادشاہ کے پاس پیش نہ کرے گا اسکی سزا موت ہوگی تو اسطرح سینکڑوں نسخے جلا دیئے گئے۔

یہ چاروں اناجیل جنکی کوئی سند نہیں حضرت عیسیٰ کے بعد لکھی گئیں اور یہ عبرانی زبان میں تھیں جنکا آج کہیں نام و نشان نہیں ہے عبرانی سے کس نے ترجمہ کیا اس کے بھی نام کا علم نہیں ہے اور ہر انجیل کے عنوان پر "بقول متی" یا "حسب بیان متی" درج ہے۔

متی کی انجیل۔ کہا جاتا ہے کہ متی حضرت عیسیٰ کا حواری تھا اور اس لئے متی کی انجیل ۳۷ء سے ۶۴ء کے درمیان لکھی گئی۔ لیکن اسکے لئے کوئی قطعی دلیل نہیں ہے کہ موجودہ متی کی انجیل اصلی ہے کہ جو متی نے لکھی تھی کیونکہ وہ اصلی انجیل متی عبرانی میں تھی اور وہ عبرانی نسخہ آج دنیا میں موجود نہیں ہے اور جبکہ اس ترجمہ کرنیوالے کا نام بھی معلوم نہیں لہذا یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ اسی کا ترجمہ ہے یا کسی اور نے لکھ کر متی کے نام سے منسوب کر دی اور وہ لکھنے والا مومن تھا یا منافق و کافر تھا۔ لہذا اس ترجمہ کی صحت پر یقین و اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔

(۲) **یوحنا کی انجیل۔** یوحنا شکاری حضرت عیسیٰ کا حواری و صحابی تھا اکثر عیسائی محققین کا کہنا ہے کہ انجیل یوحنا کا لکھنے والا حضرت عیسیٰ کا حواری یوحنا نہیں ہے بلکہ یہ دوسرا یوحنا ہے کہ جو اسکندریہ کا طالبعلم تھا۔ اور دوسرے بعض عیسائی مورخین کا کہنا ہے کہ دوسری صدی عیسوی میں ایک فلسفی کہ جسکا نام یوحنا تھا اس انجیل کو لکھکر حضرت عیسیٰ کے حواری یوحنا کیطرف منسوب کیا۔

اور دوسرے بعض عیسائی مورخین کا کہنا ہے کہ انجیل یوحنا سنہ ۶۸ء سے سنہ ۱۰۰ء تک کے درمیان لکھی گئی اور مکاشفات یوحنا سنہ ۹۵-۹۶ء یا سنہ ۹۷ء میں لکھے گئے۔

مرقس کی انجیل = کتاب اعمال رسولاں باب ۱۲ میں ہے کہ "مرقس کا نام یوحنا اور لقب مرقس تھا اور بارہ حواریوں یعنی شاگردوں سے نہیں تھا یہ اصلاً یہودی تھا مسیح پر ایمان لایا۔ اور کولوسی کا خط باب ۴ میں ہے کہ یہ برنابا کا خواہر زادہ تھا۔ اور اعمال رسولاں باب ۱۵ میں ہے کہ "جب سفر میں برنابا اور پولس ساتھ تھے مرقس خادم برنابا کے ساتھ تھا اسکے لئے دونوں میں نزاع ہوا پولس راضی نہیں تھا کہ برنابا مرقس خادم کو ساتھ لائے راستے میں دونوں جدا ہو گئے تو مرقس برنابا کے ساتھ قبرص پھر شمال کیطرف چلا گیا۔

مرقس کی انجیل پہلی بار شہر رومیہ میں لاطینی زبان میں شائع ہوئی جو ضائع ہو گئی جو آج کہیں نہیں ہے اسکا یونانی ترجمہ موجود ہے۔ مورخین نصاریٰ کہتے ہیں کہ قیصر نارون کے زمانے میں پطرس نے مرقس کے نام سے اس انجیل کو شہر رومیہ میں سنہ ۶۱ء میں لکھکر مرقس کیطرف منسوب کیا۔ اور دیگر مورخین کا کہنا ہے کہ یہ انجیل سنہ ۵۶ء اور سنہ ۶۵ء کے درمیان شہر رومیہ میں لکھی گئی ـــ اور دوسرے بعض عیسائی مورخین کا کہنا ہے کہ پطرس و پولس کی وفات کے بعد مرقس نے خود یہ انجیل لکھی۔

عیسائی علماء و محققین کا کہنا ہے کہ مرقس نے مسیح کی صحبت حاصل نہیں کی بلکہ پطرس کی کوشش سے عیسائی ہوا اس نے پطرس سے جو تعلیم حاصل کی اسے رومی یعنی لاطینی زبان میں لکھکر رومیہ شہر میں اپنی انجیل شائع کی۔

لوقا کی انجیل = بعض عیسائی مورخین کا کہنا ہے کہ لوقا انطاکیہ کا یہودی تھا وہیں پیدا ہوا اور طب حاصل کر کے مشہور طبیب ہوا۔ اور بعض دوسرے عیسائی محققین کا کہنا ہے کہ لوقا رومی تھا اس نے اٹلی میں تعلیم و تربیت حاصل کی اور طبیب نہیں بلکہ ماہر نقاش تھا۔ پھر بعض عیسائی مورخین نے اختلاف کیا ہے کہ لوقا حضرت عیسیٰ کا حواری نہیں تھا اور نہ ہی کسی حواری کا شاگرد تھا بلکہ پولس کا شاگرد و ساتھی تھا ـــ لوقا کیطرف ایک انجیل اور رسولاں کے اعمال منسوب ہیں۔ لوقا نے اپنی انجیل میں خود لکھا ہے کہ "جو کلام کے پہلے خادم و نظارہ کرنیوالے تھے کہ جو ہم تک پہنچے میں نے کہا مصلحت دیکھو سب کو ابتداء سے تدقیق کے ساتھ تمہاری طرف لکھوں اے عزیز (نام فیلس عالم مصری) ـــ بعض نے کہا ہے کہ یہ عزیز رومی بزرگ و عالم تھا۔

اور بعض نے کہا ہے کہ لوقا نے یہ انجیل یونانیوں کیلئے لکھی جسطرح کہ متی نے یہود کیلئے اور مرقس نے رومیوں کیلئے اور یوحنا نے اہل کنیسہ کیلئے لکھی ـــ اور بعض کے نزدیک لوقا کی انجیل سنہ ۵۳ء سے سنہ ۶۴ء کے درمیان

لکھی گئی۔

بعض کے نزدیک ۶۵ء سے ۱۰۰ء کے درمیان لکھی گئی اور مکاشفات یوحنا کا مصنف لوقا ہے اور جبکہ مکاشفات کی تحریر کی تاریخ ۹۵ء یا ۹۶ء یا ۶۹ء بتائی گئی ہے۔

پولس کے خطوط = یہ چودہ خطوط ہیں انمیں ایک خط عبرانیوں کے نام ہے کہ جسے عیسائی علماء نے مشکوک قرار دیا ہے اور دوسرے خطوط کو بھی عیسائی علماء جعلی قرار دیتے ہیں۔ پولس یہودی النسل تھا کہ جو شہر ترسیس میں پیدا ہوا اور گملی ایلی نے اسکی تعلیم و تربیت کی کہ جو مسیح کے حواریوں کا سخت دشمن تھا مخالف تھا اور ایک خواب کی بناپر عیسائیت قبول کی۔ پولس خود کہتا ہے کہ میں یہودیوں کیلئے یہودی بنا تاکہ یہود کو کھینچ لاؤں اور جو شریعت کے ماتحت ہیں انکے لئے میں شریعت کے ماتحت ہوا تاکہ شریعت کے ماتحوں کو کھینچ لاؤں اور بے شرع لوگوں کے لئے بے شرع بنا تاکہ انکو کھینچ لاؤں۔ الخ۔ کرنتھیوں (۱۹/۲۲)

پطرس کے دو خطوط = پطرس حضرت عیسیٰ کے حواریوں میں شمار ہوتا ہے اس کے لئے حضرت عیسیٰ نے کہا "اے کم اعتقاد تو کیوں شک لایا (۱۳) متی ۳۱/۱۴۔ اور دوسری جگہ ہے کہ" اس (مسیح) نے پھر کے پطرس سے کہا اے شیطان میرے سامنے سے دور ہو تو میرے لئے ٹھوکر کا باعث ہے کیونکہ تو خدائی باتوں کو نہیں بلکہ انسانوں کی باتوں کا خیال رکھتا ہے"۔ (۲۳) متی ۲۳/۱۶ = ـــــ اسی طرح رسولوں کے اعمال جو لوقا کی طرف منسوب ہیں وہ بھی نہ ہی الہامی ہیں نہ ہی مستند و قابل اعتبار ہیں"۔

اسماءِ قرآنی

قرآن حکیم کتاب علم و حکمة اور نور و ہدایت اور شفا و رحمة اس رحمٰن و رحیم اور عزیز و کریم ذات کا کلام ہے کہ جسکی ذات کی عظمت و رفعت تک پرواز تخیل کی رسائی ناممکن اور جسکی صفات لامحدود ہیں۔ اسی ذات واجب الوجود نے اپنی ذات و صفات سے متعارف کرانے کیلئے اپنے لئے بعض اسماء کو خلق و مخصوص کیا تاکہ جہاں ان مختلف اسماء سے اسکی صفات کا اظہار ہو وہاں مخلوق اپنی احتیاجات کے لحاظ سے اسکے ناموں کے ذریعے اس سے مناجات کرے اور اس کے وہ ننانوے اسماء حسنیٰ ہیں۔ اور اسی طرح اس رحمٰن و رحیم نے اپنے حبیب و رسول کو اپنے تعارف کیلئے اپنی صفات حسنہ کا مظہر بنا کر اسے بھی ننانوے ناموں سے نوازا ہے کہ جن میں بعض اسکے اپنے اسماء حسنیٰ سے ہیں۔ اور اسی طرح اس علیم و حکیم ذات نے اپنے علم و حکمة کا جس کتاب کے ذریعے اظہار کیا اس کتاب کریم کو بھی تقریباً اسی قدر ناموں سے موصوف کیا ہے۔ خلاق عالم رحمٰن و رحیم ہے تو اسکا حبیب و رسول رحمة اللعالمین اور اسکی کتاب بھی ھدیً للعالمین ہے۔ اس کتاب حکمة کے زیادہ تر اسماء کا خود اسی کتاب میں تذکرہ موجود ہے اور بعض اسماء زبان رسالت و امامت سے صادر ہوئے۔ اور اس کے اسماء بھی عالمگیر اثرات کے حامل ہیں۔

اسماءِ قرآنی = القرآن ۔ الفرقان ۔ الکتاب ۔ ھدیً ۔ ہادی ۔ الحکیم ۔ حکمة بالغہ ۔ الموعظة ۔ محکم ۔ احسن الحدیث ۔ قصص الحق ۔ بشیر ۔ نذیر ۔ شفاء الاشفی ۔ المجید ۔ تنزیل ۔ کلام اللہ ۔ المھیمن ۔ بشریٰ ۔ رحمة ۔ حق ۔ صدق ۔ بیان ۔ تبیان ۔ مصدقاً ۔ بصائر ۔ قول فصل ۔ مبارک ۔ روح ۔ بلاغ ۔ ذکر ۔ تذکرہ ۔ ذکریٰ ۔ عظیم ۔ کریم ۔ عزیز ۔ صحف مکرمہ ۔ حکماً عربیاً ۔ برھان ۔ مبین ۔ قیّم ۔ عدل ۔ وحی ۔ مصدّق ۔ العلم ۔ کلمات الرب ۔ مرفوعہ ۔ مطہرہ ۔ حدیث ۔ آیات ۔ امر ۔ نھی ۔ مطھّر ۔ عجباً ۔ تبصرة ۔ مکرّم ۔ صراط مستقیم ۔ حبل المتین ۔ نور المبین ۔ عروة الوثقیٰ ۔ ضیاء من الاحداث ۔ العصمة من الھلکة ۔ رشد من الغوایہ ۔ بلاغ من الدنیا الی الاخرة ۔ الدلیل خیر سبیل ۔ الفصل ۔ الری الناقع ۔ النجاة للمتعلق ۔ شافع ۔ مشفع ۔ ماحل ۔ سراجاً منیرا ۔ بحر ۔ منھاج ۔ شعاع ۔ معدن الایمان ۔ فضیلة الکبریٰ ۔ درجة العلیا ۔ عروة الوثقیٰ ۔ استقالة من العثرة ۔ حجة اللہ ۔ الناصح المحدّث ۔ الھادی ۔ آمر ۔ زاجر ۔ ریاض العدل ۔ شاھد ۔ عھد اللہ ۔ سعادة العظمیٰ ۔ امام ۔ تبیان من العمیٰ ۔

طرلقیۃ المثلی۔ ربیع القلوب۔ ینابیع العلم۔ ریاض العدل۔ جوامع الکلم۔ منار الحکمۃ۔ مصابیع الھدیٰ۔

القرآن یہ غفران کیطرح " قرأ یقرأ " کا مصدر ہے جیسے نقصان وخسران اور رجحان۔ کہ جس کے معنی تلاوت وپیروی کرنے کے ہیں اس لئے کہ تلاوت کرنیوالا حروف کے تابع ہوتا ہے۔ اور بعض کے نزدیک " قرآن " مصدر ہے لیکن جمع کرنے کے معنی میں ہے یعنی قرآن صُور ونقوش اور حروف وکلمات اور آیات کے جمع کرنے کی صورت میں حاصل ہوا۔ یا اولین وآخرین کے علوم اور حلال وحرام کے احکام اور امر ونہی اور وعدہ وعید اور قصص وآیات اور سورتوں کا جامع ہونیکی بنا پر یہ نام ہے۔

الفرقان = یہ فرق۔ یفرق کا مصدر ہے یعنی قیامت تک حق وباطل اور صدق وکذب اور خیر وشر کے درمیان فرق وتمیز کرنیوالا۔ اور بعض کے نزدیک فرقان بمعنی نجات کے ہے کہ اسکے احکام پر عمل کرنیوالا گمراہی اور عذاب آخرت سے نجات پاجاتا ہے۔

الکتاب = یہ بھی مصدر ہے جیسے صیام۔ قیام۔ جسکے معنی نقوش وخطوط کا مجموعہ۔ قرآن نقوش اور خطوط اور حروف وآیات کا جامع ہے تو اسطرح کتاب، مکتوب کا نام ہے جیسے حساب محسوب کے معنی میں ہے۔
اور کتاب بمعنی حجۃ ودلیل کے بھی ہے جیسے فاتوا بکتابکم۔ یعنی بحجتکم ۔۔۔۔
اور کتاب بمعنی حکم کے بھی ہے جیسے ساقضی بینکم بکتابکم۔ یعنی بحکم اللہ۔
اور کتاب بمعنی اَجل کے بھی ہے جیسے وما اھلکنا من قریۃ الا ولھا کتاب معلوم۔
یہ صحیفہ سماوی کتابِ صدق وحق اور نورِ ھدایت اور صراط مستقیم بھی ہے۔ اور مکمل علم وحکمت اور فضیلۃ کبریٰ وعروۃ الوثقیٰ بھی ہے۔ یہ صحیفہ ہر نفسانی وروحانی مرض کیلئے نسخۂ کیمیا بھی ہے اور کتاب رشد وھدایت بھی ہے اسکے اسماء کی کثرت سے اسکی صفات وکمالات اور اثرات کا اظہار ہوتا ہے۔

خدا کی عطا کردہ قوّت و صلاحیت سے معجزہ کا اظہار حجۃ خدا کا اختیاری فعل ہے

فسخرنا له الریح تجری بامرہ ۔ (۳۶) ص

"پس ہم نے ہَوا کو ان کے (سلیمان کے) حکم کا تابع کر دیا کہ جہاں وہ پہنچنا چاہتے تھے ان کے حکم سے وہ چلتی تھی "

قال الذی عندہ علم من الکتاب انا اٰتیک بہ الخ (۴۰) نمل

"تو جس کے پاس کتاب کا کچھ علم تھا اس نے کہا پلک جھپکنے سے پہلے میں بلقیس کے تخت کو آپ کے پاس حاضر کئے دیتا ہوں "

معجزہ خدا کا عطا کردہ وہ کمال و اقتدار اور خرق عادۃ فعل ہے کہ جو الٰہی نمائندوں یعنی انبیاء و رسل کی تصدیق کیلئے ان کے دعوے کے مطابق ان کے اختیار سے صادر ہوتا ہے۔ اس خرق عادۃ فعل و معجزے کے اظہار سے نبی و رسول کی تصدیق و تائید کے ساتھ توحید کے وجود و عظمت اور اقتدار کا اظہار بھی ہوتا ہے۔ الٰہی نمائندے یعنی نبی و رسول چونکہ لباس عصمت و طہارۃ سے آراستہ ہوتے ہیں اور ان سے نفسانی خواہشات کی پیروی و خطا کا امکان نہیں ہوتا کہ جسکی بناء پر اظہار معجزہ کی قدرت و صلاحیت انکی فطرت میں ودیعت ہوتی ہے۔ یعنی معجزہ نبوۃ و رسالت کا لازمہ و خاصہ ہے لہٰذا حجۃ خدا جب چاہتا ہے معجزہ کا اظہار کرتا ہے۔ اور جیسا کہ کسی بادشاہ کے مقرر کردہ نمائندے اسکی طرف سے حاصل شدہ اختیارات و اقتدار سے امور سلطنت انجام دیتے ہیں لیکن اگر کوئی اہم و بڑا معاملہ درپیش ہو تو بادشاہ اس اہم معاملے کو اپنے ہاتھ میں لیکر حل کرتا ہے اس سے جہاں بادشاہ کے کلی اقتدار و اختیار کا اظہار ہوتا ہے وہاں اسکے نمائندے کی تائید بھی ہوتی ہے۔

اسی طرح خدا اپنے وجود اور عظمت و اقتدار سے متعارف کرانے کے لئے اپنے نمائندے یعنی انبیاء و رسل کو بھیجا اور انکے منصب کی تصدیق کیلئے ان کو اظہار معجزہ کی قدرت و صلاحیت عطا کی کہ جب بھی کفار ان سے تصدیق رسالت کی دلیل طلب کریں تو وہ معجزہ کا اظہار کرسکیں۔

خداوند عالم نے ہَوا کو جناب سلیمان کے تابع فرمان کر دیا تھا جب اور جہاں جانا چاہتے تھے ہَوا کو حکم دیتے وہ ان کو لیجاتی ان کو بار بار خدا سے پوچھ کر ہوا کو حکم دینے کی ضرورت نہیں تھی۔ ہوا پر اقتدار۔ اعجاز ان کا اختیاری فعل تھا۔ اسی طرح حضرت سلیمان کے وزیر جناب آصف ابن برخیا کہ جن کے پاس کتاب الٰہی کا کچھ علم تھا انھوں نے حضرت سلیمان کی فرمائش پر سینکڑوں میل کی مسافت سے بلقیس کے تخت کو پلک جھپکنے سے پہلے حضرت سلیمان کے سامنے حاضر کر دیا۔ اور یہ اعجاز و فعل انکا اختیاری فعل تھا۔

اسی طرح حضرت موسیٰ جب چاہتے ید بیضا کا معجزہ دکھاتے اور جب چاہتے عصا کو پتھر پر مار کر پانی کے

کے چشمے جاری کرتے اور جب چاہتے زمین پر سے گاڑھ دیتے تو وہ سایہ دار درخت بن جاتا۔
اسی طرح حضرت عیسیٰ کوڑھی و مادر زاد اندھے کو دستِ اعجازی سے شفا عطا کرتے کہ جو انکا اختیاری فعل تھا اور مردوں کو زندہ کرنے کیلئے اعلان کرتے کہ میں خدا کی عطا کردہ قدرت و اذن سے مردوں کو زندہ کرتا ہوں اس سے یہ بتانا مقصود تھا کہ یہ قدرت و صلاحیت سبب نبوۃ کے ساتھ خدا کی عطا کردہ صفت ہے تاکہ لوگ تصدیق نبوۃ کے ساتھ خدا کی الوہیت کا اقرار کریں۔
اسی طرح پیغمبر اسلام نے ہزاروں معجزات دکھا کر خدا کی عطا کردہ قدرت و اقتدار اور صلاحیت کا اظہار کیا۔ انبیاء کی تعلیم و پیغام کا محور عقیدہ توحید تھا اس لئے انکی تعلیمات کا مقصد معجزات کے اظہار کے وقت انسان سے کلمہ توحید پڑھانا تھا کبھی توحید کے اذن کا اظہار کرتے اور کبھی اظہار اعجاز کے بعد توحید کا سجدہ کرنے لگتے تاکہ لوگ انکو معبود نہ ماننے لگیں۔ جب ذات خداوندی جڑی بوٹیوں میں امراض سے شفاء کی صفت ودیعت کر سکتی ہے وہ دست نبی میں برص و جذام سے شفاء کی صفت بھی ودیعت کر سکتی ہے
اور آج جس دور سے ہم گزر رہے ہیں اس نے تو انبیاء و رسل و خاصان خدا کے معجزات کی تصدیق کر دی ہے۔ برسوں کی تحقیق و جستجو کے نتیجے میں آج انسان نے مادی قوتوں کو مسخر کر کے ایک انقلاب برپا کر دیا ہے۔ نورانی لہروں و شعاعوں اور ایٹمی برق پاروں کو مسخر کر کے جہاں وہ زمین و کائنات کے پوشیدہ رازوں کو فاش کر رہا ہے وہاں وہ اس زمین کو تہہ و بالا کر کے قیامت برپا کر سکتا ہے۔ وہ چاند کی سطح پر چاند گاڑی کے ذریعے انسانوں کو پہنچا کر زمین پر بیٹھے نورانی لہروں کے ذریعے چاند گاڑی کی خرابی کو دور کر سکتا ہے اسی طرح فضاء میں راکٹ و میزائیل چھوڑنے کے بعد نورانی لہروں کے ذریعے ان کے رخ کو موڑ کر نشانے پر گرا سکتا ہے اور نورانی لہروں کے ذریعے فضا ہی میں راکٹ و میزائیل کو تباہ کر سکتا ہے۔
انسان نے فضاء میں ایسے سیارچے چھوڑ رکھے ہیں کہ جو سینکڑوں میل کی بلندی پر پرواز کرتے ہوئے جاسوسی کا کام انجام دیتے ہیں اور انمیں ایسے کیمرے نصب ہیں کہ جو دشمن کے ممالک کے خفیہ مقامات کے فوٹو لیکر اپنے ممالک کی طرف منتقل کرتے رہتے ہیں اور اب ایسے بھی ہوائی جہاز بنائے گئے ہیں کہ جو بغیر سوار (پائلٹ) کے فضاء میں پرواز کرتے ہیں دشمن پر حملہ کرتے ہیں گولیاں برساتے ہیں میزائیل و راکٹ چھوڑتے ہیں اور اپنا بچاؤ کرتے ہیں اور ساتھ ہی دشمن کے علاقے کے فوٹو بھی اتار کر واپس اپنے ٹھکانے پر لوٹ آتے ہیں جبکہ زمین پر بیٹھے نورانی لہروں کے ذریعے ان پر کنٹرول کیا جاتا ہے اور اب ایسے بم بھی بنالئے گئے ہیں جنکو فضاء میں پھینکا جاتا ہے اور وہ فضاء میں پہنچکر جب پھٹتے ہیں تو ان سے نکلنے والی برقی لہریں کئی میل کے علاقے میں ہر چلنے والی مشین کو ناکارہ بنا دیتی ہیں تمام انجن و مشینیں جام ہو جاتی ہیں۔ ہزاروں سال قبل ہوا کی دوش پر تخت کا پرواز کرنا اعجاز سلیمانی تھا

لیکن آج انسان ہزاروں انسانوں کو طیاروں میں بٹھا کر ہوا کی دوش پر پرواز کر رہا ہے۔

دو تین سو سال قبل کا انسان آج کی انسانی ترقی یعنی سائنسی معجزات کا تصور تک نہیں کر سکتا تھا۔ اسی طرح آج سے دو تین سو سال بعد انسان ترقی کی کس منزل پر پہنچے گا آج ہم اسکا تصور بھی نہیں کر سکتے ۔۔۔ یہ تمام ترقی انسان کو اس بنا پر حاصل ہوئی ہے کہ ابھی اسکے ذہن کے خلیئے (سیل) نو یا دس فیصد کھلے ہیں یعنی کام کرنے لگے ہیں۔ لیکن اگر بیس فیصد خلیے کھل جائیں تو انسانی ترقی کسقدر ہوگی تصور نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح اگر پچاس فیصد خلیے کھل جائیں تو اس وقت کی ترقی کا بھی تصور نہیں کیا جا سکتا۔ اور اگر سو فیصد خلیئے کھل جائیں کہ جو اس دنیا میں شاید ناممکن سی صورت ہو تو پھر انسان کیا سے کیا بن جائے اور کہاں پہنچ جائے اسکا تصور کرنا بھی ناممکن ہے ۔۔۔۔۔ لیکن انبیاء و رسل اپنی انفرادی تخلیق کے ساتھ جہاں اُن کے سو فیصد دماغی خلیے کھلے ہوئے ہیں وہاں اُن کو روح القدس کی تائید بھی حاصل ہوتی ہے۔ تو ان کے اقتدار و عظمت اور بلندی کا عقل انسانی کیونکر تصور کر سکتی ہے افسوس کا مقام ہے کہ مغرب کا عالم یعنی سائنسدان کائنات کی حقیقتوں کو آشکار کر کے کائنات کی قوتوں و نورانی برق پاروں کو مسخر کر رہا ہے اور زمین پر بیٹھ کر لاکھوں کروڑوں میل سیاروں کی دنیا کا مشاہدہ کر رہا ہے لیکن مسلمان عالم اس میں الجھا ہوا ہے کہ پیغمبر خاکی ہے یا نوری۔ وہ علم غیب جانتا ہے یا نہیں۔ معجزہ اسکے اختیار میں ہے یا نہیں۔ اسی بنا پر یہ چند سطور ایسے ہی لوگوں کیلئے لکھنے کی ضرورت پیش آئی۔ اور پھر جبکہ قرآن حکیم کا اعلان ہے کہ اس سے مردے زندہ کئے جا سکتے ہیں (لاکھوں میل کی) مسافتیں چشم زدن میں طے کی جا سکتی ہیں اور پہاڑ چلائے جا سکتے ہیں۔ تو جو خدا کی طرف سے وارث قرآن اور علماء قرآن ہوں تو ان کے لئے مردے زندہ کرنا اور چشم زدن میں کروڑوں میل کی مسافتیں طے کرنا اور پہاڑوں کو چلانا اور دیگر معجزات کا اظہار کرنا کیا حیثیت رکھتا ہے۔ آج ہم ایک شخص کو ایک وقت میں لاکھوں مقامات پر دیکھ رہے ہیں۔ ٹی وی اسٹیشن میں بیٹھا شخص ہر گھر میں دکھائی دے رہا ہے ۔ یہ انسانی کمال ہے۔ تو ایسے باکمال انسانوں کے لئے الٰہی ہادی وہی ہو سکتا ہے کہ جو اس سے بلند کمالات کا حامل ہو لہذا اگر نفس رسول عالمین بشکل ایک وقت میں چالیس مقامات پر موجود ہو کو کسی عقل سلیم کو تعجب و اعتراض نہیں ہو سکتا۔

اعجاز قرآنی

(۱) لقد ارسلنا رسلنا بالبینات ۔ الخ
۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (۲۵) حدید

"یقیناً ہم نے اپنے پیغمبروں کو واضح معجزات کے ساتھ بھیجا اور انکے ساتھ کتاب و میزان کو بھی نازل کیا تاکہ لوگ انصاف پر قائم رہ سکیں ۔۔۔ الخ۔

(۲) قل لئن اجتمعت الانس والجن ۔ الخ
۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (۸۸) بنی اسرائیل

"(اے رسول)، تم کہدو کہ اگر تمام انسان و جن اس بات پر اتفاق و اجماع کرلیں کہ وہ اس قرآن کا مثل بنا لائیں تو وہ اسکا مثل (ہرگز) نہیں لا سکتے اگرچہ وہ بعض بعض کے مددگار بنجائیں۔"

(۳) ام یقولون افتراہ فاتوا بعشر سور مثلہ ۔ الخ
۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (۱۳) ھود

"کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس پیغمبر نے اس قرآن کو اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے تو (اے رسول) تم ان سے کہدو کہ اگر تم اس الزام تراشی میں سچے ہو تو خدا کے سوا جس جس کو بلا سکتے ہو مدد کیلئے بلا لاؤ اور اس پر اگر تم کو وہ کو جواب نہ دیں تو تم جان لو کہ یہ قرآن صرف خدا کے علم سے نازل کیا گیا ہے۔"

(۴) وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورۃ مثلہ ۔ ۔ (۲۴) بقر

"اور اگر تم کو اس قرآن (کے کلام الٰہی ہونے) میں شک ہے کہ جسے ہم نے اپنے خاص بندے (محمدؐ) پر نازل کیا ہے تو اس (کی سورتوں) جیسا کوئی ایک سورہ بنا لاؤ اور (اسکے لئے) خدا کے علاوہ اپنے مددگاروں کو بھی بلا لاؤ پس اگر تم یہ نہ کرسکو اور ہرگز نہ کرسکو گے تو اس آگ سے ڈرو کہ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے کہ جو کفار کیلئے تیار کی گئی ہے)

(۵) وانہ لکتاب عزیز ۔ الخ
۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ حم سجدہ

"اور یقیناً یہ قرآن بلند مرتبہ (ہر نقص سے پاک) کتاب ہے کہ کسی قسم کا کوئی جھوٹ و باطل نہ ہی اس کے آگے کیطرف اور نہ ہی اسکے پیچھے کیطرف بھٹک سکتا ہے کہ جو صاحب حکمت و لائق حمد ذات کی طرف سے نازل ہوئی ہے"

(۶) وما کان ھذا القرآن ان ۔ الخ
۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (۳۷) یونس

"اور یہ قرآن ایسا نہیں ہے کہ خدا کے علاوہ کوئی گھڑ لائے بلکہ اسکے سامنے موجود پہلے کی کتابوں کی تصدیق اور انکی تفصیل ہے اور اسمیں کوئی شک نہیں کہ یہ عالمین کے پروردگار کیطرف سے ہے۔"

معجزہ کی حقیقت۔ لفظ "معجزہ" عجز و اعجاز سے ہے کہ جس کے معنی عاجز کر دینے کے ہیں اس بنا پر معجزہ کی تعریف یہ ہے کہ "معجزہ عادۃ جاریہ کے خلاف خدا کا اپنے نبی و امام کو عطا کردہ وہ کمال ہے کہ جسے نبی و امام اپنے منصب کی تائید و تصدیق کیلئے اپنے دعوے کے ساتھ بطور چیلنج پیش کرتا ہے"

کائنات کے خالق و مالک نے کائنات اور کائنات کی ہر شے کو ایک نظام و اصول کا پابند قرار دیا ہے اور اس نے جب انسانی ھدایت و رہبری کیلئے اپنی طرف سے کمالات سے آراستہ نمائندے بھیجے تو انکے منصب کی تصدیق کیلئے ان کو یہ قدرت و صلاحیت عطا کر دی کہ وہ اسکی کائنات میں تصرف کریں اور بغیر ظاہری اسباب کے کسی چیز کے بھی فطری اصول کو بدل دیں۔ یعنی دعوۂ نبوۃ و امامت کے ساتھ خدا کے عطا کردہ اقتدار سے قانون فطرت کو بدل دینے کا نام معجزہ ہے۔ جیسا کہ پتھر و درخت کی فطرت میں خاموشی ہے لیکن یہ پتھر و درخت نبوۃ و امامت کے اشارے پر کلمۂ شہادت پڑھتے ہوئے نظر آئیں تو یہ معجزہ ہے۔ اعجاز کی صلاحیت نبوۃ و امامت کا خاصہ و لازمہ ہے۔

الٰہی نمائندے چونکہ لباس عصمت سے آراستہ اور مشیت الٰہی کا ظرف ہوتا ہے لہذا اس سے جو معجزہ اور اعجاز صادر ہوتا ہے وہ فعل الٰہی بھی کہلاتا ہے اور فعل نبی و امام بھی کہلاتا ہے جیسا کہ سورہ ص میں ارشاد ربانی ہے "فسخرنا له الريح تجری بامره۔ الخ۔" "ہم نے ہوا کو ان (سلیمان) کے تابع فرمان کر دیا تھا اور وہ جہاں پہنچنا چاہتے تھے ان کے حکم کے مطابق ہوا دھیمی چلتی تھی"

اس آیت سے واضح ہے کہ جو کمال و اعجاز خدا اپنے نمائندوں کو عطا کر دیتا ہے تو اس کے نمائندے جب چاہتے ہیں اس اعجاز کا اظہار کرتے ہیں اور وہ اعجاز ان کا فعل کہلاتا ہے ——— اور سورۂ نمل میں ہے انا اٰتیك به۔ الخ۔ "جس کے پاس کتاب کا کچھ علم تھا اس نے کہا میں پلک جھپکنے سے قبل تخت بلقیس آپ کے پاس حاضر کر سکتا ہوں" ——— جناب آصف وزیر سلیمان نے اس اعجاز و کمال کو اپنی طرف نسبت دیکر واضح کیا کہ معجزہ منصب الٰہی کا خاصہ و لازمہ اور ان کا اختیاری فعل ہے۔

آج کی انسانی ترقی نے معجزات کی حقیقت اور نبوۃ و امامت کی عظمت و اقتدار کو واضح کر دیا ہے گذشتہ انبیاء کے کمالات کہ جو اس دور کے لحاظ سے معجزات کہلاتے تھے لیکن آج کے انسان نے ان کمالات کی مانند کمالات حاصل کر لئے ہیں۔ ہوا کی دوش پر تخت سلیمان کی مانند آج ہوائی جہاز کے ذریعہ ہزاروں انسانوں کو ہوا کی دوش پر اڑایا جا رہا ہے۔ بلکہ ایسے ہوائی جہاز بنا لئے گئے ہیں کہ جن پر میزائیل اور مشین گنیں نصب ہوتی ہیں اور ان کو بغیر پائلٹ کے اڑایا جاتا ہے جہاں چاہیں انکے ذریعے میزائیل داغے جا سکتے ہیں گولیاں برسائی جا سکتی ہیں اور پھر بحفاظت اسے واپس اتارا جا سکتا ہے جبکہ اس جہاز میں کوئی چلانیوالا نہیں ہوتا زمین پر سے میلوں دور

اس پر کنٹرول کیا جاتا ہے۔ آج کے انسان نے شعاعوں و نورانی لہروں اور ایٹمی برقی پاروں کو مسخر کر کے تہلکہ مچا دیا ہے وہ چاند کی سطح پر چاند گاڑی کو پہنچا کر زمین پر بیٹھے اس گاڑی کی خرابی کو دور کر سکتا ہے۔ جب عالم انسان کو کائنات پر اسقدر اقتدار و تصرف حاصل ہو جائے اور آئندہ کسقدر اسے کمال و اقتدار حاصل ہو جائیگا کہ جس کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ تو جسے خلاق عالم کائنات کیلئے اپنا نمائندہ بنا کر بھیجے تو کائنات میں اسکا اقتدار و تصرف کسقدر ہونا چاہئے تاکہ یہ ترقی یافتہ انسان اسکے اقتدار و عظمت کے سامنے جھک سکے۔ اسی مقام پر اعجاز کی ضرورت و اہمیت بڑھ جاتی ہے۔ اسی بنا پر کائنات کیلئے الٰہی نمائندہ جب چاہے کائنات میں انقلاب برپا کر سکتا ہے وہ اشیاء کی کیفیت و حالت بدل سکتا ہے وہ قانون فطرت کو تبدیل کر سکتا ہے وہ ڈوبے ہوئے سورج کو پلٹا سکتا ہے وہ چاند کے دو ٹکڑے کر سکتا ہے یہ منزل اعجاز اور اقتدار اسکی ذات کا خاصہ و لازمہ ہے۔ ہاں بعض وہ اعجازات ہیں کہ براہ راست خلاق عالم نے ان کا اظہار کر کے اپنے وجود و عظمت اور قدرة کا اظہار کیا ہے۔ جیسا کہ قرآن حکیم معجزہ باقیہ کی صورت میں اپنے حبیب کو عطا کیا اس سے اپنے حبیب کی نبوت و عظمت کی تصدیق کے ساتھ اپنے علم و حکمت کا بھی اظہار کیا ہے۔

یعنی قرآن حکیم وہ آخری صحیفہ سماوی و نور یزدانی اور ہدایت ربانی ہے کہ جو پیغمبر اسلام کی تصدیق نبوت و کمال علم کی لازوال دلیل و ابدی معجزہ ہے کہ جس کے علوم و معارف خالق کائنات کے لامحدود خزانۂ علم و حکمت کے جواہر پارے ہیں کہ جو ہر طرح کے نقص و حزل سے پاک ہے۔ چنانچہ سورہ حم سجدہ میں فرمان یزدانی ہے کہ "لا یاتیه الباطل ۔۔۔۔۔ الخ" جس طرح کائنات کے ذرے سے لیکر آفتاب و ماہتاب تک سب خلاق عالم کے علم و حکمت اور کمال قدرت کے آثار ہیں اسی طرح یہ کتاب حکیم بھی خالق کائنات کے وسیع علم و حکمة کا عظیم شاہکار اور دنیائے علم عقل و دانش کیلئے صحیفہ ہدایت و نور ربانی ہے۔ خالق رحیم و کریم نے جس طرح آغاز انسانیت سے قبل انسان کی جسمانی و مادی حیات کی ضروریات کا اہتمام کیا اسی طرح اس نے انسان کی روحانی حیات کی ضروریات کا اہتمام آغاز انسانیت سے ہی نبوة و وحی کے ذریعے کر دیا۔ جسم انسانی کا تعلق چونکہ عالم ارضی سے ہے اس لئے اسکی صحت و بقاء و غذا کا اہتمام زمین سے کیا اور روح چونکہ لطیف اور عالم علوی و امر ربی سے ہے اسکے لئے بھی اسکی صحت و بقاء کیلئے روحانی غذا و خوراک کا اہتمام عالم علوی کی طرف سے کیا گیا اور اس روحانی غذا و خوراک کے بغیر روحانی موت و ہلاکت ہے چنانچہ سورہ انفال میں فرمان ربانی ہے کہ "یا ایها الذین آمنوا استجیبوا۔ الخ ۔۔۔۔۔

اے ایماندارو جب تم کو (رسول) ایسے کام کے لئے بلائے کہ جو تمہاری روحانی زندگی کا باعث ہو تو خدا اور رسول کا حکم قبول کرو۔ الخ

پھر جسطرح جسمانی امراض کا علاج و دوا زمین سے حاصل ہوتی ہے اسی طرح روح انسانی کہ جس کا تعلق عالم علوی و امر ربی سے ہے اس کا علاج و دوا بھی عالم علوی کیطرف سے ہوگی۔ اور جسطرح جسمانی امراض سے جسمانی موت و ہلاکت واقع ہوتی ہے اسی طرح روحانی امراض سے روحانی ہلاکت و موت واقع ہوتی ہے۔ چنانچہ خالق کائنات

نے جسمانی امراض کا علاج بندوں کے سپرد کیا لیکن روح ونفس کا علاج اپنے ذمے قرار دیکر وحی ونبوۃ کے ذریعہ
اسکی حیاۃ روحانی کا اہتمام کیا ہے۔ چنانچہ انبیاء الٰہی معالج روحانی و طبیب ربانی تھے جو روح انسانی کے علاج
وتزکیہ کیلئے ربانی ہدایات کے نسخوں کے ساتھ آغاز انسانیت سے آتے رہے۔ گزشتہ انبیاء و اطباء روحانی کی نبوۃ
وہدایت اور علاج کا دائرہ چونکہ محدود تھا جسکی بنا پر انکی نبوۃ کا دائرہ یعنی علاج و دوا کی قوۃ و اثر پذیری کا دائرہ
بھی محدود تھا۔ لیکن پیغمبر اسلام کی نبوۃ وھدایت کا دائرہ زمان ومکان کے لحاظ سے قیامت تک عالمین کو محیط تھا اس
لئے آپ کی دوا و علاج کی قوۃ کی اثر پذیری کا دائرہ قیامت تک عالمین کو محیط ہے اسی بنا پر آپ کو جو نسخہ کیمیا و کتاب
ہدایت عطا کی گئی وہ اپنی اثر پذیری وشان اعجازی کے لحاظ سے عالمین پر محیط ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم جہاں دنیاء انسانیت
کی روحانی حیات وبقاء کیلئے نسخہ کیمیا ہے وہاں پیغمبر اسلام کی عالمگیر نبوۃ کی تصدیق کی دلیل وابدی معجزہ ہے
جسطرح گزشتہ انبیاء کے معالج ربانی ورسول یزدانی ہونے کی تصدیق کیلئے انکے معجزات کو انکی نبوۃ کی دلیل قرار دیا گیا ہے

چنانچہ جناب موسیٰ کے زمانے میں انسان کو سحر میں کمال حاصل تھا کہ جس کا مرکز مصر تھا تو سحر کی قوۃ
کو توڑ کر توحید ورسالت کی عظمت واقتدار کا کلمہ پڑھانے کیلئے جناب موسیٰ کو دیگر کمالات کے ساتھ معجزانہ
عصا عطا کیا گیا کہ جسے جب آپ نے ساحران فرعون کے سامنے پھینکا تو اژدھے کی صورت میں تبدیل ہو کر جادو
کی وجہ سے سانپ کی صورت میں نظر آنیوالی لہراتی رسیوں کو نگل گیا اور جب جناب موسیٰ نے اسے اٹھانا چاہا
تو سحر ومعجزہ کے فرق کو واضح کرنے کیلئے اپنے ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر تائید الٰہی سے اسے اٹھایا تو وہ عصا کی صورت
میں ہو گیا اور اسکے وزن وحجم میں کوئی فرق نہیں تھا جسے دیکھکر ساحران فرعون سجدے میں گر گئے اور کلمہ ایمان
پڑھکر اعجاز نبوت کا اعتراف کیا۔۔۔ اسی طرح جناب عیسیٰ کے زمانے میں طب وحکمت کمال پر تھی کہ جس کا مرکز شام
وفلسطین تھا تو اس زمانے کے لحاظ سے انسانی عقل وفکر کے رخ کو توحید کیطرف موڑنے کیلئے الٰہی نمائندے جناب
عیسیٰ کو مردوں کو زندہ کرنے اور کوڑھی ومبروص کو شفا عطا کرنے اور مادر زاد اندھے کو بینا کرنے کے معجزات
عطا کئے گئے۔

اسی طرح پیغمبر اسلام کا جب ظہور ہوا تو اسوقت دنیاء عرب میں زبان وکلام کا کمال یعنی فصاحت وبلاغت نقطہ
عروج پر تھی جسکی انکو اسقدر فخر تھا کہ وہ غیر عرب کو عجم یعنی بے زبان کہتے تھے اور اپنے فن کے کمال کا مظاہرہ مختلف
اجتماعات میں نظم ونثر کے ذریعے کیا کرتے تھے۔ چنانچہ طائف کے بازار عکاظ کے میلے میں عرب کے نامور فصحاء
بلغاء اور شعراء اونٹوں پر سوار اپنے اپنے خطبات وقصائد میں اپنے فن کے کمال کا مظاہرہ کرتے۔ کبھی حج وغیرہ کے
موقع پر اور کبھی ماہ رجب وذی الحجہ میں جب اطراف کے شہروں سے لوگ مکہ میں جمع ہوتے تو شعراء عرب وفصحاء
قریش اپنے اپنے قصائد واشعار سناتے تو جس کے کلام کی فصاحت وبلاغت بلند ہوتی اور دوسرے تصدیق کر دیتے

تو اسے سونے کے پانی سے لکھکر دیوار کعبہ پر لٹکا دیا جاتا۔ اور جب تک اس سے بلند تر کلام سامنے نہ آتا وہ آویزاں رہتا چنانچہ پانچسو پچاس اشعار کہ جو سات فصحاء عرب کے شاہکار تھے ان کو دیوار کعبہ پر آویزاں کر دیا گیا تھا لہذا "عقلاً ولطفاً" ضروری تھا کہ پیغمبر اسلام کی نبوت کی تصدیق کیلئے دلیل و اعجاز اسی صنف سے ہو۔ لہذا پیغمبر اسلام کو قرآن حکیم کی صورت میں ایسا معجزانہ کلام عطا کیا گیا کہ جس کا مثل لانے کیلئے دنیاءِ علم و دانش کو چیلنج کر دیا گیا۔ چنانچہ لبید جیسے ماہر فن شاعر جب قرآنی آیات سن کر مسلمان ہو گیا تو اس نے قرآن کی تعظیم کیوجہ سے اشعار کہنے ترک کر دیئے اور جب وجہ دریافت کی گئی تو اس نے کہا خدا نے قرآن جیسی بہتر چیز مجھے عطا کی ہے لہذا شرم کی بات ہے کہ خالق کے کلام کے بعد مخلوق اپنے کلام پر خود نمائی کرے۔ اس کے علاوہ پیغمبر اسلام کی نبوت و رسالت کا دائرہ چونکہ قیامت تک زمان و مکان کو محیط تھا لہذا ضروری تھا کہ قیامت تک عقل انسانی جس قدر علم و تحقیق کے میدان میں ترقی کرے اسکے جواب اور پیغمبر اسلام کی نبوۃ کی تصدیق کیلئے ایسا جامع علمی اعجاز ہو کہ جو قیامت تک معجزانہ علمی کمال کیوجہ سے پیغمبر خاتم کی نبوت کا مصدق رہے اس بنا پر آپ کو قرآن حکیم کی صورت میں معجزہ باقیہ عطا کیا گیا۔ یعنی جسطرح یہ صحیفہ ربانی مکمل ضابطۂ حیات و کتاب ھدایت ہے اسی طرح رہتی دنیا تک دنیاءِ عقل و دانش کیلئے چیلنج ہے کہ اگر کسی کو اسکی جامعیت و شان اعجازی اور کتاب الٰہی ہونے میں کوئی شک ہے تو اس جیسی صفات کی حامل کتاب بنا لائے پھر دعوے میں تخفیف کر کے بلا امتیاز کسی سورہ یا آیت کا مثل و مقابل لانے کا چیلنج کر کے واضح کر دیا گیا کہ اس صحیفہ سماوی کی ہر آیت و سورہ مساوی طور پر شان اعجازی کا حامل ہے یعنی یہ کتاب حکیم ہر جانب و ہر حیثیت سے مکمل شان اعجازی کی حامل ہے الفاظ کی جامعیت اور فصاحت و بلاغت اور لطافت و ملاحت کا کمال ہو یا حقائق و معارف اور علوم کی جامعیت کا کمال ہو یہ صحیفہ ہر پہلو سے مقام اعجاز پر فائز ہے۔ اسی بنا پر اس کی شان اعجازی کا ایک پہلو قلوب و نفوس انسانی کو متاثر کر کے باطن میں انقلاب پیدا کرنا ہے جسکی بنا پر کفار مکہ نے جب اس کلام ربانی کے قلوب و نفوس پر اثرات کو دیکھا تو اپنے آپ کو اسکی اثر پذیری سے بچانے کیلئے اسے سحر و کہانت کہکر اپنے عجز کا اعتراف اور اسکی عظمت و اعجاز کا اقرار کیا۔

چنانچہ پیغمبر اسلام جب انکو آیات قرآنی بلند آواز سے سناتے تو کفار مکہ شور مچاتے سیٹیاں بجاتے تاکہ کوئی اس معجزانہ کلام کو سن نہ سکے۔ لیکن جیسے جیسے اس کلام ربانی کی آیات انکی سماعت تک پہنچتی گئیں تو ان کے قلوب و نفوس منقلب ہوتے گئے جس سے وہ گھبرا گئے اور جب کوئی فیصلہ نہ کر سکے تو کفار قریش ابو جہل کو لیکر اس کے چچا ولید ابن مغیرہ کے پاس آئے کہ جو اس وقت فصاحت و بلاغت میں اپنے زمانے کا استاد مانا جاتا تھا کفار قریش نے اس سے کہا کہ ہم نے پیغمبر اسلام سے ایسے کلمات سنے ہیں کہ ویسے کلمات ہم نے کسی سے نہیں سنے تو ولید ان کے ساتھ صحن کعبہ میں پیغمبر اسلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے کہا اے محمد اپنے اشعار سناؤ۔ پیغمبر نے اسکی تردید کرتے ہوئے سورہ حم سجدہ کی تلاوت کی جب

آپ اس آیت تک پہنچے " فان اعرضوا فقل انذرتکم صاعقۃ۔ الخ۔
تو اچانک خوف زدہشت سے ولید کا بدن کانپنے لگا اور اس کے بدن کے بال کھڑے ہوگئے اور وہ حیرت زدہ کھڑا ہو کر خاموشی سے اپنے گھر کی طرف چلدیا۔ یہ دیکھکر کفار قریش پریشان ہوگئے کہ کہیں ولید مسلمان نہ ہو جائے تو ابو جہل نے ولید کے پاس جاکر کہا ہمیں رسوا کرنے کیلئے کیا تم محمدؐ کے دین میں داخل ہو گئے ہو ولید نے کہا نہیں میں اپنے دین پر قائم ہوں لیکن میں نے محمدؐ سے عجیب کلام سُنا ہے کہ جس سے میرا بدن کانپنے لگا اور آج تک میں نے ایسے کلمات نہیں سنے۔ ابوجہل نے کہا کیا وہ اشعار ہیں۔ ولید نے کہا نہیں۔ ابو جہل نے کہا کیا وہ خطبہ ہے۔ ولید نے کہا نہیں کیونکہ خطبہ کے کلمات متصل ہوتے ہیں اور یہ منثور کلام ہے اور اسمیں عجیب کشش وحسن اور مٹھاس ہے کہ جسکی تعریف نہیں ہوسکتی۔ ابوجہل نے کہا کیا یہ کہانت ہے ولید نے کہا نہیں ابوجہل نے کہا پھر اس کلام کو کیا نام دینا چاہیئے۔ ولید نے کہا مجھے سوچنے دو۔ دوسرے روز ولید نے قوم کو جواب دیا کہ یہ جادو یعنی سحر بیان ہے کیونکہ جادو بھی دلوں کو کھینچتا ہے اور ان کلمات میں ایسی کشش ہے کہ ہر سننے والے کو اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں۔ اسکے بعد کفار قریش نے پیغمبر اسلام کو ساحر کہنا شروع کر دیا اس طرح کفار قریش نے اپنے عجز کے اعتراف کے ساتھ قرآن کی معجزانہ اثر پذیری کا اقرار کیا۔ اور ادھر قرآن حکیم نے اعلان کیا " ماھو بقول شاعر ولا کاھن۔ الخ۔

اس کے ساتھ قرآن حکیم نے دنیاء عقل ودانش اور خصوصاً صاحب زبان قوم عرب کو مخاطب کر کے بار بار انکو چیلنج اور انکی غیرت کو جوش دلایا ہے کہ اگر تم میں کوئی دم خم ہے تو اس کلام ربانی کے کسی سورہ جیسا سورہ یا چند آیات بنالاؤ اور پھر یہ اعلان کیا کہ " تم ہرگز اس کتاب کا مثل نہیں لاسکتے" بار بار یہ اعلان سُننے کے باوجود عرب قوم میدان جنگ میں مسلسل قتل وشکست اور ذلت ورسوائی برداشت کرتی رہی لیکن سورہ یا آیت کا مثل لانے کی ہمت نہ کر سکی جس سے واضح ہے کہ اگر اس کلام ربانی کا مثل لانا انکی قدرت واختیار میں ہوتا تو ضرور کوئی کلام تیار کرلاتے اور یہ ذلت ورسوائی ہرگز برداشت نہ کرتے۔ انکے مسلسل ذلت ورسوائی برداشت کرنے سے ان کے عجز اور قرآن حکیم کے اعجاز کی تائید ہوتی ہے جیسا کہ دنیاء عرب کے چار مشہور ماہرین فن ابن ابی عوجاء۔ عبداللہ ابن مقفع عبدالملک بصری اور ابوشاکر دیصانی نے قرآن حکیم کو چار حصوں میں تقسیم کر کے سال بھر میں ایک ایک حصے کا جواب تیار کرنے کا عہد کیا لیکن سال کے بعد موسم حج میں جب خانہ کعبہ کے پاس جمع ہوئے اور گفتگو کا آغاز کیا تو عبداللہ نے کہا میں نے جیسے ہی اس آیت " یا ارض ابلعی ماءک۔ الخ کو دیکھا تو سال بھر اس آیت کی گہرائیوں میں غور وفکر کرتے گزر گیا اور میں عاجز آگیا۔ اور ابوشاکر نے کہا میں نے جیسے ہی اس آیت " فاستمعوا لہ ان الذین یدعون من دون اللہ۔ الخ۔ کو دیکھا تو سال بھر اس آیت کی گہرائیوں میں غور وفکر کرتے

گزر گیا اور میں عاجز آگیا۔ اور ابن ابی عوجا نے کہا کہ جیسے ہی میں نے اس آیت " لو کان فیھما الھۃ ۔ الخ۔ کو دیکھا تو سال بھر اسکی گہرائیوں میں سرگرداں رہا اور تصدیق کرتا ہوں کہ اس کتاب کا مثل لانا ممکن ہے۔ اور عبد الملک بصری نے کہا جیسے ہی میں نے اس آیت " فلما استیأسوا منہ ۔۔۔ الخ کو دیکھا تو سال بھر اسکی گہرائیوں میں غور و فکر کرتے گزر گیا اور میں عاجز آگیا۔ اس وقت امام جعفر صادقؑ طواف کررہے تھے آپ ان کے پاس سے اس آیت کی تلاوت کرتے ہوئے گزرے " قل لئن اجتمعت الانس والجن ۔۔۔ الخ

قرآن حکیم ایک جانب نبوۃ خاتم کی صداقت کیلئے برہان ابدی ہے اور دوسری جانب خلاق عالم کے علم و حکمت کا عظیم شاہکار ہے۔ اس صحیفہ سماوی کے اصول و ضوابط ائل اور ابدی ہیں زمانے کا تسلسل اسکے اصول و ضوابط کی افادیت اور اہمیت میں کمی پیدا نہیں کرسکتا۔ اقوام عالم نے اپنے ملک و قوم کیلئے جدا جدا آئین و قوانین بنا رکھے ہیں اور انہیں وقت و حالات کے بدلنے سے تبدیلی کرتے رہتے ہیں وہ ایک فرد کا مرتب کردہ آئین ہو یا پارلیمنٹ کا عرصہ دراز تک اپنی اصلی صورت و حالت میں باقی نہیں رہتا۔ اور عملی میدان میں اسکی خامیاں ظاہر ہونے کے ساتھ اسمیں تبدیلی جاری رہتی ہے لیکن قرآن حکیم خالق فطرت کی طرف سے ایسا مکمل آئین و ضابطہ حیات ہے کہ جس کے اصول و قوانین بلا امتیاز ملک و نسل اقوام عالم کیلئے یکساں اہم و مفید ہیں۔ نسل و قوم کا اختلاف یا زمان مکان کی تبدیلی سے اسکے آفاقی و عالمگیر اصول و قوانین میں کوئی فرق و تبدیلی نہیں آتی۔ کیونکہ یہ صحیفہ سماوی انسانی فطرت کے تقاضوں کے مطابق زندگی کے ہر شعبے میں رہنمائی کرتا ہے۔ اور جبکہ یہ بات بھی واضح ہے کہ وقت و زمانے کا طویل سفر زبانوں کو بدل دیتا ہے ہر زبان میں تقریباً سو سال کے سفر کے بعد نئے الفاظ کی اسقدر ملاوٹ شروع ہوجاتی ہے کہ اسکی ابتدائی اصل صورت باقی نہیں رہتی۔ بعض الفاظ تو مکمل طور پر ترک ہوجاتے ہیں اور انکی جگہ نئے الفاظ لے لیتے ہیں۔ لیکن قرآن حکیم کی یہ عظمت و شان اعجازی ہے کہ اس میں ایسے الفاظ و کلمات استعمال کئے گئے کہ جو چودہ سو سال کے طویل سفر کے باوجود اسکی جامعیت اور معنویت و افادیت میں کوئی فرق نہیں آیا اور نہ ہی کسی تبدیلی کی ضرورت محسوس ہوئی۔ آج بھی اسکی تلاوت کرتے وقت یہی محسوس ہوتا ہے کہ یہ اسی دور کی اصلاح و ہدایت کیلئے کلام ربانی ہے۔ اور پھر یہ بات بھی واضح ہے کہ انسانی کلام اپنے زمانے و ماحول کے حالات کا آئینہ دار ہوتا ہے آج سے دو سو سال قبل جبکہ موجودہ دور کی ایجادات کا نام و نشان اور تصور تک نہیں تھا لہذا اس دور کے کلام میں ان ایجادات کا ذکر نہیں ملے گا۔ اور اسی طرح آج سے دو سو سال بعد جو ترقی و انقلاب آئیگا اور ایجادات معرض وجود میں آئینگی آجکا انسان انکا تصور بھی نہیں کرسکتا لہذا مستقبل کی ایجادات و انکشافات کا تذکرہ آج کے انسانی کلام میں نہیں ہوگا۔ لیکن اگر آج سے چودہ سو سال قبل کا کوئی ایسا کلام ہو کہ جو آجتک ہر دور کی علمی

ترقی اور انکشافات پر احاطہ رکھتا ہو اور مستقبل کی ترقی وانکشافات کیطرف رہبری بھی کرتا ہو اور علوم کائنات پر احاطہ رکھتا ہو تو یقیناً یہ کلام کائنات کے خالق کا کلام ہے جو قیامت تک عالمین کا ھادی و رہبر ہونے کی بنا پر شان اعجازی کا حامل اور نبوۃ خاتم کی صداقت کی دلیل ہے

قرآن حکیم کا ہر لفظ و کلمہ اور ہر آیت انہی حروف ابجد سے مرکب ہے کہ جو ہر انسان کی زبان پر جاری ہیں اور ان الفاظ کو استعمال کیا گیا ہے کہ جو الفاظ اکثر صاحبان زبان اپنی گفتگو میں استعمال کرتے تھے جبکہ انسان آج ترقی کی اس منزل تک پہنچ چکا ہے کہ مادی کائنات کی ہر شے و ہر ذرے کے اجزاء ترکیبی جانتا ہے وہ ایک پتے کے تمام اجزاءِ ترکیبی کو جانتا ہے لیکن وہی اجزاء اسی مقدار میں جمع کرکے ایک پتہ تیار نہیں کرسکتا۔ اسی طرح وہ جسم انسانی کے تمام اجزاءِ ترکیبی اور انکی مقدار کو جانتا ہے لیکن وہی اجزاء اسی ترکیب سے جمع کرکے جسد انسانی تیار نہیں کرسکتا۔ اسی طرح خالق فطرت نے چاہا کہ وہ حروف والفاظ کہ جن کو انسان روزانہ استعمال کرتا ہے انہی حروف والفاظ کو ایک خاص ترکیب و ترتیب دیکر فصاحت و بلاغت اور علم و حکمت کا ایسا جامع شاہکار بنا کر انسان کے سامنے پیش کردیا جائے کہ دنیا ء علم و دانش اسے دیکھکر پکار اٹھے کہ یہ بشر کا کلام نہیں بلکہ خالق بشر کا کلام ہے جبکہ بشریت کے تقاضے کے لحاظ سے کوئی بھی ماہر فن جب کسی موضوع و چیز کا وصف نظم و نثر میں بہترین و حسین انداز میں کرے لیکن جب دوبارہ اسی موضوع و چیز کی توصیف و تعریف کرے گا تو اسکے کلام میں پہلے کیطرح کا حسن و کمال اور معنویت نہیں رہے گی۔ لیکن قرآن حکیم کی یہ انفرادیت اور عظمت و اعجاز ہے کہ اس نے اگر ایک ہی چیز یا موضوع کا کئی بار ذکر کیا ہے تو اسکی فصاحت و بلاغت کے کمال و حسن اور معنویت کی جامعیت و افادیت میں کہیں فرق نہیں آیا۔

اس کے علاوہ یہ بات بھی واضح ہے کہ کوئی بھی ماہر فن نظم و نثر میں کسی چیز کی توصیف بیان کرے تو اسکا پورا کلام اول سے آخر تک فصاحت و بلاغت اور معنویت کی جامعیت میں یکساں نہیں ہوگا بعض حصے بلیغ ہوں گے تو بعض انتہائی کمزور بھی ہوں گے۔ لیکن قرآن حکیم کی یہ شان اعجازی ہے کہ جو اول سے آخر تک مکمل یکساں منزل اعجاز پر فائز ہے اسی لئے۔ - - اس کے کسی بھی سورہ یا آیات کا جواب لانیکا دنیائے عقل کو چیلنج کیا گیا ہے۔

اسکے علاوہ ماہرین فن کے کلام کے حسن و بلاغت کا کمال کسی خاص موضوع و چیز کے وصف میں ہوتا ہے اس سے ہٹ کر ان کے کلام میں ویسا کمال نہیں رہتا جیسے امراءُالقیس طرب و عورت اور گھوڑے کی تعریف و توصیف میں بہترین اشعار کہتا ہے لیکن اسکے علاوہ دوسرے موضوعات میں اسکے کلام میں ویسا حسن و کمال نہیں ہے۔ اور اسی طرح اعشیٰ کا کلام طلب کے وقت شراب کے وصف میں اور زھیر کا کلام رغبت و رجاء کیلئے بہترین کلام ہے لیکن ان کے علاوہ موضوعات میں ویسا حسن و کمال نہیں ہے۔ اسی طرح نابغہ کا کلام خوف کے وقت کی بہترین عکاسی کرتا ہے لیکن

اسکے علاوہ موضوعات میں ویسا حسن وکمال نہیں اور یہی ہر صاحب کمال کا حال ہے ۔ لیکن قرآن حکیم کی یہ عظمت والفرادیت ہے کہ ہر فن و ہر موضوع اور ہر چیز کی توصیف میں اسکا کلام یکساں معجزانہ فصاحت و بلاغت اور جامعیت کا حامل ہے ۔ جیسا کہ ترغیب کیلئے فرمایا کہ فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین (۱۷)
حم سجدہ ۔ اور سورہ اعراف میں فرمایا ۔ وفیھا ما تشتھیہ الانفس وتلذ الاعین (۷۱)
اور ترہیب کیلئے فرمایا أفأمنتم ان یخسف بکم جانب البر (۶۸) بنی اسرائیل
اور سورہ ملک میں فرمایا ۔۔ أأمنتم من فی السماء ان یخسف بکم الارض فاذا ھی تمور (۱۶)
اور زجر کیلئے فرمایا ۔۔ فکلا اخذنا بذنبہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ومنھم من اغرقنا ۔ الخ (۴۰) عنکبوت
قرآن حکیم اس لحاظ سے بھی شان اعجازی کا حامل ہے کہ اسمیں مختصر سے مختصر کلمات میں وسیع مضامین کو سمو دیا گیا ہے جیسا کہ قصاص کیلئے اسکا ارشاد ہے وفی القصاص حیاۃ یاولی الالباب
اور سبحان الذی خلق الازواج کلھا مما تنبت الارض ومن انفسھم ومما لا یعلمون
اسکے علاوہ یہ بات بھی واضح ہے کہ انسانی کلام یعنی نظم ونثر کا حسن وکمال مشاہدات کی تعریف و توصیف میں ہوتا ہے چنانچہ فصحاء عرب کے کلام کا حسن وکمال اونٹ وگھوڑے اور نیزہ زنی وشمشیر زنی اور شراب وکنیز کے وصف میں نمایاں تھا ۔ اسی طرح دنیا کے شعراء کا حال ہے ۔ لیکن قرآن حکیم کی یہ عظمت والفرادیت ہے کہ اسمیں کائنات کے غیوبات وغیر مشاہدہ اشیاء جنت و دوزخ اور نعمات جنۃ اور اسکے علاوہ اعتقادات اور اعمال واخلاقیات اور مفاہیم عقلیہ کا اس معجزانہ انداز سے ذکر کیا گیا ہے کہ کہیں بھی اسکی شان اعجازی میں فرق نہیں آیا تمام موضوعات اور موجودات ومعقولات کے ہر پہلو کو یکساں معجزانہ انداز سے واضح کیا ہے ۔ اور ان مفاہیم کو معجزانہ انداز سے بیان کیا ہے کہ جہاں عقل انسانی کی رسائی بغیر وحی والہام کے نہیں ہو سکتی ۔
اور یہ بات بھی واضح ہے کہ کسی بھی ماہر فن شاعر وخطیب کے کلام میں مبالغہ آرائی کے بغیر حسن وکمال کا جوہر نمایاں نہیں ہوتا یعنی انکے بہترین کلام میں مبالغہ آرائی وجھوٹ کی ملاوٹ ہوتی ہے چنانچہ ماہرین فن شعراء لبید ابن ربیعہ وحسان ابن ثابت جب مسلمان ہوئے تو کذب ومبالغہ آرائی کو ترک کرنے کی بنا پر انکا کلام سابقہ حسن وکمال سے گر گیا ۔ لیکن قرآن حکیم کی یہ انفرادی شان ہے کہ جو ہر طرح کی مبالغہ آرائی وکذب سے پاک ہے اسمیں مکمل صداقت وحقیقت ہونے کے باوجود نہ ہی اس کے حسن وکمال میں فرق آیا اور نہ ہی شان اعجازی میں فرق آیا ۔
اور اسکے علاوہ اتنا طویل وجامع کلام ہونے کے باوجود سہو ونسیان اور اختلاف تناقص اور خلل وزلل سے پاک ہے جیسا فرمان یزدانی ہے کہ ۔۔ لو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا ۔

"اگر یہ خدا کے غیر کا کلام ہوتا تو اسمیں کثیر اختلاف پاتے"

یعنی نہ ہی اسکے مطالب و مفاہیم میں اختلاف ہے اور نہ ہی معجز! نہ فصاحت و بلاغت کی منزلت میں کوئی فرق ہے اور یہ امر بھی واضح ہے کسقدر بہترین و بلند مرتبہ کلام و کتاب کیوں نہ ہو اگر اسکی ترتیب کو یکسر بدل دیا جائے اور اس کے کلمات و عبارات کو آگے پیچھے کر دیا جائے اور پوری کتاب کے ساتھ یہ سلوک کیا جائے تو کتاب ردی میں پھینکنے کے قابل ہو جائے گی کیونکہ اسکا کمال اور معنویت و افادیت ختم ہو جائے گی لیکن اگر کوئی ایسی کتاب ہو کہ جسے دو بار سہ بار جمع کرنیوالوں نے اپنے مخصوص مقاصد کیلئے اسکی آیات کی ترتیب کو اسطرح بدل دیا ہو کہ مکی سورتوں میں مدنی آیات اور مدنی سورتوں میں مکی آیات کو شامل کر دیا ہو لیکن اسکے باوجود نہ ہی اسکی فصاحت و بلاغت کے کمال میں فرق آئے اور نہ ہی اسکی معنویت و افادیت اور جامعیت میں فرق آئے تو یقیناً وہ شان اعجازی کی بنا پر کلام ربانی ہے

اور یہ بھی بات واضح ہے کہ انسانی کلام جذباتیت و تاثرات کا نتیجہ ہوتا ہے وہ حالات و واقعات اور مواقع سے متاثر ہو کر اپنے جذبات کا الفاظ و کلام میں اظہار کرتا ہے جسکی بنا پر انسانی کلام کی کمزوریاں آشکارا ہوتی ہیں جب خوشی و محبت کے جذبات کا اس پر غلبہ ہوتا ہے تو اس وقت نفرت و غضب اور غم کے جذبات و اثرات سے غافل ہوتا ہے اور جب غم و مصیبت یا غضب کے جذبات کا شکار ہوتا ہے تو اس وقت وہ خوشی کے جذبات و اثرات سے دور ہوتا ہے اور پھر کسی جذبے کے غلبے پر توازن برقرار رکھنا مشکل امر ہے۔ لیکن قرآن حکیم جس ذات کا کلام ہے وہ جذباتیت و تاثرات سے پاک ہے اسکے کلام میں رحم و غضب اور خوشی و غمی کا متوازن ساتھ ساتھ تذکرہ ملے گا جیسا کہ سورۂ الحجر میں ارشاد ربانی ہے نبئ عبادی انا الغفور الرحیم و ان عذابی ھو العذاب الالیم ۵ " (اے رسول) میرے بندوں کو آگاہ کر دو کہ یقیناً میں بڑا بخشنے والا مہربان ہوں (مگر ساتھ ہی خیال رہے کہ) یقیناً میرا عذاب بھی بڑا دردناک ہے"

اسکے علاوہ اس صحیفہ ربانی نے کئی حیثیت سے قوانین فطرت کو بدل کر اپنی شان اعجازی کو واضح کیا ہے۔ چنانچہ قانون فطرت ہے کہ جسقدر انتہائی دلچسپ و دلکش کتاب کیوں نہ ہو اسے ایک بار پڑھنے کے بعد دوسری و تیسری بار پڑھنے میں پہلا سا شوق و رغبت باقی نہیں رہے گی اور بالآخر رغبت و شوق ختم ہو جائے گا لیکن اگر کوئی ایسی کتاب ہو کہ جس کے معانی و مطالب نہ جاننے کے باوجود اسے بار بار پڑھنے سے شوق تلاوت بڑھتا جائے اور اسکی طرف رغبت و شوق بڑھنے کے ساتھ اسکی تلاوت سے قلب و باطن میں نور و جلاء پیدا ہو تو یقیناً اسطرح قانون فطرت کو توڑنے کی بنا پر وہ کتاب معجزہ ہونے کے ساتھ پیغمبر خاتم کی صداقت کی دلیل بھی ہے۔ چنانچہ دنیا میں جس کثرت سے قرآن حکیم کی تلاوت ہوتی ہے اس کثرت سے کسی الہامی کتاب کی تلاوت نہیں ہوتی اور

جسطرح اس کتاب ربانی کے دنیا میں لاکھوں حافظ ہر دور میں رہے ہیں اور ہیں اسقدر کسی الہامی کتاب کے حافظ نہیں ہیں۔ اور صرف ماہ رمضان میں دنیا بھر میں اس کتاب کے لاکھوں ختم ہوتے ہیں لیکن اس کثرت تلاوت کے باوجود اسکی تلاوت کے شوق میں اضافہ ہوتا ہے۔ چنانچہ جب امام جعفر صادقؑ سے دریافت کیا گیا کہ زیادہ نشر و اشاعت اور درس و تدریس کے باوجود قرآن کی تازگی بڑھتی ہے اسکی کیا وجہ ہے۔ امامؑ نے فرمایا یہ اس لئے ہے کہ خدا نے اسے صرف ایک زمانے اور ایک قوم کیلئے نہیں بھیجا ہے اس لئے یہ ہر زمانے اور ہر قوم کے لئے تازہ کلام رہے گا۔

اسکے علاوہ کائنات کے تمام علوم اور تمام غیوبات کا یہ جامع صحیفہ ہے ماضی وحال اور استقبال کی تمام اخبار و احوال اسکے دامن میں پنہاں ہیں اور ہر غیب اسکے دامن میں موجود ہے۔ چنانچہ زمانۂ رسالت میں اس کی کئی پیشگوئیوں کی صداقت ظاہر ہوئی جیسا کہ ہجرت کے وقت پیغمبر اکرم بے یار و مددگار جب رات کی تاریکی میں مکے سے نکل کر غار ثور میں پوشیدہ ہوئے تھے اور پھر جب وہاں سے نکل کر مدینے کیطرف جا رہے تھے تو پیچھے مڑ مڑ کر اپنے وطن کو حسرت سے دیکھ رہے تھے تو اس وقت وحی ربانی نے اس پیشگوئی سے آپ کو تسلی دی کہ ان الذی فرض علیک القرآن لرادک۔ الخ "یقینا جس خدا نے تم پر قرآن نازل کیا ہے وہ ضرور تمہیں اپنے وطن تک واپس پہنچا دے گا۔ الخ"

اور پھر ۶ھ میں جب پیغمبر اسلام عمرے کے ارادے کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ ہوئے اور حدیبیہ کے مقام پر کفار مکہ سے معاہدہ کر کے بغیر عمرہ ادا کئے جب واپس لوٹنا پڑا تو اس وقت بعض صحابہ اس صلح کے معاہدے کو مسلمانوں کی کمزوری سمجھ رہے تھے کیونکہ قریش نے مکے میں داخلے سے مسلمانوں کو روک دیا تھا لیکن اس معاہدہ میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ مسلمان آئندہ سال عمرہ ادا کریں گے۔ تو اسی وقت سورہ فتح کا نزول ہوا اور اس صلح کو قرآن حکیم نے فتح مبین قرار دے کر مسلمانوں کی کامیابی کی پیشگی خبر دیدی — سورہ فتح کی ان آیات فتح میں حقیقتاً دو فتوحات کی پیشگی خبر دی گئی ہے ۷ ہجری میں خیبر کے طاقتور یہود کو شکست دیکر فتح خیبر کی فتح ہے اور دوسرے فتح مکہ اور پورے عرب کی طاقت کو شکست دینے کی پیشگوئی کیگئی ہے چنانچہ دو سال کے اندر اندر یہ دونوں فتوحات حاصل ہوگئیں۔

اسکے علاوہ کئی بین الاقوامی پیشگوئیاں کیں کہ جنمیں اس زمانے کی دو بڑی سلطنتوں کے درمیان معرکہ آرائی میں روم کی فتح کی خبر ہے جبکہ ایرانی افواج نے پوری رومی سلطنت کو تاراج کر کے اس کے مرکز کو تباہ کر دیا تھا۔ ایسی صورت میں کسریٰ کی عظیم طاقت کو شکست دینا ناممکن سی بات تھی لیکن قرآن حکیم نے اسکی پیشگی خبر دی اور مدت کا تعین بھی کر دیا چنانچہ سورہ روم میں ہے کہ غلبت الروم فی ادنی الارض

قریب ہی کی سرزمین میں نصاریٰ آتش پرستوں سے ہار گئے مگر عنقریب یہ لوگ اپنے ہارنے کے بعد چند سالوں میں پھر غالب آجائیں گے" اور لفظ "بضع" دس سال سے کم مدت کیلئے ہے اسطرح قرآن کی پیشگوئی حرف بحرف درست ثابت ہوئی اور رومی غالب آگئے۔

اور سورہ کوثر میں پیغمبر اکرم کی نسل کی کثرت اور آپ کے دین کے غلبے کی بنا پر آپ کے ذکر خیر کی کثرت یعنی اذان و نماز اور درود و سلام میں کثرت سے ذکر ہونے کی پیشگی خبر دیگئی ہے اور یہ پیشنگوئی دعوۃ اسلامی کے آغاز کے وقت دیگئی تھی۔

اور پیغمبر اسلام کے دنیا سے جانے کے بعد راہ ھدایت سے ہٹ جانے والے مسلمانوں اور ایک نئی غیر عرب قوم کی اسلام میں شمولیت کی سورہ مائدہ کی آیت ۵۴ میں اور سورۂ محمدؐ کی آیت ۳۸ میں پیشگی غیب کی خبر دی گئی ہے۔

اور سورہ حم سجدہ میں انسان کے مشاھدہ کائنات کرنے اور سورہ انشقاق میں ایک سیارے سے دوسرے سیارے کی طرف انسان کے جانے کی پیشنگوئی کیگئی (ان سائنسی موضوعات کیلئے ہماری کتاب "اسلام اور عصری انکشافات" کا مطالعہ مفید ہوگا۔)

ایک دفعہ ابوجہل و ابوسفیان اور اخنس بن شریق علیحدہ علیحدہ چھپ کر رات کو حضورؐ اکرم سے قرآن کی تلاوت سننے گئے رات کے آخری حصے میں حضورؐ اکثر بلند آواز سے تلاوت کیا کرتے تھے۔ رات کی تاریکی میں حضورؐ کے گھر کے باہر قرآن سنتے رہے جب تینوں قرآن سنکر جانے لگے تو تینوں کی ایک دوسرے سے ملاقات ہوگئی تو ایک نے دوسرے سے پوچھا کہ اس تاریکی میں یہاں کیوں آئے تو ابوجہل نے کہا کہ میں نے قرآن کی بہت شہرت سنی اس لئے آیا کہ خود سنکر دیکھوں کہ کیسا ہے۔ ابوسفیان نے کہا میں بھی اسی غرض سے آیا تھا تو وہاں تینوں نے عہد کیا کہ آئندہ کبھی قرآن نہیں سنیں گے اسمیں تو ہمارے دیوتاؤں اور باپ دادا کی رسم و رواج کی برائی ہے ہم نے قرآن سنا تو تمام لوگوں اور ہماری اولاد پر برا اثر پڑے گا کہ ہم کو دیکھتے ہیں اور خود سننے کیلئے دوڑ کر جاتے ہیں۔ پختہ عہد کر کے چلے گئے لیکن دوسری رات پھر سننے کیلئے جدا جدا پہنچ گئے سن کر واپس لوٹتے ہوئے پھر ایک دوسرے سے ملاقات ہوگئی پھر ایک دوسرے سے معذرت کرنے لگے پھر عہد و پیمان کیا کہ نہیں سنیں گے لیکن تیسری شب پھر پہنچ گئے اور جاتے ہوئے پھر ایک دوسرے سے ملاقات ہوگئی تو اب اخنس ابوجہل کے گھر گیا اور کہا کہ تم تو محمدؐ کی مخالفت میں سب سے آگے ہو پھر عہد و پیمان کرنے کے باوجود تین روز تک عہد کو توڑ کر سننے کے لئے جاتے رہے سچ بتاؤ تمہاری قرآن کے متعلق کیا رائے ہے ابوجہل نے کہا اے اخنس صحیح بات تو یہ ہے کہ قرآن انسانی کلام تو نہیں ہے بلکہ واقعی خدا کا کلام ہے لیکن محمدؐ کی تابعداری میں شرم و عار آتی ہے۔ اس کے بعد اخنس ابوسفیان کے گھر پہنچا اور ابوسفیان سے پوچھا تو اس نے بھی یہی جواب دیا۔

مکہ مکرمہ میں ضماد ازدی جھاڑ پھونک کا کام کرتا تھا جب کفار مکہ کی زبانی سُنا کہ پیغمبر اکرم کو جنون ہوگیا ہے تو وہ جھاڑ پھونک کیلئے ہمدردی کی بنا پر پیغمبر اکرم کی خدمت میں حاضر ہو کر جو کچھ سُنا تھا بیان اور کہا اگر اجازت ہو تو جھاڑ پھونک سے انکا علاج کروں۔ پیغمبر اکرمؐ نے جواب کے بجائے اسکے سامنے چند آیات پڑھیں جن کو سن کر اس پر حیرت و سکتے کی کیفیت طاری ہوگئی اور کہا یہ کیسا فصیح و بلیغ کلام ہے اسمیں کیسی معقول باتیں ہیں اور کیسا مدلل کلام ہے۔ عرض کیا یہ کلام مزید سُنائیں۔ پیغمبر اکرم نے چند آیات سنائیں۔ تو اس نے عرض کیا بخدا میں نے کاہنوں و جادوگروں سے منتر سنے اور شعراء کے قصائد سنے لیکن اے محمدؐ یہ ایسا کلام ہے کہ سمندر بھی اثر کئے بغیر نہ رہے۔

کفار مکہ نے یہ طے کر رکھا تھا کہ جب کوئی اجنبی باہر کا آدمی مکہ میں داخل ہوتا تو اسکے سامنے پیغمبرؐ کی برائی بیان کرتے اور کہتے کہ آپ جادوگر و مجنون ہیں تاکہ آپ کا کلام بالکل نہ سنے اسی طرح قبیلہ دوس کا سردار طفیل بن عمرو دوسی ایک دفعہ کعبہ کی زیارت کیلئے مکے آیا وہ بڑا ذہین اور فصیح البیان خطیب تھا قریش نے اسے بھی حضورؐ کے خلاف بہت کچھ کہا اور کہا کہ انہوں نے ہمارے گھروں میں تفرقہ ڈالدیا ہے انکی ایسی باتیں ہیں کہ جو سنتا ہے متاثر ہو جاتا ہے یہ جادو ہے۔ طفیل نے دل میں طے کیا کہ پیغمبرؐ کا کلام نہیں سنے گا اور احتیاط کے طور پر کانوں میں روئی بھی رکھ لی لیکن جب وہ کعبہ کا طواف کر رہا تھا تو اس نے حضورؐ اکرم کو بھی طواف کرتے دیکھا کہ آپ آہستہ آہستہ کچھ پڑھ رہے ہیں اسکے دل میں خیال آیا کہ کیا میں اتنا بزدل ہوں کہ کلام نہیں سن سکتا جب پیغمبرؐ فارغ ہو کر چلے تو طفیل بھی پیچھے پیچھے چلا اور کہا میں نے آپکی زبان مبارک سے کلام سنا جو بہت پسند آیا آپ اپنے دین کے اصول بتائیں آپ نے اصول بیان کئے اور پھر قرآن سُنایا سنتے ہی بے خود ہو گیا بیساختہ کہا انت رسول الله حقاً والقرآن کلام الله "آپ برحق خدا کے رسول ہیں اور قرآن خدا کا کلام ہے"

عُلومُ القرآن

وعندہٗ مفاتح الغیب لایعلمھا اِلّا ھُوط ولیعلم ما فی البرّ والبحر وما تسقط من ورقۃٍ الّا یعلمھا ولاحبّۃٍ فی ظلمٰتِ الارض ولارطب وّلایابس الّا فی کتاب مبین (۵۹) انعام۔

اور اسی کے پاس تمام غیوبات کی چابیاں ہیں جنکو اسکے سوا اصلاً کوئی نہیں جانتا اور جو کچھ خشکی وتری میں ہے اسے وہی اصلاً جانتا ہے اور کوئی پتہ نہیں گرتا مگر وہ اسے جانتا ہے اور نہ ہی زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ اور نہ ہی کوئی تر اور نہ ہی کوئی خشک چیز ہے مگر یہ کہ وہ سب واضح کتاب میں موجود ہے۔"

ومامن دآبۃ فی الارض ولاطائر یطیر بجناحیہ الّا امم امثالکم مافرّطنا فی الکتٰب من شیئٍ ثمّ الی ربھم یحشرون (۳۸) انعام

زمین میں جو چلنے پھرنے والے جاندار ہیں اور جو اپنے پروں سے اڑنے والا پرندہ ہے تو انکی بھی تمہاری طرح جماعتیں ہیں ہم نے تو کتاب یعنی قرآن میں کسی بات کو نہیں فروگزاشت کیا پھر سب کے سب اپنے پروردگار کی بارگاہ میں لائے جائیںگے۔

ویوم نبعث فی کل امۃٍ شھیداً علیھم من انفسھم وجئنابک شھیداً علیٰ ھٰؤلاءط ونزّلنا علیک الکتاب تبیاناً لکلّ شیئٍ وھدیً ورحمۃ وبشریٰ للمسلمین (۸۹) سورۂ نحل۔

اور جس روز ہم ہر گروہ میں سے انہی میں سے ایک گواہ ان کے مقابل لاکھڑا کریں گے اور (اے رسول) تم کو ان تمام لوگوں پر گواہ بنا کر لا کھڑا کریں گے اور ہم نے تم پر جو کتاب نازل کی ہے اسمیں ہر چیز کا بیان موجود ہے اور جو مسلمانوں کیلئے مکمل ھدایت اور رحمت اور خوشخبری ہے۔

قرآن حکیم علوم کائنات کی ایسی جامع کتاب ہے کہ جسکی گہرائیوں میں غوطہ زن ہونے سے اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ اسکے دامن میں کائنات کا ہر خشک وتر پنہاں ہے۔ یہ کتاب ایک جانب انسانی سیرت وکردار کی تکمیل کی ضامن ہے تو دوسری طرف علوم کائنات کی جامع ہونے کے ساتھ عقول انسانی کو علم وعرفان کی معراج تک پہونچانے کی بھی ضامن ہے اس صحیفہ کا موضوع انسانی فکر وعمل کی اصلاح یعنی انسانیت کی تعمیر وتکمیل ہے لیکن اسنے

کائنات کے رموز و اسرار کے تجسس و تحقیق اور تسخیر کو معرفت الٰہی و بندگی رب کا اہم ذریعہ قرار دیا ہے۔
جیسا کہ سورہ سجدہ میں فرمان ربانی ہے کہ "عنقریب ہم انکو اپنی نشانیاں کائنات کی پنہائیوں میں اور ان کے وجود و نفس میں دکھائیں گے تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ یقیناً خدا کی ذات برحق ہے۔"
اس صحیفۂ سماوی میں عظمت و جامعیت ہے کہ اسکی ہر ہر آیت کے دامن میں کئی کئی علوم سمو دیئے گئے ہیں۔
اس صحیفہ سماوی میں علم الاخلاق بھی ہے اور علم معاشرت بھی علم سیاست بھی ہے اور علم تجارت بھی علم جماد بھی ہے اور علم نبات بھی۔ علم الحیوان بھی ہے اور علم الانسان بھی علم منطق و فلسفہ بھی ہے اور علم جغرافیہ و علم تاریخ بھی۔ اس کے دامن میں علم النفس بھی ہے اور علم تعبیر الرؤیا بھی۔ علم معانی و بیان بھی ہے اور علم بدیع و عروض بھی۔ علم تجوید بھی ہے اور علم الاعداد بھی۔ علم الحساب بھی ہے اور علم النجوم بھی۔ علم جرثقیل بھی اور علم الامثال بھی علم نجوم بھی ہے اور علم ریمیا بھی ہے و علم کیمیا بھی اور علم دیمیا بھی ہے اور علم ثیمیا بھی ہے۔ اس کے دامن میں علم قیافہ بھی ہے اور علم معمہ بھی۔ علم رجال بھی ہے اور علم درایت بھی۔ اسمیں علم طبیعات بھی ہے اور علم ہندسہ بھی۔ علم مناظرہ و کلام بھی ہے اور علم خطابت بھی و کتابت بھی۔ علم جفر بھی ہے اور علم رمل بھی۔
غرض کائنات کا ہر علم اسکے دامن میں سمو دیا گیا ہے کیونکہ یہ کتاب اس ذات کا کلام ہے کہ جو تمام کائنات کی خالق و مالک ہے اسی نے اس صحیفہ کو معجزانہ صفات سے آراستہ کر کے بھیجتے ہوئے اعلان کیا کہ "کوئی خشک و تر ایسا نہیں جس (کا ذکر) اس کتاب میں نہ ہو۔"
چنانچہ کائنات کے آغاز و ابتدا کی سورہ حم سجدہ میں اسطرح وضاحت کی گئی ہے۔
ثم استوىٰ الى السماء وهي دخان۔ "پھر وہ آسمان کیطرف متوجہ ہوا تو وہ دھواں (گیس) تھا"
اور سورہ دخان میں اس نظام شمسی کے خاتمے کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ
یوم تاتی السماء بدخان مبین" یعنی اس روز آسمان دھوئیں (گیس) کی صورت میں ہو جائے گا۔"

سایہ روشنی

الم تر الیٰ ربک کیف مد الظل ولو شاء لجعله ساکناً ثم جعلنا الشمس علیه دلیلاً ثم قبضنٰه الینا قبضاً یسیراً ٥
(٤٥) فرقان
"کیا تم نے اپنے رب کی قدرت کی طرف نہیں دیکھا کہ اس نے کیونکر سائے کو پھیلایا۔ اگر وہ چاہتا تو اسے (ایک جگہ) ٹھہرا ہوا کر دیتا۔ پھر ہم نے سورج کو (اسکی پہچان کے لئے) اس کا رہنما بنایا۔ پھر ہم نے اسے تھوڑا تھوڑا کر کے اپنی طرف کھینچ لیا۔

طبیعات (PHYSICS)

پانی :- وجعلنا من الماء کل شیئ حیّ افلا یؤمنون) (۳۰) انبیاء

۱ــــ " اور ہم نے ہر جاندار کو پانی سے پیدا کیا تو کیا وہ ایمان نہیں لاتے "

۲ــــ اور خدا ہی نے زمین پر چلنے والے تمام جانداروں کو پانی سے پیدا کیا ان میں بعض تو اپنے پیٹ کے بل چلتے ہیں اور بعض چار پاؤں پر چلتے ہیں خدا جو چاہے پیدا کرتا ہے۔ یقیناً خدا ہر شے پر قادر ہے " (۵) نور

۳ــــ اور ہم نے آسمان سے ایک اندازے کے ساتھ پانی برسایا پھر اس کو زمین میں ٹھہرائے رکھا۔ اور ہم یقیناً اس کے غائب کر دینے پر قدرت رکھتے ہیں (۱۸) المومنون

وھو الذی مرج البحرین ھذا عذب فرات وھذا ملح اجاج۔ الخ (۵۳) فرقان

" اور وہی وہ (خدا) ہے کہ جس نے دو دریاؤں کو آپس میں ملا دیا لیکن یہ خالص لذیذ میٹھا ہے اور یہ بالکل کھاری کڑوا ہے

افرایتم الماء الذی تشربون أأنتم انزلتموہ من المزن ام نحن المنزلون (۶۹) لو نشاء جعلناہ اجاجاً فلولا تشکرون (۷۰) الواقعہ

" کیا تم نے پانی کو بھی نگاہ غور سے دیکھا ہے کہ جو تم پیتے ہو۔ کیا تم نے اسے بادل سے برسایا ہے یا ہم برساتے ہیں اگر ہم چاہیں تو اسے کھاری بنا دیں تو تم لوگ شکر کیوں نہیں کرتے "

۲ــــ ھوا : ارض و فضائی کثافتوں کو صاف کرنے اور بارش کی خوشخبری سنانے والی ہوا کے لئے قرآن حکیم کا ارشاد ہے

۱ــــ ومن آیاتہ ان یرسل الریاح الخ اور اسکی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ ہواؤں کو (بارش کی) خوشخبری کے لئے پہلے بھیج دیا کرتا ہے تاکہ تمہیں اپنی رحمت کی لذت چکھائے۔ الخ (۴۶) روم

۲ــــ وارسلنا الریاح لواقح۔ الخ اور ہم نے بار آور کرنے والی ہوائیں چلائیں اور ہم نے آسمان سے پانی برسایا۔ (۲۲) الحجر

۳ــــ وفی عاد اذ ارسلنا علیھم الریح العقیم الخ " اور قوم عاد میں بھی نشانی ہے جب ہم نے ان پر بے برکت بانجھ کر دینے والی ہوا چلائی۔ جس جس پر وہ چلتی اسے بوسیدہ ہڈی کی طرح ریزہ ریزہ کئے بغیر نہیں چھوڑتی۔ الخ (۴۲) ذاریات

۴ــــ

۴ــــ والمرسلات عرفاً ۱ فالعٰصفٰت عصفاً (۲) الخ المرسلات

" ہواؤں کی قسم جو دھیمی چلتی ہیں اور پھر زور پکڑ کر آندھی ہو جاتی ہیں اور (بادلوں کو) ابھار کر پھیلا دیتی ہیں پھر (ان کو) پھاڑ کر جدا کر دیتی ہیں "

آگ : افرایتم النار التی تورون (۷۱) أأنتم انشاتم الخ (۷۲) الواقعہ " تو کیا تم نے آگ کو بھی

نگاہ غور سے دیکھا کہ جسے تم لوگ لکڑی سے نکالتے ہو۔"

وَفِی الاَرضِ قِطَعٌ مُتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّن اَعنَابٍ الخ (۴) الرعد۔

(اور دیکھو کہ) خود زمین میں بہت سے حصے باہم ملے ہوئے ہیں۔ اور انگور کے باغ اور کھیت اور کھجور کے درخت بعض ایک جڑ اور دو شاخوں کے اور بعض اکیلا (ایک ہی شاخ کا) کھیتی اور کھجور کے درخت حالانکہ سب کے سب ایک ہی پانی سے سیراب ہوتے ہیں۔ اور پھلوں میں بعض کو بعض پر ہم ترجیح دیتے ہیں یقیناً عقل رکھنے والوں کے لئے اس میں (خدا کی قدرت کی) بہت سی نشانیاں ہیں۔"

کائنات کی ہر شے ایک اندازے سے خلق کی گئی ہے۔

۱۔ انا کل شیء خلقنٰہ بقدر (۴۹) وما امرنا الا واحدۃ کلمح البصر الخ

ہم نے ہر شئے کو ایک اندازے سے پیدا کیا ہے۔ ہمارا حکم ایک پلک جھپکنے . . . . ہوتا ہے۔ (۵۰) القمر

۲۔ وان من شیء الا عندنا خزائنہ وما ننزلہ الا بقدر معلوم

"ہمارے پاس ہر شئے کے خزانے ہیں اور ہم انھیں ایک مقدار معلوم کے ساتھ نازل کرتے ہیں۔" (۲۱) الحجر

۳۔ کل شیء عندہ الا بمقدار (۸) عالم الغیب والشھادۃ الکبیر المتعال (۹)

ہر شئے اس کے ہاں ایک اندازے سے ہے۔ (وہ) عالم الغیب والشہادت ہے اور بہت بلند و بالا ہے۔"

علم النبات (BOTNY)

سبحان الذی خلق الازواج کلھا مما تنبت الارض ومن انفسھم ومما لا یعلمون (۳۶) یٰس

"پاک ہے وہ ذات کہ جس نے زمین سے تمام اگنے والی چیزوں کو اور خود ان لوگوں کو اور ان چیزوں کو جس کو یہ نہیں جانتے۔ سب کو جوڑا جوڑا پیدا کیا ہے۔"

۲۔ وھو الذی انشا جنٰت معروشٰت وغیر معروشٰت الخ (۱۴۱) انعام

"اور وہی وہ (خدا ہے) کہ جس نے بہت سے باغ پیدا کئے جن میں مختلف اقسام کے درخت ہیں۔ کچھ تو انگور کی طرح ٹٹیوں پر چڑھائے ہوئے اور کچھ بے چڑھائے ہوئے۔ اور کھجور کے درخت اور کھیتی جس کے پھل (مزے میں) مختلف قسم کے ہیں اور زیتون و انار (بعض تو صورت و رنگ و مزے میں) ملتے جلتے ہیں اور بعض بے میل۔ الخ

۳۔ الم تر ان اللہ انزل من السماء ماءً فاخرجنا بہ ثمرات مختلفا الوانھا ومن الجبال جدد بیض وحمر مختلف الوانھا وغرابیب سود (۲۷) ومن الناس والدواب والانعام مختلف الوانہ

"کیا تم نے بغور نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے پانی نازل کیا اور اس سے مختلف رنگ کے پھل پیدا کئے اور پہاڑ کا بھی

سُرخ اور سفید رنگ کے ٹیلوں والے اور انسان وحیوان اور چوپائے مختلف رنگوں والے ۔ اس طرح اللہ سے صاحبان علم ڈرتے ہیں ۔ بے شک اللہ غالب اور بخشنے والا ہے ۔

حیات : وَجعلنا من الماء کل شئ حیّ ۔ (۳۰) انبیاء

" اور ہم نے ہر جاندار شئے کو پانی سے پیدا کیا تو اس پر بھی یہ لوگ ایمان نہیں لاتے "

تخلیق انسانی : (ANTHROPOLOGY) تخلیق انسانی کی وضاحت کرتے ہوئے قرآن حکیم کا ارشاد ہے ۔

ا ۔ وَلقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین ٥ ثم جعلناہ نطفۃ فی قرار مکین ٥ ثمّ خلقنا النطفۃ علقۃ ۔ الخ ۔ ۱۲ ۔ ۱۳ ۔ ۱۴ ۔ المومنون

" اور ہم نے انسان کو مٹی کے جوہر سے پیدا کیا ۔ پھر اسے ایک محفوظ جگہ ٹپکی ہوئی بوند میں تبدیل کیا ۔ پھر اس قطرے کو جما ہوا خون بنایا ۔ پھر منجمد خون کو گوشت کا لوتھڑا بنایا پھر گوشت کی ہڈیاں بنائیں ۔ پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھایا ۔ پھر اسے ایک دوسری ہی مخلوق بنا کر کھڑا کیا ۔ بس بڑا ہی برکت والا ہے اللہ کہ جو تمام کاریگروں سے بہترین کاریگر ہے " (۱۴) مومنون

اور سورہ آل عمران میں خلاق عالم کا ارشاد ہے کہ

ھو الذی یصورکم فی الارحام کیف یشاء "

" وہی وہ (خدا) ہے کہ جو ارحام میں تمہاری صورت جیسی چاہتا بناتا ہے "

اور سورہ زمر میں ہے کہ

خلقکم من نفس واحدۃ ثم جعل منھا زوجھا ۔ الخ

" اسی نے تم سب کو ایک ہی شخص سے پیدا کیا ۔ پھر اس (کی باقی مٹی) سے اسکی بیوی (حوا) کو پیدا کیا اور اسی نے تمہارے لئے آٹھ قسم کے چوپائے پیدا کئے ۔ وہی تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹ میں ایک قسم کی پیدائش کے بعد دوسری قسم کی پیدائش سے تہری تہری تاریکیوں میں پیدا کرتا ہے " الخ

انسانی لغات : ومن آیاتہ خلق السموات والارض واختلاف السنتکم والوانکم ۔ الخ

اور اسکی قدرت کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا اور تمہاری (۲۲) الروم زبانوں اور رنگوں کا اختلاف بھی ہے ۔ یقیناً اس میں صاحبان علم کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں "

علم الحیوان : واللہ خلق کل دابۃ من ماء فمنھم من یمشی ۔ الخ

اور خدا ہی نے زمین پر چلنے والے تمام جانداروں کو پانی سے پیدا کیا ۔ ان میں بعض تو اپنے پیٹ کے بل چلتے ہیں اور بعض چار پاؤں پر چلتے ہیں خدا جو چاہتا ہے پیدا کرتا رہتا ہے ۔ الخ (۴۵) نور

ان لکم فی الانعام لعبرۃ نسقیکم مما فی بطونہ ۔ الخ (۶۶) نحل

یعنی چوپاؤں میں بھی تمہارے لئے عبرت ہے کہ ان کے پیٹ میں سے گوبر اور خون کے درمیان سے ہم تم کو خالص دودھ پلاتے ہیں جو پینے والوں کے لئے خوشگوار ہے۔

"والانعام خلقھا لکم فیھا دفء ومنافع ومنھا تاکلون نحل (۵)

اور اسی نے چوپائے پیدا کئے کہ تمہارے لئے ان (کی کھال اور اون) سے جاڑوں کا (سامان) ہے اور بھی منافع ہیں۔ اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے ہو۔"

وما من دابۃ فی الارض ولا طائر یطیر بجناحیہ الا امم امثالکم" الخ

زمین میں چلنے پھرنے والے حیوانات ہیں یا جو اپنے دونوں پروں سے اڑنے والا پرندہ ہے انکی بھی تمہاری طرح جماعتیں ہیں۔ ہم نے کتاب میں کوئی بات فروگذاشت نہیں کی ہے۔" الخ (۳۸) انعام

پرندے

الم تر ان اللہ یسبح لہ من فی ۔۔۔ الخ (۴۱) نور

"کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جتنی مخلوق آسمانوں اور زمین میں ہے اور پرندے پروں کو پھیلائے اسی کی تسبیح کیا کرتے ہیں ---------- سب کے سب اپنی نماز اور تسبیح کا طریقہ خوب جانتے ہیں۔ الخ۔

حیوان سے پیغام رسانی

فقال احطت بما لم تحط بہ الخ (۲۲) نمل

"(ہدہد نے سلیمان نبی سے کہا) مجھے وہ بات معلوم ہے کہ جو آپ کو علم نہیں معلوم۔ آپ کے پاس شہر سبا سے ایک تحقیقی خبر لیکر آیا ہوں میں نے ایک خاتون کو دیکھا ہے کہ جو وہاں کے لوگوں پر حکومت کرتی ہے۔"

چیونٹی کی گفتگو

قالت نملۃ یایھا النمل ادخلوا مساکنکم الخ (۱۸) نمل

"تو ایک چیونٹی نے کہا اے چیونٹیو اپنے اپنے بلوں میں داخل ہو جاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ سلیمان اور ان کا لشکر تمہیں روند ڈالے اور ان کو اسکی خبر بھی نہ ہو تو سلیمان اسکی اس بات پر ہنس دئے۔ الخ

بادل اور بارش اور برق و رعد

ثم یولف بینہ ۔ الخ (۴۳) نور

کیا تو نے نہیں دیکھا کہ یقیناً خدا ہی بادل کو چلاتا ہے۔ پھر وہی بادل کو باہم ملاتا ہے۔ پھر وہی اسے تہہ بتہہ رکھتا ہے تب اس کے درمیان سے بارش کو نکلتا ہوا تم دیکھتے ہو اور آسمان میں جو (جمے ہوئے بادلوں کے) پہاڑ ہیں انہیں سے وہی اسے برساتا ہے پھر انھیں جس پر چاہتا ہے پہنچا دیتا ہے۔ اور جس سے چاہتا ہے ٹال دیتا ہے۔" الخ

هو الذی یریکم البرق خوفاً وطمعاً وینشئ السحاب الثقال (۱۲) ویسبح الرعد الخ

برق ورعد

"(وہ) وہی ہے کہ جو تمہیں ڈرانے اور امید دینے کیلئے (بجلی کی چمک) دکھاتا ہے اور (پانی سے بھرے)
بوجھل بادلوں کو پیدا کرتا ہے۔ گرج اور فرشتے اس کے خوف سے اسکی حمد وثنا کی تسبیح کرتے ہیں اور وہی (آسمان سے) بجلیاں
بھیجتا ہے پھر اسے جس پر چاہتا ہے گرا بھی دیتا ہے اور یہ لوگ خدا کے بارے میں (خواہ مخواہ) جھگڑا کرتے ہیں حالانکہ وہ بڑا
سخت قوت والا ہے۔" (۱۲، ۱۳) الرعد

سماوات

۱۔ "اس نے آسمانوں کو ایسے ستونوں کے بغیر پیدا کیا کہ جن کو تم دیکھ سکو اور اسی نے زمین پر (لیکاری) پہاڑوں کے
لنگر ڈالدیئے (تاکہ) تمہیں لے کر (زمین) کسی طرف جھک نہ جائے۔ اور اسی نے ہر طرح کے چلنے پھرنے
والے جانور زمین پر پھیلادیئے۔ الخ لقمان

۲۔ "کیا نہیں دیکھتے ہو کہ اللہ نے کس طرح سات آسمان تہہ بہ تہہ بنائے اور ان میں چاند کو نور اور سورج کو
چراغ بنایا۔" نوح

۳۔ اور ہم نے تمہارے اوپر سات مضبوط آسمان بنائے (۱۲) اور ایک نہایت روشن وگرم چراغ پیدا کیا؟ نبأ

۴۔ اور ہم نے آسمانوں کو اپنی قدرت کے ہاتھوں سے پیدا کیا اور یقیناً ہم انہیں وسعت کرنے والے ہیں۔ (۴۷) ذاریات

۵۔ "اور ہم نے تمہارے اوپر سات راستے بنائے اور ہم مخلوق سے بے خبر نہیں ہیں (۱۷) مومنون

۶۔ "پھر وہ آسمان کیطرف متوجہ ہوا اور وہ (اس وقت) دھواں تھا۔ تو اس نے اس سے اور زمین سے کہا تم
دونوں آؤ۔ (اطاعت کرو) خوشی سے یا کراہت سے دونوں نے کہا ہم بخوشی حاضر ہیں (حکم کے تابع ہیں)
پھر اس نے دو دن میں اس (دھوئیں) سے سات آسمان بنائے۔" الخ (حم سجدہ)

۷۔ "وہ جس نے تمام آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان دونوں میں ہے۔ چھ دن میں پیدا کیا۔ پھر عرش (اقتدار)
پر غالب ہوا۔" الخ فرقان

۸۔ "اور آسمان کی قسم جس میں راستے ہیں۔"

۹۔ "بابرکت ہے وہ خدا کہ جس نے آسمان میں برج بنائے (۶۱) اور ان برجوں میں (آفتاب کا) چراغ
اور جگمگاتا چاند قرار دیتا۔" فرقان

شمس وقمر

۱۔ "وہی وہ خدا ہے کہ جس نے آفتاب کو چمکدار اور ماہتاب کو روشن بنایا اور اسکی منازل مقرر کیں
تاکہ تم لوگ سالوں کی گنتی اور حساب معلوم کرسکو۔" (۵) یونس

۲- "اور وہی وہ (قادر مطلق ہے) کہ جس نے رات و دن اور آفتاب و ماہتاب کو پیدا کیا کہ جو سب کے سب ایک ایک مدار میں تیر رہے ہیں۔"

۳- "اور (خدا کی ایک نشانی) آفتاب ہے کہ جو اپنے ٹھکانے پر چل رہا ہے۔ یہ (سب سے) غالب واقفکار کا (مقرر) اندازہ ہے۔ اور ہم نے چاند کے لئے منازل مقرر کیں۔ یہاں تک کہ ہر پھر کر (آخر ماہ میں) کھجور کی پرانی شاخ کیطرح (پتلا، ٹیڑھا) ہو جاتا ہے۔ نہ تو آفتاب ہی سے بن پڑتا ہے کہ وہ ماہتاب کو جالے۔ اور نہ ہی رات دن سے آگے بڑھ سکتی ہے (چاند، سورج، ستارے) ہر ایک اپنے اپنے آسمان (مدار) میں تیر رہے ہیں۔"

ستارے و سیارے

۱- "ان ستاروں کی قسم جو چلتے چلتے پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔ اور غائب ہو جاتے ہیں (۱۶) تکویر

۲- "اور وہی وہ خدا ہے کہ جس نے تمہارے (نفع کے) لئے ستارے پیدا کئے تاکہ تم جنگلوں اور دریاؤں کی تاریکیوں میں ان سے راستے معلوم کرو۔ جو لوگ واقف کار ہیں ان کے لئے ہم نے تفصیل سے نشانیاں بیان کر دی ہیں۔" (۹۷) انعام

۳- "اور ہم نے آسمان دنیا کو (ستاروں کے) چراغوں سے زینت دی اور ان کو شیاطین کے مارنے کا آلہ بنایا۔ اور ہم نے ان کے لئے دہکتی ہوئی آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔" (۵) الملک

شہاب

ہم نے آسمان کو ٹٹولا تو اسکو بہت قوی نگہبانوں اور شعلوں سے بھرا ہوا پایا۔" (۸) الجن

زمین

۱- "وہ کہ جس نے تمہارے لئے زمین کو گہوارہ بنایا اور اس میں تمہارے نفع کے لئے راستے بنائے تاکہ تم راہ معلوم کر سکو۔" (۱۰) زخرف

۲- "وہی وہ ذات ہے کہ جس نے زمین کو بچھایا۔ اور اس میں (بڑے بڑے) پہاڑ اور دریا بنائے۔ اور اس نے ہر طرح کے پھلوں کی دو، دو قسمیں (جوڑا) پیدا کیں۔ وہی رات سے دن کو ڈھانک دیتا ہے یقیناً جو لوگ غور و فکر کرتے ہیں ان کیلئے اس میں (خدا کی قدرت کی) بہت سی نشانیاں ہیں (۳) الرعد

۳- "اور ہم نے زمین کو پھیلایا۔ اور اس میں پہاڑوں کے لنگر ڈال دیئے اور ہم نے اس میں ہر قسم کی مناسب و موزوں چیز اگائی۔" (۱۹) الحجر

۴- "اور زمین میں یقین کرنے والوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں اور تمہارے نفوس میں بھی۔ کیا بغور نہیں دیکھتے ہو اور آسمان میں تمہارا رزق ہے کہ جس کا تم وعدہ کئے گئے ہو۔"

۵- وہی تو ہے کہ جس نے زمین کو تمہارے لئے نرم و ہموار کر دیا تم اس کے اطراف و جوانب میں چلو پھرو اور اسکی دی ہوئی روزی کھاؤ اور پھر اسی کی طرف لوٹ جانا ہے۔" (۱۵) الملک

۶ — " اور ہم نے ہی زمین پر بوجھل پہاڑ بنائے تاکہ زمین ان لوگوں کو لے کر کہیں جھک نہ جائے۔ اور ہم نے اس میں چوڑے چوڑے راستے بنائے تاکہ یہ لوگ راہ پا سکیں۔ (۳۱) انبیاء

۷ — " اور تم پہاڑوں کو دیکھ کر انھیں مضبوط ٹھہرے ہوئے سمجھتے ہو حالانکہ یہ بادل کی طرح چلتے ہیں۔ الخ (۸۸) النمل

علمِ قیافہ

اس علم میں انسانی بناوٹ و ساخت پر بحث ہوتی ہے جس سے اس کے باطنی اخلاق وصفات اور حالات معلوم کئے جاتے ہیں۔ کیونکہ رنگ و وضع اور اندازہ مقدار کے اختلاف کے لئے ضروری ہے کہ کوئی خاص وجہ و غرض ہو جس طرح بدن کی بناوٹ سے انسان کے باطنی حالات معلوم کئے جاتے ہیں اسی طرح اس کے ہاتھ پاؤں اور سر کی حرکات اور انداز گفتگو سے اس کے باطنی اخلاق معلوم کئے جا سکتے ہیں۔ جیسا کہ گفتگو کے وقت ناک کا پھولنا نخوت کی دلیل ہے۔ اور ہر وقت نظریں جھکائے رکھنا بزدلی کی نشانی ہے۔ گفتگو کے وقت نظریں لڑائے رکھنا بے حیائی کی دلیل ہے۔ اور جلد جلد گفتگو کرنا حماقت کی دلیل ہے۔ اور آہستہ گفتگو کرنا عقل مندی کی دلیل ہے۔ بلند آوازی پھیپھڑوں کی قوت کی دلیل ہے۔ آنکھوں کی معمول سے زیادہ گردش عیاری کی نشانی ہے اور بالکل حرکت نہ ہونا سفاہت کی دلیل ہے سر کا بڑا ہونا عقل مندی کی علامت ہے اور قد کا لمبا ہونا حماقت کی علامت ہے۔

اس علم کی مختلف آیات میں وضاحت کی گئی ہے چنانچہ سورہ احزاب میں منافقین کی حالت کو بیان کرتے ہوئے خلاق عالم کا ارشاد ہے کہ:

" فاذا جاء الخوف رأيتهم ينظرون اليك تدور اعينهم كالذى يغشى عليه من الموت فاذا ذهب الخوف سلقوكم بالسنة حداد " الخ (۱۹)

" تو جب (ان پر) کوئی خوف (کا موقع) آپڑا تو تم ان کو دیکھتے ہو کہ (یاس سے) تمہاری طرف تکتے ہیں۔ اور ان کی آنکھیں اسطرح گھومتی ہیں کہ جیسے کسی پر موت کی بے ہوشی طاری ہو جائے۔ اور پھر جب خ جاتا رہا (ایمان داروں کی فتح ہو گئی) تو مال (غنیمت پر گرتے پڑتے تم پر اپنی تیز زبانوں سے طعن کرنے لگے لوگ ایمان ہی نہیں لائے۔ الخ۔

اس آیت میں گردشِ چشم اور تیز گفتگو سے ان کے ایماندار نہ ہونے پر استدلال کیا گیا ہے کہ وہ محض دکھاوے کے مومن ہیں۔ ان کے باطن میں کفر ہے۔

اور دوسری جگہ خلاق عالم کا ارشاد ہے۔

ويقول الذين آمنوا لولا نزلت سورة ج فاذا انزلت سورة محكمة وذكر فيها القتال رأيت الذين فى قلوبهم مرض ينظرون اليك نظر المغشى عليه من الموت۔ الخ (۲۰) محمد

اور مومنین کہتے ہیں کہ (جہاد کے لئے) کوئی سورہ کیوں نازل نہیں ہوتا لیکن جب کوئی صاف واضح معنی کا سورہ نازل ہوا اور اس میں جہاد کا بیان ہوا تو جن لوگوں کے دلوں میں (نفاق کا) مرض ہے۔ تم ان کو دیکھو گے کہ تمہاری طرف اس طرح دیکھتے ہیں جیسے کسی پر موت کی بے ہوشی طاری ہو تو ان پر وائے ہو۔"

اس آیت میں ان کے نفاق کا اظہار ان کی حرکتِ چشم سے واضح کیا گیا ہے۔ اور اسی سورۂ محمد میں ہے کہ:

ام حسب الذین فی قلوبھم مرض ان لن یخرج اللہ اضغانھم۔ الخ

"کیا وہ لوگ کہ جن کے دلوں میں (نفاق کا مرض ہے) یہ خیال کرتے ہیں کہ خدا دل کے کینوں کو کبھی ظاہر نہیں کرے گا۔ اور اگر ہم چاہتے تو ہم تمہیں ان لوگوں کو دکھا دیتے تو تم ان کی پیشانی ہی سے ان کو پہچان لیتے اور تم ان کو ان کے اندازِ گفتگو ہی سے ضرور پہچان لو گے اور خدا تمہارے اعمال سے واقف ہے۔"

علم معمہ

کسی نے حضرت علی علیہ السلام سے دریافت کیا کہ قرآن حکیم میں معمہ کہاں ہے تو آپ نے فرمایا کہ سورہ ھود میں ہے کہ ـــــ ما من دابۃ الا ھو آخذ بناصیتھا۔ الخ

"یعنی زمین پر جتنے چلنے والے جاندار ہیں۔ سب کی پیشانی اسی کے دستِ قدرت میں ہے۔"

مگر آیت کے لفظوں میں یہ خصوصیت ہے کہ۔ کوئی ایسا دابہ نہیں ہے کہ جس کی پیشانی کو ھو نہ پکڑے۔ لفظ "ھو" لفظ (دابہ) کی پیشانی یعنی (د) کو پکڑے ہوئے ہے۔

اور ھو کے ساتھ

دال ملا دیں تو "ھود نبی کے نام کا معمہ حل ہوتا ہے

پس اس آیت میں صاف واضح معمہ موجود ہے

علم ہندسہ

اس علم کا تعلق خطوط و دوائر سے ہے خطوط سے اشکال پیدا ہوتے ہیں۔ مثلاً مثلث، مربع، مخمس، وغیرہ اشکال یا اثباتی ہیں یا عملی ہیں۔ اس کا فائدہ عمارت کی تعمیر، ظروف کی ساخت اور صناعات و زرگری، آہنگری وغیرہ میں ظاہر ہوتا ہے سورہ مرسلات میں خلاق عالم کا ارشاد ہے "انطلقوا الی ظل ذی ثلث شعب" (۳۰) (دھوئیں کے) سائے کی طرف چلو جس کے تین حصے و کونے ہیں۔" اور سورہ بقرہ میں ہے کہ "واذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت۔" "اور جب اسمٰعیل و ابراہیم خانہ کعبہ کی بنیادیں بلند کر رہے تھے۔" الخ (۱۲۷) سورہ بقرہ۔

قاعدہ: اصولِ ہندسہ میں قاعدہ اس خط کو کہتے ہیں کہ جس پر مثلث یا مربع کی بنا ہوتی ہے۔ △ ، ▭ اوپر کے دو خط مثلث کی ساقیں کہلاتے ہیں۔ اور نیچے کا خط قاعدہ کہلاتا ہے کیونکہ اسی پر مثلث کی شکل کی بنیاد ہے، اسی طرح مکان کا قیام دیوار و ستونوں پر ہے لہٰذا ان کو قاعدہ و قواعد کہتے ہیں۔

عِلم جغرافیہ

ولقد بوّانا بنی اسرائیل ۔ الخ (۹۳) یونس
"اور ہم نے بنی اسرائیل کو (ملک شام میں) بہت اچھی جگہ بسایا اور ان کو اچھی اچھی چیزیں کھانے کو دیں"
یہاں مقام محمود سے مراد شام و بیت المقدس ہے جہاں کو ہستانی نہریں اور اونچے پہاڑ پھل پھول و سبزے ہیں

عِلم سیاحت

"قل سیروا فی الارض ثم انظروا۔ الخ (۱۳) انعام
(اے رسول) کہدو کہ ذرا روئے زمین میں چل پھر کر دیکھو تو کہ (انبیاء کو) جھٹلانے والوں کا کیا (بُرا) انجام ہوا۔

جہاز رانی : " واصنع الفلک باعیننا ووحینا۔ الخ (۳۷) ھود
(اے نوحؑ) "اور ہماری نگاہ قدرت کے سامنے ہماری وحی و حکم سے کشتی بناؤ"
۲ــــ بسم اللہ مجریھا و مرساھا۔ الخ (۴۱) ھود
"اور نوحؑ نے (اپنے ساتھیوں سے) کہا کہ خدا کے نام سے اس کا بہاؤ ٹھہراؤ ہے تو تم کشتی میں سوار ہو جاؤ یقیناً میرا پروردگار بڑا بخشنے والا ہے۔

عِلمُ الحساب

(۱) جمع کی مثال :۔ " وارسلناہ الی مائۃ الف اویزیدون ۔ الخ (۱۴۷) صافات
"اور ہم نے اسے (یونس کو) ایک لاکھ بلکہ زیادہ کی طرف نبی بنا کر بھیجا ــ الخ
حدیث میں ہے کہ یہاں "او" بمعنی "و" کے اور یزیدون سے مراد تیس ہزار ہے یعنی ایک لاکھ میں تیس ہزار جمع کرو
۲ــــ " ولبثوا فی کھفھم ثلث مائۃ ... الخ (۲۵) کہف"
"اور وہ غار میں تین سو سال رہے اور اس میں نو جمع کر دو"

تقسیم کی مثال : یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین .. الخ (۱۱) النساء
"خدا تمہاری اولاد کے حق میں تمہیں وصیت کرتا ہے کہ لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے" الخ
اس کے علاوہ میراث میں والدین و زوجین اور اولاد و دیگر اقرباء کے حقوق کی تقسیم کو قرآن حکیم نے وضاحت سے بیان کیا ہے

ضرب کی مثال

کمثل حبۃ انبتت سبع سنابل .... الخ
"راہ خدا میں خرچ کی مثال اس دانہ کی سی مثال ہے کہ جس کی سات بالیاں نکلیں، ہر بالی میں سو دانے ہوں اور وہ جس کے لئے چاہتا ہے کئی گنا اضافہ کر دیتا ہے ۔ اور خدا بڑی وسعت والا اور واقف کار ہے"

مجموعی حساب کی مثال

هو الذی جعل الشمس ضیآءً والقمر نوراً وقدره منازل لتعلموا عدد السنین والحساب ... الخ (۵) یونس

"وہی وہ (خدائے قادر ہے) کہ جس نے سورج کو چمکدار اور چاند کو روشن بنایا۔ اور اسکی منزلیں مقرر کیں تاکہ تم لوگ سالوں کی گنتی اور حساب معلوم کرو۔" الخ

تعبیر رؤیا

سورۂ یوسف میں شاہِ مصر کو تعبیر بتانے کے متعلق جناب یوسفؑ کا بیان وضاحت سے موجود ہے اور جناب یوسفؑ کے قول کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ کہ

"رب قد آتیتنی من الملک وعلمتنی من تاویل الاحادیث۔

"پالنے والے تو نے مجھے ملک بھی عطا کیا اور مجھے خواب کی باتوں کی تعبیر بھی تعلیم کی ہے۔ الخ۔ یوسف

علم کیمیا

اس علم میں علوی قوائے فاعلہ کو سفلی قوائے منفعلہ سے ترکیب دیکر خواص پیدا کئے جاتے جیسے حروف والسماء سے جو افعال وخواص ظاہر ہوتے ہیں اسے علم کیمیا کہتے ہیں اسمیں سحر و دفع سحر دونوں شامل ہیں کیونکہ سحر میں بھی کچھ الفاظ و حروف مثلاً شمسی و قمری، نورانی ظلماتی، آتشی یا خاکی اور بادی یا آبی کو ترتیب دیکر آثار مرتب کئے جاتے ہیں۔

قرآن حکیم میں سحر و دفع سحر دونوں کا تذکرہ ہے۔ جیسا کہ جناب موسیٰؑ کے واقعات میں اسکی وضاحت ہے چنانچہ سورہ اعراف میں ہے کہ فلما القوا سحروا اعین الناس۔ الخ

"تب جیسے ہی ان لوگوں نے (اپنی رسیاں) ڈالیں تو لوگوں کی نظر بندی کر دی۔" الخ (۱۱۶) اعراف

اور دفع سحر کے لئے سورۃ الفلق و سورۃ الناس کا خصوصیت سے نزول ہوا ہے۔

علم ریمیا

اس علم میں ان قواعد سے بحث ہوتی ہے کہ جن کے معلوم کرنے کے بعد یہ ملکہ حاصل ہو جاتا ہے کہ ارضی اجزاء کو باہم ترکیب دیکر عجیب عجیب افعال ظاہر کئے جاتے ہیں۔ اسے شعبدہ بھی کہتے ہیں۔ مثلاً پسا ہوا نیل نئے کپڑے میں رکھ کر بتی بنا کر انجیر کی شاخ کے تیل میں چراغ جلائیں تو اس مکان میں تمام آدمی سبز پوش دکھائی دیں گے۔ جیسا کہ سورۂ طٰہٰ میں ہے کہ

"تو بس موسیٰ کو ان کے جادو (کے زور) سے ایسا معلوم ہوا کہ ان کی رسیاں اور ان کی چھڑیاں دوڑ رہی ہیں۔"

علم جفر

اس میں علم حروف کے خواص و افعال سے بحث ہوتی ہے۔ خواص دو قسم کے ہیں (۱) اظہار امور مخفیہ جیسے آئندہ، گذشتہ، موجودہ کو معلوم کرنا۔ (۲) ترتیب آثار جیسے مریض کو صحت مند کرنا، فقیر کو غنی کرنا۔ سرکش کو مغلوب کرنا، دشمن کو مغلوب کرنا اسماء الٰہی کے خواص اسی علم سے متعلق ہیں۔ جیسے العزیز: چالیس روز تک روزانہ نماز صبح کے بعد اکتالیس بار پڑھنے سے معزز ہو گا۔

الم ، المر ، کھیعص ، طسم ، یٰس

ص ، حم ، حمعسق ، ق ، ن کو چاندی کی انگوٹھی پر ماہ رجب کی پہلی جمعرات کو کندہ کرا کے اپنے پاس رکھے تو جابر و ظالم کا خوف ختم ہو جائے گا۔ حاکم کے پاس جائیگا تو عزت پائیگا منہ میں رکھے تو پیاس کی تکلیف کم ہوگی۔ اور ایک شب و روز بارش کے پانی میں رکھ کر اس پانی کو پینے سے حافظہ تیز ہوگا۔ بے کار ہاتھ میں رکھے تو روزگار پائیگا۔ لڑکی پہنے رہے تو شادی ہو جائے گی۔ مصر دعا پہنے تو فاقہ ہوگا۔"

ضربُ المثلین

ان انکر الاصوات لصوت الحمیر (۱۹) سورہ لقمان۔

"اور دوسروں سے بولنے میں اپنی آواز دھیمی رکھو کیونکہ آوازوں میں سب سے بری آواز گدھے کی ہے۔"

اور سورہ نور میں ارشاد ربانی ہے کہ

"گندی عورتیں گندے مردوں کے لئے (مناسب ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لئے۔ اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لئے مناسب ہیں اور پاک مرد پاک عورتوں کے لئے ہیں)

علمُ العروض

اس علم میں نظم کے اوزان سے بحث ہوتی ہے بحر رمل۔ ثم اقررتم وانتم تشھدون. ثم انتم ھؤلاء تقتلون۔

اسکی تقطیع — ثم اقررتم — ثم انتم — تشھدون — ثم انتم

فاعلاتن — فاعلاتن — فاعلاتن

ھؤلاء — تقتلون

فاعلاتن — فاعلاتن

بحر متقارب : لا تلبسوا الحق بالباطل فعولن فعولن فعولن فعل

ابجدی حساب

اھدنا الصراط المستقیم

ا/۱ - ھ/۵ - د/۴ - ن/۵۰ - ا/۱ - ا/۱ - ل/۳۰ - ص/۹۰ ، ر/۲۰۰ ، ا/۱ ، ط/۹ ، ا/۱ ، ل/۳۰ ، م/۴۰ ، س/۶۰ ، ت/۴۰۰ ، ق/۱۰۰ ، ی/۱۰ ، م/۴۰

کل مجموعہ =

الم ذلک الکتاب لا ریب فیہ ھدی للمتقین کے عدد ۲۵۴ اور علی ولی اللہ ھو امام الحق کے بھی ۲۵۴ عدد ہیں۔

موسیقی

قرآن حکیم میں اس کا ذکر بطور مذمت آیا ہے یا بطور نہی اور اس کے ترک کی تعریف ہے۔ اور گانے کو لغو سے تعبیر کیا گیا ہے۔

" والذین ھم عن اللغو معرضون (۳) مومنون "اور وہ جو بیہودہ باتوں سے منہ پھیر رہتے ہیں
" والذین لا یشھدون الزور واذا مروا باللغو مروا کراما"۔ ۔ ۔ (۷۲) فرقان
"اور وہ لوگ جو غنا کے پاس نہیں پھٹکتے اور وہ لوگ جب کسی بے ہودہ کام کے پاس سے گذرتے ہیں تو بزرگانہ
انداز سے گذر جاتے ہیں")

علم التذکیر :۔ انبیاء کرام اور امم سابقہ کے تذکرے بیان کئے گئے ہیں "

علم آثار قدیمہ

"پس ذرا روئے زمین پر چل پھر کر دیکھو کہ (انبیاء کو) جھٹلانے والوں کا
انجام کیا ہوا" (۱۳۷) العمران
(اے رسول) تم کہہ دو کہ ذرا روئے زمین پر چل پھر کر دیکھو کہ جو لوگ اس سے قبل گذر چکے ہیں ان کا انجام کیا ہوا (۴۲) روم
"تو آج ہم تیرے بدن کو بچا لیں گے تاکہ تم اپنے بعد والوں کے لئے عبرت بنو تو یقیناً بہت سے لوگ ہماری نشانیوں
سے غافل ہیں" (۹۲) یونس
"کیا ان لوگوں نے روئے زمین پر چل پھر کر نہیں دیکھا کہ جو لوگ ان سے پہلے تھے ان کا انجام کیا ہوا (حالانکہ) وہ
لوگ قوت و شان میں اور اپنی نشانیاں (عمارتیں) چھوڑنے میں بھی ان سے کہیں بڑھ چڑھ کر تھے۔ الخ (۲۱) مومن
" اور ہم نے اس (قوم) پر کھر نجے پتھر تابڑ توڑ برسائے جن پر تمہارے رب کی طرف سے نشان بنائے ہوئے تھے۔ (۸۳) ہود

علم درایہ

اس علم میں خبر کے احوال سے بحث ہوتی ہے کہ اس کا راوی کیسا ہے کون راوی ہیں کہ ایک
راوی ہے پھر سلسلہ قائم ہے یا منقطع ہے۔ چنانچہ ..... خلاق عالم کا ارشاد ہے
ان جاءکم فاسق ۔ ۔ ۔ الخ (۶) حجرات
" اے ایماندارو اگر کوئی بدکردار تمہارے پاس کوئی خبر لیکر آئے تو خوب تحقیق کر لو (ایسا نہ ہو کہ) تم کسی قوم کو نادانی سے
نقصان پہنچاؤ"
اور ہدہد پرندے کی خبر سننے پر جناب سلیمان نے کہا تھا کہ قال سننظر اصدقت ام کنت من الکاذبین (۲۵) نمل
"سلیمان نے کہا ہم ابھی دیکھتے ہیں کہ تو نے سچ کہا یا تو جھوٹا ہے"

علم الامثال

" ضرب اللہ مثلاً للذین کفروا امرأة نوح وامرأة لوط۔ الخ (۱۰) تحریم
" خدا نے کافروں کی عبرت کیلئے نوح کی بیوی اور لوط کی بیوی کی مثل بیان کی ہے یہ دونوں ہمارے نیک بندوں کے تصرف
میں تھیں تو دونوں نے اپنے شوہروں سے دغا کیا۔ تو ان کے شوہر خدا کے مقابلہ میں ان کے کچھ بھی کام میں نہ آئے۔ الخ
مثلھم کمثل الذی استوقد نارا ۵

قرآن فہمی

ومنھم من یستمع الیک۔ الخ . . . . • (۱۶) محمدؐ ۔ اور ان (بزم نشین) میں سے بعض ایسے بھی ہیں کہ جو تمہاری طرف کان لگائے رہتے ہیں یہاں تک سن لینے کے بعد جب تمہارے پاس سے نکلتے ہیں تو جن لوگوں کو علم (قرآن پہلے سے) عطا کر دیا گیا ہے ان سے کہتے ہیں کہ ابھی ابھی اس (پیغمبرؐ) نے کیا کہا تھا یہ وہی لوگ ہیں جن کے دلوں پر خدا نے (کفر و نفاق کی) نشانی ثبت کر دی ہے اور یہ اپنی نفسانی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں "۔

قرآن حکیم وہ صحیفہ سماوی ہے کہ جو کتاب کائنات و صحیفہ نفس کے تمام حقائق و اسرار اور علوم و معارف کا خزینہ اور فطرت انسانی و فطرت کائنات کے تقاضوں کا جامع ہے اس بنا پر زمانے کا تسلسل اور تغیر و تبدل اور اقوام کے رنگ و نسل کا اختلاف اسکی ابدی و عالمگیر افادیت و اہمیت اور جاذبیت پر اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ اسی بنا پر ہر زمانے و ہر قوم کے ہاں اسکی تازگی میں فرق نہیں آیا۔ اگر اسکی آیات و کلمات سادہ و عام فہم ہوتے تو اسکی تازگی تھوڑے عرصے تک رہ کر ختم ہو جاتی اور اسکی جاذبیت کے محدود مدت میں ختم ہو جانے سے طبائع کی اسکی طرف رغبت ختم ہو جاتی اور اسکی تلاوت طبائع پر بار ہو جاتی۔ لہذا خالق علیم و حکیم نے اس کلام کے الفاظ و کلمات اور معانی و مطالب میں ایسا رنگ بھر دیا ہے کہ زمانہ گزر جائے حالات بدلتے جائیں دنیا ترقی کرتے ہوئے کہیں سے کہیں پہنچ جائے لیکن پھر بھی اسکی افادیت و اہمیت بڑھتی جائے اور طبائع میں اسکی طرف شوق و رغبت میں اضافہ ہوتا جائے پھر ظاہری معانی و مطالب کے لحاظ سے بعض آیات کو محکم و بعض کو متشابہ قرار دیا۔ اگر سب آیات محکم ہوتیں تو مطالب بآسانی سمجھے کی بنا پر طبائع کو سرور حاصل نہ ہوتا کیونکہ تعب و مشقت کے بغیر حاصل شدہ شے کی اہمیت و قدر نہیں رہتی جبکہ محنت و مشقت سے حاصل ہونیوالی شے کی قدر و اہمیت میں اضافہ ہو جاتا ہے لہذا محکم آیات کے ساتھ متشابہ آیات بھی قرار دیں اور پھر تمام آیات میں گہرائیاں قرار دیکر ان میں حقائق و معارف کو پنہاں کر دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صدیاں گزر جانے کے باوجود ہر عالم و مفسر اپنی عقل و علم کی سطح کے لحاظ سے نئے نئے حقائق و معارف کے موتی اسکی گہرائیوں سے حاصل کرتا ہے اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہیگا لیکن اس خزینہ علوم کے جواہر ختم نہیں ہوں گے۔

چنانچہ باب مدینۃ العلم حضرت علیؑ کا ارشاد ہے کہ

خدا کو یہ علم تھا کہ لوگ قرآن سے من مانے مطالب نکال کر احکام الہٰی میں تغیر کرنے کی کوشش کریں گے لہذا اس نے اپنے کلام کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا۔ لہذا ایک قسم ایسی قرار دی کہ جسے عالم و جاہل (ظاہراً) یکساں طور پر سمجھ سکیں اور دوسری

قسم ایسی قرار دی کہ جن کے اذہان صاف اور حس لطیف اور تمیز صحیح ہے اور خدا نے ان کے سینے کو علم کی خوبیاں سمجھنے کیلئے کھول دیا ہے وہی اسے سمجھتے ہیں۔ اور تیسری قسم وہ ہے کہ جسے خدا اور راسخون فی العلم کے علاوہ کوئی نہیں سمجھ سکتا اور یہ اس لئے قرار دیا کہ خدا جانتا تھا کہ باطل پرست لوگ میراث رسول پر غاصبانہ قبضہ و تصرف کریں گے تو ان کو اس قسم کے غلط اقدام کرنے کے باوجود علم قرآن کا دعویٰ کرنے کی جرأت نہ ہو سکے بلکہ جب بھی ان کے سامنے علم کتاب کے متعلق کوئی سوال پیش کیا جائے تو ان کو مجبوراً ان کے دروازے پر جھکنا پڑے کہ جو حقیقی علماء قرآن ہیں اور اللہ کے سچے ولی ہیں، (تاکہ حقیقی وارث اور غاصب کے درمیان فرق ظاہر ہو جائے) پس خدا نے قرآن میں متشابہ آیات نازل فرما کر علماء کے فضل کا معیار قائم کر دیا اور باطل کے مقابلے میں اسے صداقت کا معیار مقرر کیا۔ اگر قرآن کی تمام آیات محکم ہوتیں تو مسند رسول پر بیٹھنے والا ہر قابض عالم قرآن کہلاتا اور سچے و جھوٹے کی تمیز نہ ہو سکتی"۔ احتجاج طبرسی۔

اس کتاب حکیم کے معانی و مطالب تک رسائی فقط علم صرف و نحو کے اصول جاننے یا لغت عرب جاننے سے نہیں ہو سکتی جبکہ علم صرف و نحو کی تدوین نزول قرآن کے بعد ہوئی۔ لہٰذا یہ کلام ربانی نحویوں کے مرتب کردہ قواعد و ضوابط کا پابند نہیں ہے۔ اور نہ ہی صرف عربی زبان کا جاننا کافی ہے۔ صرف عربی زبان جاننے سے اس کتاب کے احکام کو کبھی نہیں سمجھا جا سکتا۔ جیسے کہ لفظ "الصلوٰۃ" کے معنی "دعا" کے ہیں۔ اور "الصوم" کے لفظی معنی "رک جانے" کے ہیں۔ اور "الزکوٰۃ" کے لفظی معنی "پاکیزگی" کے ہیں۔ اور "الحج" کے لفظی معنی "قصد و ارادے" کے ہیں۔ لیکن ان لفظی معانی سے کسی فریضہ و عبادت کی وضاحت نہیں ہوتی۔ لیکن رسول سماوی نے خاص اعمال کو ان ناموں سے موسوم و مخصوص کر دیا۔ یعنی ایک ایسا عمل کہ جس میں قیام و رکوع اور سجود و قعود اور مخصوص اذکار جمع ہوں اسے "الصلوٰۃ" یعنی نماز قرار دیا ہے اور اسی طرح سحر سے غروب آفتاب کے بعد تک قرب الٰہی کی نیت سے کھانے و پینے اور ہر فحش عمل سے باز رہنے کو "الصوم" یعنی روزہ قرار دیا ہے۔ اور اسی طرح قرآن حکیم کے تمام اوامر و نواہی کی تفصیلات پیغمبر اسلام کی زبان و عمل سے حاصل ہوئی ہیں۔ اگر پیغمبر اسلام کی طرف سے وضاحت نہ ہوتی تو کسی قرآنی حکم کو کوئی سمجھ سکتا اور نہ ہی اس پر عمل کر سکتا۔ لہٰذا ضروری ہوا کہ اس صحیفہ الٰہی کا معلم بھی درسگاہ توحید کا تعلیمیافتہ رسول یزدانی ہو۔ اس لئے کہ دنیاوی درسگاہوں میں انسان کی لکھی ہوئی کتابوں کو وہی پڑھاتے ہیں کہ جو دنیاوی درسگاہوں کے تعلیمیافتہ و سند یافتہ ہوں۔ لہٰذا کتاب الٰہی کا معلم بھی وہی ہوگا کہ جو بارگاہ توحید کا تعلیمیافتہ اور معجزات کی اسناد کا حامل ہو۔ اور جو درسگاہ توحید کا تعلیمیافتہ ہوگا وہ توحید کے مزاج کا عارف ہوگا اور توحید کے کلام کی توضیح و تشریح اس کے مزاج کے مطابق کرے گا۔

اس کے علاوہ قرآن حکیم کا دنیائے علم و دانش کیلئے چیلنج ہے کہ کہدو کہ اگر جن و انس جمع ہو کر اس قرآن کا مثل لانا چاہیں تو ایک دوسرے کی مدد کرنے کے باوجود ہرگز مثل نہیں لا سکتے۔ یہ اس لئے کہ قرآن حکیم صبح محشر تک

پیغمبر اسلام کی نبوۃ و رسالت کی صداقت کا معجزہ باقیہ ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ معجزہ کیا چیز ہے۔ کیا کاغذ و روشنائی معجزہ ہے۔ یہ چیزیں تو دوسری کتب میں بھی پائی جاتی ہیں بلکہ قرآن حکیم ان بیان کردہ حقائق و معارف اور معانی و مطالب اور علوم و اسرار کی بنا پر معجزہ ہے کہ جن پر یہ کتاب محیط ہے۔ لہٰذا اس معجزانہ کتاب کی گہرائیوں تک مکمل رسائی صرف معجزہ نما ہی حاصل کر سکتا ہے۔ اگر ہر شخص اسکی گہرائیوں تک مکمل رسائی حاصل کر لیتا تو یہ کتاب معجزہ نہ رہتی۔ اس لئے اس صحیفہ سماوی کی تعلیم کیلئے معلم سماوی صاحب اعجاز کی ضرورت ہے۔

اسکے علاوہ اس کتاب میں رموز و اشارات بھی ہیں کہ جن کو صاحب کلام ہی جانتا ہے یا کہ جسے وہ آگاہ کردے جیسا کہ آپ کا دوست آپ سے کسی نادر کتاب کا تذکرہ کرے اور کہے کہ کسی کو بھیجکر منگوالیں۔ اور پھر آپ ایک تحریر لکھکر کسی کو بھیجدیں۔ اور اس تحریر میں یہ لکھیں کہ وہ کتاب بھیجدیں۔ تو آپ "وہ کتاب" کے جملے کی دنیا کا کوئی فلسفی اور سائنسدان وضاحت نہیں کر سکتا کہ "وہ کتاب" کونسی کتاب ہے۔ اس کتاب کو صرف آپ جانتے ہیں یا آپ کا دوست جانتا ہے۔ اسی طرح جب انسانی اشارات ہر کوئی نہیں سمجھ سکتا تو الٰہی اشارات کو عام انسان کیونکر سمجھ سکتے ہیں اور نہ ہی ان اشارات کو کوئی عربی زبان جاننے والا سمجھ سکتا ہے۔ جیسا کہ "الم" ــ "الر" ــ "کھیعص" ــ "ق" "ن"، "حم عسق"، اور اوحی الی عبدہ ما اوحی (اور اللہ نے اپنے عبد خاص کیطرف وحی کی جو اس نے وحی کی)

لہٰذا اس کتاب ربانی کے رموز و اشارات وہی جان سکتا ہے کہ جو توحید کی بارگاہ کا تعلیمیافتہ و توحید کا رازداں ہو۔ اسکے علاوہ یہ مسلم اصول ہے کہ ہر موضوع کی کتاب کیلئے جدا جدا معلم و مدرس کی ضرورت ہوتی ہے اور اگر کسی کتاب میں پانچ دس علوم ہیں تو اس کا معلم وہی ہو سکتا ہے کہ جو ان علوم پر احاطہ رکھتا ہو۔ اور اگر کسی کتاب میں بیس پچیس علوم ہوں تو اس کتاب کو بھی وہی سمجھ سکتا ہے اور سمجھا سکتا ہے کہ جو ان پچیس علوم کا عالم و ماہر ہو۔ لیکن اگر کسی کتاب میں کائنات کے تمام علوم جمع کر دیئے گئے ہوں تو ایسی جامع کتاب کو وہی سمجھ سکتا ہے اور سمجھا سکتا ہے کہ جو کائنات کے علوم پر احاطہ رکھتا ہو اور یقیناً ایسی علوم کائنات کی جامع کتاب کا کما حقہ سمجھنا کسی بشر کے بس کی بات نہیں جبکہ بشر کا علم محدود و ناقص ہے جیسا کہ سورہ بنی اسرائیل میں خلاق عالم کا ارشاد ہے کہ وما اوتیتم من العلم الا قلیلا (۸۵) اور تم کو قلیل علم عطا کیا گیا ہے" —— لہٰذا ایسی کتاب کی گہرائیوں تک دنیاوی درسگاہوں کے پڑھے ہوئے انسانوں کی رسائی نہیں ہو سکتی اس کتاب کا معلم حقیقی وہی ہو سکتا ہے کہ جو کائنات کے علوم کا عالم ربانی ہو۔ اور وہ وہی ہو سکتا ہے کہ جو درسگاہ توحید کا تعلیمیافتہ ہو

اسی بنا پر جب اس کتاب کا مثل لانے کیلئے دنیا کے علم و دانش کو چیلنج کیا گیا تو دنیا کے تمام علوم کے ماہرین کو مخاطب کیا گیا چاہے وہ فلسفے یا منطق کا عالم ہو چاہے ماہر علم طبیعات ہو یا ماہر علم نجوم ہو۔ عالم معاشیات ہو یا ماہر علم سیاست ہو جس جس علم کا جو ماہر و عالم ہو ان سب سے خطاب ہے اور پھر پہلے سے خبر غیب بھی دیدی کہ تمام جن و انس مل کر بھی

اس کا جواب نہیں لا سکتے۔ بلا امتیاز کائنات کے ہر ہر علم کے ماہر کو انفرادی و اجتماعی حیثیت سے اس کا جواب لانے کیلئے چیلنج کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ کتاب علوم کائنات کا احاطہ رکھتی ہے۔ اس کے دامن میں کائنات کے تمام علوم و غیوبات پنہاں ہیں اسکے دامن میں ماضی کی تمام اخبار غیب بھی ہیں اور مستقبل کے تمام غیوبات بھی ہیں جبکہ خود اس کتاب کا اعلان ہے کہ "وما من غائبة فی السماء والارض الا فی کتاب مبین" (۷۵) نمل۔

اور آسمان وزمین میں کوئی ایسی پوشیدہ بات نہیں کہ جو روشن و واضح کتاب میں موجود نہ ہو"

لہٰذا اس کتاب کا عالم و معلم وہی ہو سکتا ہے کہ جو علوم کائنات اور کائنات کے تمام غیوبات کا جاننے والا ہو اور ایسا شخص مادر زاد و جاہل انسانوں سے کوئی نہیں ہو سکتا۔ کہ جو دنیا میں جاہل وارد ہوتے ہیں اور دنیاوی درسگاہوں سے حصول علم کرتے ہیں۔ ایسی خزینۂ علوم کتاب کا عالم و معلم خالق علیم و حکیم کی طرف سے تعلیم یافتہ ہوگا۔ اس کتاب سماوی کا عالم ہونے کا تو فرشتے بھی دعویٰ نہیں کر سکتے کیونکہ فرشتے تو جناب آدم کے سامنے اپنی کم علمی کا اظہار کر چکے تھے

اسکے علاوہ قرآن حکیم میں ناسخ و منسوخ۔ عام و خاص۔ مطلق و مقید۔ حد و مطلع۔ اتصال و انفصال۔ محکم و متشابہہ اور ظاہر و باطن ہے۔ اور پھر ہر کلمہ و آیت ظاہری و باطنی معنی و مفہوم کے اعتبار سے صورۃ تنزیلی و تاویلی اور تمثیل میں سینکڑوں معانی و مطالب پر محیط ہے۔ اور تمام معانی بمع مواقع و محل پر الٰہی منشاء و مقصود کا سمجھنا بشر کیلئے ناممکن ہے۔ لہٰذا اس صحیفہ کے سمجھنے کیلئے یعنی فہم قرآنی کیلئے معلم ربانی کی ضرورت ہے کہ جو توحید سے بلافصل تعلیم حاصل کرنے والا عارف یزدانی ہو"

مہدی عباسی نے امام موسیٰ کاظم کی خدمت میں عرض کیا کہ قرآن میں شراب حرام ہے لیکن لوگ قرآن میں اسکی نہی نہیں پاتے لہٰذا واضح حرمت نہیں جانتے تو امام نے فرمایا یہ حرام ہے جیسا کہ خدا کا ارشاد ہے کہ۔

"قل انما حرم ربی الفواحش ما ظھر منھا وما بطن والاثم والبغی بغیر الحق۔ الخ

(اے رسول) تم کہدو کہ میرے پروردگار نے تمام بدکاریوں کو خواہ ظاہری ہوں یا پوشیدہ ہوں اور گناہ کو اور ناحق زیادتی کو حرام قرار دیا ہے"۔ اعراف۔ یعنی خدا کا قول ہے کہ (ما ظھر منھا) کہ جو علانیہ ظاہر گناہ و بدکاری ہے تو وہ زنا ہے۔

اور "وما بطن" اور جو پوشیدہ گناہ ہے" تو وہ جو اپنے اباء کی چھوڑی ہوئی آزاد زوجہ سے نکاح کرتے کیونکہ اس کی آزاد زوجہ سے اسکا لڑکا نکاح کر لیتا تھا تو خدا نے اُسے حرام قرار دیا اور "اثم" سے مراد شراب ہے کیونکہ دوسری جگہ خدا کا ارشاد ہے یسئلونک عن الخمر والمیسر قل فیھما اثم کبیر۔ الخ " وہ تم سے شراب اور جوئے کے متعلق سوال کرتے ہیں تو تم کہدو کہ انمیں بہت بڑا گناہ ہے"۔ اور اثم خدا کی کتاب میں خمر و میسر (شراب و جوا ہے) اور ان کا "اثم" کبیر ہے جیسا کہ خدا کے اس ارشاد میں ہے۔ تو مہدی عباسی نے کہا بخدا یہ ہاشمی فتویٰ ہے۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ " میں فرزند رسول ہوں اور کتاب خدا کا عالم ہوں اور اس کتاب میں ابتدائے تخلیق سے لیکر قیامت تک جو کچھ ہونیوالا ہے سب موجود ہے اسمیں آسمان کی بھی خبر ہے اور زمین کی بھی خبر ہے اور جنت کی بھی اور دوزخ کی بھی خبر ہے اور جو کچھ گزر چکا ہے اسکی بھی خبر ہے اور جو کچھ آئندہ ہونیوالا ہے اسکی بھی خبر ہے اور میں ان تمام باتوں کو اسطرح جانتا ہوں کہ جیسے اپنی ہتھیلی کو دیکھوں اور یقیناً خدا کا ارشاد ہے کہ " اس قرآن میں تمام اشیاء کا بیان موجود ہے "

امام محمد باقر علیہ السلام نے اپنے اباءِ اطہار کے حوالے سے بیان کیا کہ جب یہ آیت " وکل شئی احصیناہ فی امام مبین " اور ہر شے کو گن گن کر ہم نے امام مبین میں ودیعت کر دیا ہے " نازل ہوئی تو حضرت ابوبکر و حضرت عمر نے کھڑے ہو کر کہا کیا امام مبین سے توراۃ مراد ہے۔ پیغمبرؐ نے فرمایا نہیں تو انہوں نے کہا انجیل مراد ہے۔ پیغمبرؐ نے فرمایا نہیں۔ تو انہوں نے کہا کیا قرآن مراد ہے پیغمبرؐ نے فرمایا نہیں۔ پھر پیغمبرؐ نے حضرت علی کیطرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ امام مبین یہ ہیں کہ خدا نے جسکی ذات میں کل شئی کے علم کا احاطہ کر دیا ہے " برھان

ابوذر غفاری کہتے ہیں کہ ایک سفر میں ہم حضرت علیؑ کے ساتھ تھے تو ایک ایسی وادی سے گزرے کہ جس میں چیونٹیوں کا سیلاب بہہ رہا تھا جسے دیکھکر ابوذر دہشت زدہ ہوئے اور کہا اللہ اکبر کہ وہ کس قدر بلند ذات ہے کہ جو انکی تعداد کو جانتا ہے۔ تو حضرت علی نے فرمایا اے ابوذر یہ نہ کہو بلکہ یہ کہو کہ کسقدر بلند و برتر ہے ان کا پیدا کرنیوالا کیونکہ اس ذات کی قسم کہ جس نے تمہاری تصویر بنائی ہے انکا شمار و تعداد تو میں بھی جانتا ہوں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ انمیں نر کتنے ہیں اور مادہ کتنے ہیں باذن اللہ "۔ برھان۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے مفضل سے فرمایا " اے مفضل تم جانتے ہو کہ ان حضرات (محمدؐ و آل محمدؐ) کو ہر چیز کا علم ہے کہ جو خدا نے پیدا کی ہے اور جو ظاہر و موجود ہے۔ اے مفضل یہ حضرات کلمۃ التقویٰ ہیں اور آسمانوں و زمین اور پہاڑ و سمندروں ریت و دریاؤں اور چشموں کے پیمانے جانتے ہیں اور جو پتہ گرتا ہے اسے بھی جانتے ہیں اور کوئی دانہ زمین کی تاریکیوں میں نہیں ہے اور نہ کوئی خشک و تر ہے مگر یہ سب کچھ کتاب مبین میں موجود ہے اور یہ سب کچھ ان حضرات کے علم میں ہے کیونکہ یقیناً یہ حضرات کتاب مبین کے عالم ہیں۔ مفضل نے عرض کیا میرے آقا مجھے معلوم ہو گیا اور میں اس کا اقرار کرتا ہوں اور اس پر ایمان لاتا ہوں۔ امام نے فرمایا اے مفضل اے مکرم و اے پاکیزہ ہاں اے محبوب تم خود بھی پاکیزہ ہو گئے اور پاکیزہ جنت تمہارے لئے ہے اور ہر اس مومن کیلئے ہے کہ جو اس معرفت کو حاصل کر لے " برھان

اصبغ ابن نباتہ کہتے ہیں کہ امیرالمومنین نے خلافت سنبھالتے ہی منبر پر جاکر پہلا خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ " اے لوگو مجھ سے سوال کرو قبل اسکے کہ مجھے نہ پاؤ یہ علم کا جو ہر ہے اور رسول کا لعاب ہے اور یہ علم رسول خدا نے مجھے اس طرح بھرایا ہے کہ جسطرح پرندہ اپنے بچے کو دانہ بھراتا ہے یقیناً میرے پاس اولین و آخرین کا علم ہے۔ آگاہ رہو کہ اگر میرے لئے مسند بچھادی جائے کہ جس پر میں بیٹھ جاؤں تو اہل توراۃ کو توراۃ سے ایسا فتویٰ دوں کو توراۃ خود بول اٹھے کہ علیؑ نے

صحیح و درست کہا ہے جھوٹ نہیں کہا اور تم کو وہ فتویٰ دیتے کہ جو مجھ میں خدا نے نازل کیا ہے اور اہل انجیل کو انجیل سے ایسا فتویٰ دوں کہ خود انجیل پکار اٹھے کہ علیؑ نے درست کہا غلط نہیں کہا اور تمہیں ایسا فتویٰ دیا ہے کہ جو خدا نے مجھ میں نازل کیا ہے ۔ اور قرآن والوں کو قرآن سے ایسا فتویٰ دوں کہ خود قرآن پکار اٹھے کہ علی نے درست فتویٰ دیا ہے جھوٹ نہیں کہا اور تمہیں وہ فتویٰ دیا ہے کہ جو خدا نے مجھ میں نازل کیا ہے حالانکہ تم بھی شب و روز قرآن پڑھتے ہو کیا تم میں کوئی ایسا بھی ہے کہ جو قرآن میں نازل شدہ تمام امور کو جانتا ہو ۔ پھر گفتگو کو جاری رکھتے ہوئے آپؑ نے فرمایا مجھ سے سوال کرو قبل اسکے کہ میں تم سے جدا ہو جاؤں مجھے دانہ شگافتہ کرنیوالے و روح کو پیدا کرنیوالے کی قسم کہ اگر تم مجھ سے ایک ایک آیت کے متعلق سوال کرو کہ رات میں یا دن میں نازل ہوئی مکی ہے یا مدنی سفری ہے یا حضری ۔ ناسخ ہے یا منسوخ ۔ محکم ہے یا متشابہ ہے ۔ تاویل ہے یا تنزیل البتہ میں تم کو یہ سب بتا سکتا ہوں ۔" بحار ۔

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ ہشام ابن عبد الملک اموی نے میرے والد سے دریافت کیا کہ علی ابن ابیطالب عالم الغیب ہونے کا دعویٰ کرتے تھے حالانکہ اللہ نے علم غیب پر کسی کو مطلع نہیں کیا ۔ تو انہوں نے یہ دعویٰ کہاں سے کیا ۔ تو امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ اللہ نے اپنے پیغمبر پر قرآن نازل کیا کہ جسمیں قیامت تک ہونیوالے تمام واقعات اور باتوں کی توضیح کر دی ہے جس پر اسکا فرمان دال ہے کہ "ہم نے تم پر کتاب نازل کی کہ جسمیں ہر شے کی وضاحت ہے ۔" اور اسکا یہ بھی فرمان ہے کہ "ہم نے ہر شے امام مبین میں گن گن کے رکھدی ہے ۔" اور ایک مقام پر یہ بھی فرمایا ہے کہ "ہم نے کتاب مبین میں کسی شے کی متعلق کمی نہیں کی ہے ۔" پس اللہ نے حضور کیطرف وحی کی کہ اپنے علم غیب اور پوشیدہ علم و رازوں سے کچھ باقی نہ رکھیں سب علی کو تعلیم کر دیں ۔" بحار ۔

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ "اس کتاب الہی میں تم سے پہلے کی ہر خبر ہے اور تمہارے بعد کی ہر خبر ہے اور تمہارے درمیان ہے اسمیں ہر بات موجود ہے کہ جسے ہم جانتے ہیں ۔"

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا "یقیناً ہم اہل بیت سے مسلسل خدا ایک کو ظاہر کرتا رہے گا کہ جو کتاب خدا کا اول سے آخر تک عالم ہوگا یقیناً ہمارے پاس اللہ کا حلال و حرام ہے

اور جو برداشت ہم رکھتے ہیں ویسی کسی میں برداشت نہیں ہے اس لئے ایسی بات بیان نہیں کرتے کہ جسکی کوئی برداشت نہیں رکھتا ۔"

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا "یقیناً خدا نے ہم اہل بیت کی ولایت کو قرآن کا اور تمام کتب سماوی کا قطب و محور قرار دیا ہے اسی کے گرد قرآن کے محکمات گھومتے ہیں اور اسی کے ساتھ کتب سماوی کی رفعت و عزت ہے اور اس کے ساتھ ایمان ظاہر و واضح ہوتا ہے اور رسول خدا نے حکم دیا ہے کہ قرآن کی اور آل محمدؐ کی اقتدا کی جائے ۔ اور جبکہ پیغمبرؐ نے آخری خطبہ دیا تھا تو فرمایا تھا کہ "یقیناً میں تمہارے پاس دو عظیم القدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ثقل اکبر کہ جو کتاب الہی ہے اور ثقل اصغر کہ جو میری عترت و میرے اہل بیت ہیں ان دونوں کیلئے میرے فرمان و عترت کی حفاظت کرنا تو اگر تم نے ان دونوں کا دامن تھاما تو ہرگز گمراہ نہیں ہو گے ۔"

علماءِ ربّانی یا معلّمِ یزدانی

بل ھو آیات بینات فی صدور الذین ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (۴۹) عنکبوت

"بلکہ جن لوگوں کو (خدا کی طرف سے پہلے سے ہی) علم عطا کر دیا گیا ہے ان کے دلوں میں یہ (قرآن) واضح روشن آیات ہیں اور سرکشوں کے علاوہ ہماری آیات سے کوئی انکار نہیں کرتا۔

فاسئلوا اھل ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ (۴۳) نحل

"اگر تم خود نہیں جانتے ہو تو اہل الذکر (آلِ رسول) سے دریافت کر لیا کرو۔"

وانہ نزلہ علیٰ قلبک باذن اللہ ۔ الخ (۹۷) بقرہ

"کیونکہ یقیناً اس (ملک) نے اللہ کے اذن سے اس (قرآن) کو تمہارے قلب پر اتارا ہے۔"

قرآن حکیم سے قبل کسی آسمانی کتاب وصحیفہ کو معجزہ ودلیل نبوۃ قرآن کی طرح نہیں قرار دیا گیا۔ لیکن پیغمبر خاتم کی نبوت کا دائرہ چونکہ زمان ومکان کے لحاظ سے عالمین کو محیط تھا اس لئے ضرورت تھی کہ آپکی نبوۃ کی صداقت کی دلیل ومعجزہ عالمگیر ہو کہ جسکی شانِ اعجازی قیامت تک کے زمانے کو محیط ہو اسی لئے خود متکلم قرآن یعنی خلاق عالم نے اس صحیفہ کی حفاظت کی ذمہ داری کا بھی اعلان کیا کہ "یقیناً اس قرآن کے نازل کرنیوالے بھی ہم ہیں" اور اسکی حفاظت کرنیوالے بھی ہم ہیں" اور یہ اسکی حفاظت کا اہتمام ہی ہے کہ آج دُنیا کے کسی ملک کا چھپا ہوا قرآن ہو زیر۔ زبر۔ پیش۔ اور جزم تک میں ذرہ برابر فرق نہیں ہوگا اگر کہیں زیر وزبر کی غلطی ہو جائے تو اندھے حافظ تک ٹوک دیں گے اور یہ بات واضح ہے کہ الفاظ بمنزل جسم کے ہوتے ہیں اور معانی ومطالب بمنزلِ روح کے ہوتے ہیں۔ تو کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ خداوند عالم جسم یعنی الفاظ کی حفاظت کا تو اسقدر اہتمام کرے کہ زبر وزیر تک میں کہیں فرق نہ آنے پائے تو کیا اس نے اس کے معانی ومطالب کی حفاظت کا اہتمام نہیں کیا ہوگا۔ کیا معانی ومطالب کیلئے مادر زاد جاہل انسانی کھوپڑیوں کو آزاد چھوڑ دیا ہوگا کہ جس کا جو جی چاہے اپنی مرضی سے معانی مطالب نکال کر نئی نئی راہیں نکالتے رہیں۔ ہرگز نہیں جبکہ اس نے اس خطرے کا خود اعلان کیا کہ :

یضل بہ کثیرا۔ الخ بہت سے اس کلام سے گمراہ ہوں گے اور بہت سے ہدایت پائیں گے" لہذا ضروری ہوا کہ قیامت تک قرآن حکیم کے مطالب ومعارف کی حفاظت کا اہتمام کیا جائے اسی لئے قیامت تک قرآنِ حکیم کے مطالب ومعارف کی حفاظت کیلئے معصوم اذہان یعنی عصمت وطہارت سے آراستہ اہل بیت رسالت کا اہتمام کر دیا گیا۔ اور پیغمبر اکرم نے واضح اعلان کیا کہ میں تمہارے درمیان دو عظیم القدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں ایک کتاب خدا اور دوسرے میری عترت اہلبیت الخ۔ صحیح مسلم

اور قرآن حکیم کے اعلان کے مطابق یہ بات بھی واضح ہے کہ

قرآن حکیم وہ صحیفہ یزدانی ہے کہ جسکے دامن میں کائنات کے علوم و معارف اور تمام غیوبات پنہاں ہیں خود قرآن حکیم کا اعلان ہے کہ کائنات کا ہر خشک و تر قرآن حکیم کے دامن میں موجود ہے " اور خالق علیم و حکیم نے اپنے حبیب رسول عالمین کو اس کتاب کا مکمل علم عطا کر کے عالمین کا ہادی و معلم قرار دیا ہے ۔ لہذا جب بلا استثنا کائنات کے تمام غیوبات قرآن کے دامن میں موجود ہیں تو پھر معلم قرآن و رسول رحمان سے کائنات کے غیوبات کی نفی کرنا عظمت قرآنی و فرمان یزدانی کی نفی کرنا ہے ۔ کیونکہ خود خالق علیم و حکیم کا ارشاد ہے کہ " رحمان نے (اپنی رحمت خاصہ سے) قرآن کی مکمل تعلیم (اپنے حبیب کو) پہلے ہی کر دی ہے ۔"

خدا کی ذات سے کسی چیز کا غائب ہونا ناممکن ہے کیونکہ جہاں تک مکانیت کا دائرہ ہے وہ ہر جگہ موجود ہے وہی کائنات کا خالق و مالک ہے ۔ مخلوق کی نسبت سے اسے عالم الغیب کہا جاتا ہے ۔ اور پھر جب اس نے کائنات کی تخلیق کا آغاز کیا سب سے پہلے حقیقت محمدیہ نورانیہ کو خلق کیا ۔ اور پھر ان انوار مقدسہ کی شعاعوں سے کائنات کو انکی نگاہوں کے سامنے خلق کیا ۔ لہذا جن کے سامنے کائنات خلق ہوئی تو کائنات کی کوئی حقیقت و کوئی راز ان سے پوشیدہ نہیں ہو سکتا ۔ اور جبکہ کائنات کے تمام رموز و اسرار قرآن حکیم کے دامن میں بھی پنہاں ہیں جسطرح یہ کتاب کائنات الہٰی علم و حکمت کا خزینہ اور کتاب تکوینی ہے

اسی طرح قرآن حکیم الہٰی علم و حکمت کا خزینہ اور کتاب تشریعی ہے ۔ اور یہ اصول تکلم ہے کہ متکلم اپنے مخاطب کی عقل و علم کی سطح کے مطابق کلام کرے اور جب عقل و شعور کا خالق اپنے کسی عبد سے حکیمانہ تکلم کرے تو یقیناً وہ کلام حکیمانہ اس عبد کی عقل و شعور کی سطح کے مطابق ہوگا ۔ چنانچہ قرآن حکیم خالق علیم و حکیم کا وہ حکیمانہ کلام ہے کہ جو اس نے اپنے رسول کریم سے کلام کیا ہے ۔ یعنی قرآن حکیم بلا فصل عقل و شعور محمدی کی سطح کا کلام ہے کیونکہ پیغمبر ہی اس کلام ربانی کے عالم و معلم حقیقی ہیں ۔ لہذا اس کلام الہٰی کی کوئی گہرائی و کوئی حقیقت آپ کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں ہو سکتی اس معجز نما کتاب و کلام کے آپ ہی معجز نما ہیں ۔ لہذا آپ کے بعد اس کلام ربانی کی تمام گہرائیوں اور تمام رموز و حقائق اور علوم و معارف کا عالم کامل و معلم اکمل وہی ہوگا کہ جس کے عقل و فہم کی وسعت و عظمت عقل محمدؐ سے مناسبت و مطابقت رکھتی ہوگی اور جب معلم ربانی و مبلغ یزدانی پیغمبر اکرم اسی کتاب رحمانی کی ہدایات و احکام پہنچانے کے لئے اس دار فانی میں تشریف لائے اور اس کے اوامر و نواہی پہنچانے کے ساتھ عقول بشری کی سطح کی حدود تک اس کے رموز و اسرار کو واضح کیا اور پھر جب آپ اس دنیا سے تشریف لیگئے اور اس کلام ربانی و صحیفہ رحمانی کو اپنی امت کے درمیان چھوڑ گئے تو ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ آپ اس صحیفہ کے الفاظ و کلمات اور آیات کو چھوڑ جائیں اور اسکے مطالب و حقائق اور علوم و معارف کو ساتھ لیجائیں ۔ لہذا ضروری ہے کہ پیغمبر اکرم اس خزینہ علوم کو چھوڑ گئے تو اس کے تمام علوم و معارف اور رموز

وحقائق کو بھی چھوڑ جائیں اور چونکہ یہ کلام اپنی جامعیت وشان اعجازی کی بنا پر عقل محمدی کی سطح کا ہے اس لئے پیغمبرؐ کے بعد اس کلام ربانی کے علوم واسرار ایسی عقل کی طرف منتقل ہوں گے کہ جس میں ان علوم وحقائق کے حصول کی وسعت وبرداشت ہو اور وہ عقل عقل محمدؐ سے مطابقت رکھتی ہو۔ یہی وجہ تھی کہ پیغمبرؐ کے بعد حقیقی عالم قرآن و وارث رسالت تھا اسے مباہلے کی آیت میں نفس رسول قرار دیدیا گیا۔ اور پیغمبر اکرمؐ نے اسے باب مدینۃ العلم قرار دیا اسی لئے اسی باب مدینۃ العلم نے اکثر یہ اعلان کیا کہ سلونی سلونی۔ الخ کہ مجھ سے جو چاہو پوچھو قبل اسکے کہ میں تمہارے درمیان سے اٹھ جاؤں" اور کبھی یہ اعلان کیا کہ "میں ہی جانتا ہوں کہ قرآن کی کونسی آیت کہاں نازل ہوئی سفر میں نازل ہوئی یا حضر میں۔ پہاڑ پر نازل ہوئی یا ہموار زمین پر نازل ہوئی کس کی مدح میں نازل ہوئی اور کس کی قدح میں نازل ہوئی (شرح مقاصد) اور کبھی اعلان کیا کہ "قرآن میں کوئی ایسی آیت نہیں ہے کہ جس کے متعلق میں نہ جانتا ہوں کہ وہ کس کے بارے میں نازل ہوئی اور کہاں نازل ہوئی اور میرے سینے میں علم کا خزانہ ہے مجھ سے جو چاہو پوچھو قبل اسکے کہ مجھے کھو بیٹھو اور جب میں کسی آیت کے نزول کے وقت غیر حاضر ہوتا تو پیغمبر اکرمؐ اس کا خیال رکھتے ورجب میں حاضر ہوتا تو وہ آیت مجھے تعلیم فرما دیتے اور فرماتے یا علی تمہاری غیر موجودگی میں خدا نے مجھ پر یہ آیت نازل کی ہے اور اسکی تاویل یہ ہے اور پیغمبر اکرمؐ نے اس کتاب کی تاویل وتنزیل سب مجھے تعلیم کر دی ہے"

امام جعفر صادق علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ "خدا نے ہر شے کو وضاحت کے ساتھ قرآن میں بیان کر دیا ہے اور ضروریات انسانی سے متعلق کوئی ایسی فروگزاشت نہیں کی ہے کہ کوئی کہے کاش قرآن میں یہ بات ہوتی بلکہ خدا نے سب کچھ قرآن میں بیان کر دیا ہے"

اور امام جعفر صادق علیہ السلام کا یہ بھی بیان ہے کہ "کسی بھی معاملے میں دو آدمیوں کے درمیان اختلاف و تبادلِ خیالات ہوتا ہے مگر اسکی اصل قرآن میں موجود ہوتی ہے مگر وہ عام انسانوں کی عقول کی رسائی سے بالاتر ہے۔ اور فرائد السمطین حموینی میں ہے کہ ایک روز حضرت علیؑ نے خطبے میں فرمایا "مجھ سے سوال کرو۔ بخدا قیامت تک ہونے والی جس چیز کے متعلق تم مجھ سے دریافت کرو گے میں وہ تمہارے لئے بیان کروں گا اور کتاب الٰہی کے متعلق مجھ سے سوال کرو اور کوئی آیت نہیں کہ جس کے متعلق میں یہ نہ جانتا ہوں کہ وہ رات کو نازل ہوئی یا دن میں نازل ہوئی وہ ہموار زمین پر نازل ہوئی یا پہاڑ پر نازل ہوئی" حلیۃ الاولیاء۔

اور پھر جس طرح رسول رحمانی نے اس صحیفہ ربانی کے تمام علوم ومعارف کو نفس رسالت کی طرف منتقل کر دیا اسی طرح امیرالمومنین باب مدینۃ العلم بھی دنیا سے رخصت ہوتے وقت وہ تمام علوم ومعارف اسی عقل کی طرف منتقل کر کے جائیں گے کہ جو عقل وفہم وسعت وعظمت میں آپ کی عقل وفہم سے مطابقت رکھتی ہوگی ورپھر اسی طرح یہ سلسلہ امام آخر تک منتہی ہوگا۔ اور اسی بنا پر پیغمبر اکرمؐ نے قیامت تک اپنی امت کو مخاطب کر کے

فرمایا تھا کہ "یقیناً میں تمہارے درمیان دو با عظمت چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں کتاب خدا اور میری عترت و اہل بیت اور جبتک تم ان دونوں کا دامن تھامے رہو گے تم ہرگز گمراہ نہیں ہو گے اور یہ دونوں ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہیں ہونگے یہانتک کہ ساتھ ساتھ حوض کوثر پر میرے پاس پہنچ جائیں"۔ صحیح مسلم۔ لہٰذا قیامت تک اس صحیفہ ربانی کے ساتھ پیغمبر اکرم کے اہل بیت سے ایک معلم یزدانی موجود رہے گا۔ یہی وجہ ہے کہ پیغمبر اکرم کے بعد اس صحیفہ سماوی کیلئے عالم کامل و معلم ربانی ہونے کا فقط اہل بیت رسالت نے ہی دعویٰ کیا ہے یہ دعویٰ کرنے کی کسی اور کو ہمت نہیں ہوئی۔ اور نہ ہی کوئی غیر یہ دعویٰ کر سکتا ہے۔ چنانچہ امام محمد باقر علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ "اوصیاء کے علاوہ کسی کو جرأت نہیں کہ وہ یہ دعویٰ کرے کہ وہ پورے قرآن کے ظاہر و باطن کا علم رکھتا ہے"۔

اور امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ "عہد رسالت میں مجھے اونگھ یا نیند اسوقت تک نہیں آئی جبتک کہ میں نے پیغمبرؐ سے اس دن میں جبرائیل کی لائی ہوئی آیات کے متعلق اور حلال و حرام اور سنت اور امر و نہی اور مقصد نزول و شان نزول دریافت نہیں کر لیا"۔

اور پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا کہ "علی مع القرآن والقرآن معہ لا یفترقان حتیٰ یردا علی الحوض" صواعق محرقہ۔ علیؑ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علی کے ساتھ ہے اور یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر دونوں ساتھ ساتھ میرے پاس وارد ہوں گے"۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ "بیشک اللہ نے اپنے رسول کو تنزیل و تاویل کا علم عطا کیا تو پیغمبر اکرم نے وہ پورا علم علیؑ کو تعلیم کر دیا خدا کی قسم ہم وہ سب جانتے ہیں اور پیغمبرؐ کا فرمان ہے کہ یا علیؑ تم لوگوں کو تاویل کی تعلیم دو گے کہ جو وہ نہیں جانتے ہوں گے"۔ تو علیؑ نے عرض کیا آپ کے بعد آپ کی رسالت کی تبلیغ کس طرح کروں تو پیغمبرؐ نے فرمایا "تاویل قرآن یا اس کے جملہ مطالب سے کہ جو لوگوں پر حل نہ ہوں لیکن تم ہی ان کو ان مطالب سے آگاہ کرنا"۔

سلیم بن قیس ہلالی نے حضرت علیؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں نے سلمان و مقداد اور ابوذر سے قرآن کی تفسیر سنی اور احادیث نبوی سنیں اور یہ اس سے مختلف تفسیر و احادیث تھیں جو دوسرے لوگوں کے پاس ہے اور پھر آپ سے تفسیر و احادیث سنیں تو اس سے انکی بیان کردہ تفسیر کی تصدیق ہوئی۔ دوسرے لوگوں کے پاس قرآن کی تفسیر و رسول کی احادیث میں نے دیکھیں تو انہیں ایسی تفسیر و احادیث بھی ہیں کہ جنکی آپ مخالفت کرتے ہیں اور باطل قرار دیتے ہیں تو آپ کی رائے میں کیا وہ رسول خداؐ کیطرف جان کر کذب منسوب کرتے ہیں اور قرآن کی اپنی رائے سے تفسیر کرتے ہیں۔ تو حضرت علیؑ نے فرمایا تم نے سوال کیا ہے تو جواب سمجھو کہ لوگوں کے پاس حق و باطل اور صدق و کذب اور ناسخ و منسوخ اور خاص و عام اور محکم و متشابہ اور حفظ و وہم ہے۔ اور پیغمبر اکرم کی حیات میں آپ پر جھوٹ بولا گیا تو آپ نے ایک خطبہ میں فرمایا "ایہا الناس

قد كثر علىّ الكذابة فمن كذب علىّ متعمداً فليتبوأ مقعده من النار ۔ اے لوگو مجھ پر جھوٹ بولنے والے بہت ہوگئے جس نے عمداً مجھ پر جھوٹ بولا تو اسکا ٹھکانہ دوزخ ہے“ پھر آپ کے بعد بھی آپ پر جھوٹ بولا گیا اور تمہارے پاس جو حدیث پہنچی ہے اسکی صرف چار صورتیں ہیں پانچویں صورت نہیں (۱) منافق شخص کہ جو ایمان کا اظہار کرتا ہو اور وہ رسولِ خدا پر عمداً کذب بیانی کو گناہ نہیں سمجھتا۔ اگر مسلمانوں کو علم ہو جاتا کہ اس منافق نے کذب بیانی کی ہے تو وہ اس سے کچھ بھی قبول نہ کرتے اور نہ ہی اسکی تصدیق کرتے۔ لیکن لوگوں نے کہا کہ یہ رسول کا صحابی ہے پیغمبرؐ کو دیکھا ہے اور آپؐ سے سُنا ہے لہذا اس نے جو بیان کیا لوگوں نے لے لیا جبکہ وہ اسکے حال کی معرفت نہیں رکھتے تھے اور خدا نے تمہیں منافقین سے آگاہ کیا ہے اور انکی صفت بیان کی ہے اور فرمایا ہے کہ واذا رأيتهم تعجبك اجسامهم وان يقولوا تسمع لقولهم ۔ ۴ ۔ منافقون اور جب تم ان (منافقین) کو دیکھو گے تو ان کا قد و قامت تمہیں بہت اچھا معلوم ہوگا اور گفتگو کریں گے تو ایسی کہ تم توجہ سے سنو۔ الخ“ پھر وہ منافقین رسولِ خدا کے بعد باقی رہے اور انھوں نے دوزخ کی طرف دھوکے و جھوٹ و بہتان سے بلانے والے ائمہ ضلال کی قربت حاصل کر لی تو انھوں نے ان کو عمّال بنایا اور لوگوں کی گردنوں پر مسلط کیا تو انھوں نے ان کے ساتھ دنیا کو خوب کھایا اور لوگ دنیا و بادشاہوں کے ساتھ ہوا کرتے ہیں مگر سوائے ان کے کہ جن کو خدا محفوظ رکھے۔ یہ چار میں سے ایک ہے۔

(۲) دوسرا وہ شخص ہے کہ جس نے رسولِ خدا سے کوئی بات سنی لیکن من و عن مکمل یاد نہ رکھ سکا اسے وہم و مغالطہ ہوا (اور اسی وہم و مغالطے کو درست سمجھتا رہا) لیکن اس نے عمداً کذب بیانی نہیں کی جو اس کے پاس تھا وہی کہتا رہا اور اسی پر عمل کرتا رہا اور روایت کرتا رہا اور کہتا رہا کہ میں نے رسولِ خدا سے یہ سُنا ہے۔ اگر لوگوں کو معلوم ہو جاتا کہ اسے وہم و مغالطہ ہوا ہے تو وہ اس سے قبول نہ کرتے اور اگر اسے خود معلوم ہو جاتا کہ اسے وہم و مغالطہ ہوا ہے تو بیان نہ کرتا ترک کر دیتا

(۳) وہ شخص ہے کہ جس نے رسولِ خدا سے کسی شے کے متعلق سُنا کہ آپؐ نے اسکا حکم دیا ہے۔ اور بعد کو پیغمبرؐ نے جب اس سے منع کیا تو وہ اس نے نہیں سُنا۔ یا اس نے سُنا کہ پیغمبرؐ نے کسی بات سے منع کیا ہے لیکن بعد کو جب اس بات کا حکم دیدیا تو اسکا اسے علم نہیں ہوا تو اس نے منسوخ کو یاد رکھا اور ناسخ کو یاد نہیں کیا اگر وہ جان لیتا کہ جو اسے یاد ہے وہ منسوخ ہو گئی ہے تو وہ اسے چھوڑ دیتا اور اگر لوگوں کو معلوم ہو جاتا کہ یہ منسوخ بیان کر رہا ہے تو وہ اس سے نہ لیتے ترک کر دیتے۔

(۴) چوتھا وہ شخص ہے کہ جس نے خدا اور رسول پر کذب بیانی نہیں کی وہ کذب سے نفرت کرتا ہے اور خدا سے ڈرتا ہے اور پیغمبرؐ کی تعظیم کرتا ہے اور نہ ہی اسے وہم و اشتباہ ہوا ہے بلکہ جس طرح حدیث سنی اسی طرح بعینہ یاد کر لی اور اس نے اس میں نہ ہی زیادتی کی اور نہ ہی کمی کی اور اس نے ناسخ و منسوخ دونوں کو یاد کر لیا ناسخ پر عمل کیا اور منسوخ کو چھوڑ دیا۔ اور یقیناً پیغمبر اکرمؐ کا امر و نہی قرآن کی طرح ناسخ و منسوخ اور عام و خاص اور محکم و متشابہ ہے اور کبھی قرآن کی مانند رسولِ خدا کے کلام کی دو وجہیں ہوتی ہیں ایک عام کلام اور دوسرا خاص کلام اور خدا کا ارشاد ہے ما اتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا۔

رسول خدا جو کچھ تم کو دیں وہ لے لو اور جس سے منع کریں اس سے رک جاؤ۔"

اور پیغمبر اکرم سے سننے والا ایک ایسا بھی تھا کہ جو خدا کے فرمان کو نہیں پہچانتا تھا کہ خدا کی کیا مراد ہے اور رسول خدا نے اس سے کیا مراد لی ہے۔ اور اسکے علاوہ ہر صحابی رسول خدا سے سوال بھی نہیں کرتا کہ سمجھتا اور ان میں بعض ایسے سوال بھی کرنے کہ جو سمجھ نہیں رکھتے تھے یہاں تک کہ وہ چاہتے کہ کوئی اعرابی سائل آئے اور پیغمبرؐ سے سوال کرے اور وہ سنیں۔ اور میں روزانہ رسول خدا کے پاس جاتا ہر رات کو جاتا اور پیغمبرؐ مجھ سے خلوت کرتے جہاں آپ جاتے میں آپ کے ساتھ جاتا اور اصحاب جانتے تھے کہ میری طرح کا سلوک رسول خدا کسی کے ساتھ نہیں کرتے تھے۔ اور کبھی پیغمبرؐ میرے گھر آتے اور جب میں آپکے پاس حاضر ہوتا تو آپ میرے ساتھ خلوت کرتے اور اپنی ازواج کو پاس سے ہٹا دیتے آپ کے پاس میرے علاوہ کوئی نہ ہوتا اور جب میرے گھر میں مجھ سے خلوت کرتے تو اس وقت فاطمہ اور میرا کوئی فرزند بھی پاس نہ ہوتا اور جب بھی میں آپؐ سے سوال کرتا آپؐ مجھے جواب دیتے اور جب میں خاموش ہو جاتا تو پیغمبرؐ گفتگو کا خود آغاز کرتے آپ نے خدا سے میرے لئے دعا کی کہ خدا مجھے حفظ و فہم میں کمال عطا کرے آپکی دعا تھی کہ میں نے کبھی کسی چیز کو فراموش نہیں کیا اور اس سے مجھ پر کوئی بوجھ و ملال نہیں ہوا اور نہ ہی مجھے کبھی نسیان کا خوف ہوا۔ پیغمبرؐ نے فرمایا اے بھائی مجھے تم پر نسیان و جہل کا خوف نہیں ہے خدا نے مجھے آگاہ کیا ہے کہ تیرے لئے اس نے میری دعا قبول کر لی ہے اور تیرے بعد آنے والے تیرے شرکاء امامت کیلئے بھی۔ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میرے شرکاء کون ہیں۔ پیغمبرؐ نے فرمایا وہ ہیں جن کو خدا نے اپنے اور میرے ساتھ شریک کیا ہے اور فرمایا ہے یاایھا الذین آمنوا اطیعوا۔ اے ایماندار و اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی و صاحبان امر (الہی) کی اطاعت کرو الخ

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کون ہیں فرمایا وہ اوصیاء ہیں جو سب حوض کوثر پر مجھ پر وارد ہوں گے وہ ہدایت یافتہ و ہدایت کرنے والے ہیں کسی کا انکو جھٹلانا انکو ضرر نہیں پہنچاتا وہ قرآن کے ساتھ ہیں اور قرآن ان کے ساتھ ہے وہ قرآن سے جدا نہیں ہوں گے اور قرآن انسے جدا نہیں ہوگا انہی کی وجہ سے میری امت کی نصرت کی جائے گی انہی کی وجہ سے بارش ہوگی اور ان سے بلا رد فع ہوگی انکی وجہ سے انکی دعائیں قبول ہوں گی۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے لئے ان کے نام بیان فرمائیں تو پیغمبرؐ نے حسن کے سر پر ہاتھ رکھکر کہا یہ میرا بیٹا ہے پھر حسین کے سر پر ہاتھ رکھکر فرمایا یہ میرا بیٹا ہے پھر اس کا بیٹا علی پھر علی کا بیٹا محمد پھر حسین سے فرمایا تمہاری زندگی میں محمد بن علی پیدا ہوگا اسے میرا سلام پہنچا دینا پھر بارھویں تک نام بتائے اور فرمایا منہم واللہ یا اخا بنی ہلال مھدی أمة محمدؐ الذی یملاء الارض قسطاً و عدلا کما ملئت ظلماً و جوراً (اے بنی ہلال) امت محمدی کا مہدی انہی (حسین) کی نسل سے ہوگا جو زمین کو عدل و انصاف سے اس طرح بھر دے گا جس طرح وہ ظلم و جور سے بھر چکی ہو گی۔"

امیرالمومنین علیہ السلام نے فرمایا "اے لوگو خدا نے تمہاری طرف رسول اکرم کو بھیجا اور اپنی کتاب نازل کی حالانکہ تم کتاب اور نازل کرنے والے سے غافل تھے اور رسول کے بھیجنے والے سے بے خبر تھے اور رسولوں کے گزر جانے کا ایک عرصہ

گزر چکا تھا اور امتیں طویل نیند سو چکی تھیں اور احکام کمزور ہو چکے تھے اور حق کی پردہ پوشی اور ظلم و ستم کجروی اور دین میں بے برکتی عام ہو چکی تھی دنیا کے اس گلزار جنت میں پژمردگی کی بنا پر گرمی کی آگ برس رہی تھی۔ شاخیں خشک و پتے مردہ اور پھلوں سے مایوسی اور پانیوں میں کمی رونما ہو چکی تھی اور ہدایت کے نشانات کہنہ اور گمراہی کے جھنڈے بلند تھے دنیا والوں کے سامنے دنیا بدنما صورت میں ظاہر ہو چکی تھی اس کا ثمر فتنہ اور ذائقہ برا تھا اور باطن میں خوف و ہراس اور ظاہر میں تلوار نمایاں تھی گویا تم بری طرح تباہ و برباد ہو چکے تھے دنیا داروں کی نگاہیں اندھی اور روشن دن تاریک ہو چکے تھے۔ قطع رحمی و خونریزی اور لڑکیوں کا زندہ دفن کرنا عام مشغلہ تھا اور یہ سب کچھ عیش پسندی اور خوش باشی کیلئے محبوب عام تھا وہ لوگ نہ ہی اللہ سے اجر و ثواب کے امیدوار تھے اور نہ ہی اس کے عذاب سے خوفزدہ تھے چشم کور زندہ تھے اور مرنے کے بعد ہمیشہ کیلئے دوزخ کا ایندھن آنحضرت پیغمبر اسلام سابقہ شریعتوں کو منسوخ کرنے اور کتب سابقہ کی تصدیق کے ساتھ آئے اور جس میں حلال و حرام کی پوری تفصیل موجود ہے وہ قرآن مجید ہے پس تم اس کے ساتھ کلام کرو لیکن وہ ہرگز تمہارے ساتھ کلام نہیں کرے گا (یعنی تم اسکے رموز پر ہرگز مطلع نہیں ہو سکو گے) البتہ میں تمہیں اسکے متعلق خبریں بتا سکتا ہوں اسی کتاب میں ماضی و مستقبل یہاں تک کہ قیامت تک کا علم موجود ہے تمہارے روزمرہ کے احکام و باہمی نزاعات کے فیصلے سب اس میں موجود ہیں لیکن مجھ سے اگر اس کے متعلق دریافت کرو گے تو میں تمہیں بتاؤں گا۔" البرہان۔

اور جابر ابن عبد اللہ انصاری نے امام محمد باقر علیہ السلام سے قرآن کی کسی آیت کی تفسیر دریافت کی اور آپ نے بیان کی پھر دوسری مرتبہ جابر نے اسی آیت کی دوبارہ تفسیر دریافت کی تو امام نے دوسری تفسیر بیان کی۔ تو جابر نے عرض کیا پہلے تو آپ نے کچھ اور تفسیر بیان کی تھی۔ تو امام نے فرمایا اے جابر قرآن کیلئے ایک تو ظاہر ہے دوسرا باطن اور اے جابر لوگوں کی عقول کی رسائی سے بعید تر قرآن کی تفسیر سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہے ایک آیت کے اول میں کوئی حکم ہوتا ہے اور آخر میں کوئی دوسرا حکم ہوتا ہے اور یہ ایک مشکل کلام ہے کہ جو مختلف وجوہ پر پھرتا ہے۔"

اور فضل ابن یسار سے امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ "قرآن کی ہر آیت کے ظاہر کا پھر ظاہر اور باطن کا پھر بطن ہے اور انکی حدود ہیں اور حدود کیلئے بلند و بالا اشارات بھی ہیں آیات کا ظاہر تنزیل ہے اور باطن تاویل ہے اس کا کچھ حصہ گزر چکا ہے اور کچھ حصہ ابھی باقی ہے مگر بعد جب وہ امر آئیگا کہ جسکی وجہ سے وہ مخفی تھا تو وہ بھی جاری ہو جائیگا۔ جس طرح کہ شمس و قمر جاری ہیں ان حدود کو خدا کے اور ہمارے علاوہ کوئی نہیں جانتا ہم راسخون فی العلم ہیں۔"

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا "قرآن زندہ ہے مردہ نہیں آفتاب و ماہتاب اور لیل و نہار کی طرح جاری ہے جسطرح کہ ہمارے اول کیلئے ہے اسی طرح ہمارے آخر کیلئے بھی ہے۔"

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ "قرآن میں گزشتہ کا بھی ذکر ہے اور جو ہونے والا ہے اس کا بھی ذکر ہے جسے ہم

محمدؐ و آلِ محمدؐ ہی جانتے ہیں۔"

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ "اگر ایسا ہوتا کہ ایک آیت کسی خاص شخص کیلئے نازل ہوئی اور وہ شخص مر جاتا ہے تو یہ آیت بھی مر جاتی تو اسطرح تقریباً پورا قرآن مرجاتا مگر قرآن زندہ ہے اور جسطرح گزر جانے والوں کیلئے جاری ہے اسی طرح بعد میں آنے والوں کیلئے بھی جاری ہے۔"

علامہ زمخشری نے کتاب الفائق جلد ۲ میں لفظ "قرأ" کے معنی کے ذیل میں اور علامہ نبھانی نے شرف المؤبد میں لکھا ہے کہ عبداللہ ابن عباس کہتے ہیں کہ ایک روز حضرت علیؑ نے عشاء کی نماز کے بعد مجھے بلایا اور وہ چاندنی رات تھی جب میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھ سے کہا کہ "الحمد" کے الف کی تفسیر کیا ہے۔ میں نے لاعلمی کا اظہار کیا تو آپ نے الف لام کی تفسیر بیان کی پھر ح کی اور پھر میم کی اور پھر دال کی تفسیر بیان کی جب تفسیر بیان کر چکے تو فجر طلوع ہو چکی تھی اور مجھے فرمایا اے ابن عباس گھر جاؤ اور فرض کی تیاری کرو۔ پھر میں نے اپنے علم قرآن کے متعلق غور کیا تو میں نے علیؑ کے علم کے مقابلے میں اپنا علم اسطرح پایا جیسے سمندر بیکراں کے مقابلے میں ایک چھوٹا سا چشمہ ہو۔"

اور حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ "علیؑ تمام لوگوں سے بڑھکر سنت کے عالم ہیں۔" ابن عساکر۔

اور علامہ غزالی احیاء العلوم میں لکھتے ہیں کہ عبداللہ ابن مسعود سے روایت ہے کہ قرآن سات حروف (وجوہ) پر نازل ہوا ہے اور کوئی ایسا حرف نہیں ہے کہ جس کا ظاہر و باطن نہ ہو اور علی ابن ابیطالب کو ان کے ظاہر و باطن سب کا علم حاصل ہے۔" حلیۃ الاولیاء۔

اور حضرت علیؑ کا فرمان ہے کہ "مجھے کتاب کا فہم اور فصل الخطاب اور علم قرآن و اسباب عطا کر دیا گیا اور علم کی ہزار چابیاں دیگئیں کہ ہر چابی سے علم کے ہزار باب کھلتے ہیں اور ہر باب دس لاکھ عہد تک پہنچاتا ہے۔"

مناقب ابن مغازلی شافعی میں ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا "مانزلت آیۃ من کتاب اللہ الا وقد علمت متی انزلت وفیمن انزلت ومامن قریش الا وقد نزلت فیہ آیۃ من کتاب اللہ تسوقہ الی جنۃ او نار۔"

قرآن کی جو آیت نازل ہوئی میں جانتا ہوں کہ کب نازل ہوئی کس لئے نازل ہوئی اور ہر قریشی کے لئے کوئی آیت نازل ہوئی یا اُسے جنت کی طرف لیجاتی ہے یا اسے دوزخ کیطرف لیجاتی ہے تو ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا امیرالمومنین آپکے بارے میں کیا نازل ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا چونکہ تم نے لوگوں کے سامنے دریافت کیا ہے اسلئے سب کے سامنے بیان کر رہا ہوں کہ کیا تم نے یہ آیت نہیں پڑھی (فمن کان علی بینۃ من ربہ ویتلوہ شاھد منہ۔ الخ) تو کیا جو شخص اپنے پروردگار کی طرف سے روشن دلیل پر ہے اور اسکے پیچھے پیچھے ایک گواہ ہے کہ جو اسی سے ہے۔ الخ ⑤ ہود۔ اور رسول خدا اپنے پروردگار کی طرف سے بینہ پر ہیں اور میں حضور کا جز و شاھد ہوں پس اس کی تلاوت کرو اور اس کے حکم کی پیروی کرو۔"

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ میں بچپنے ہی سے کتاب الٰہی کا عالم ہوں حالانکہ اس کتاب میں ابتداء تخلیق سے لیکر قیامت تک کے واقعات موجود ہیں اور اسمیں آسمان و زمین اور جنت و جہنم اور ماکان و مایکون (جو کچھ ہو چکا ہے اور جو کچھ ہونیوالا ہے سب) کی خبر موجود ہے اور میں یہ سب اسطرح جانتا ہوں کہ جسطرح اپنی اس ہتھیلی کو جانتا ہوں "

حسن بصری امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا امام نے اس سے فرمایا اے مرد بصری یہ بات مجھ تک پہنچی ہے کہ تم کتاب خدا کی آیات کی ایسی تفسیر بیان کرتے ہو کہ جس کیلئے وہ نازل نہیں ہوئیں اگر ایسا کرتے ہو تو تم خود بھی ہلاک ہوئے اور دوسروں کو بھی ہلاک کیا۔ اس نے عرض کیا وہ کیا ہے۔ امام نے فرمایا خدا کا قول ہے کہ وجعلنا بینھم و بین القری التی بارکنا فیہا قری ظاھرۃ وقدرنا فیہا السیر سیروا فیہا لیالی و ایاما آمنین ⑱ سباء

اور ہم نے انکے اور ان بستیوں کے درمیان دوسری بستیاں قرار دیں کہ جن میں ہم نے برکت قرار دی اور ہم نے ان کے درمیان آمد و رفت کی راہ قرار دی کہ انمیں رات و دن میں با امن سفر کرو "

بتاؤ خدا نے اسے قوم کیلئے امان بنایا ہے جبکہ مکہ و مدینہ کے درمیان لوگوں کے اموال چوری ہو جاتے ہیں اور انسان قتل ہو جاتا ہے۔ پھر کچھ دیر رک کر امام نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کرکے فرمایا نحن القری التی بارک اللہ فیہا۔ ہم وہ قری ہیں کہ جس میں خدا نے برکت ہی برکت نازل کی ہے۔ عرض کیا گیا کتاب خدا میں "قری" سے مرد مراد ہیں۔ امام نے فرمایا خدا کا قول ہے وکاین من قریۃ عتت عن امر ربھا و رسلہ فحاسبنھا حسابا شدیدا و عذبناھا عذابا نکرا (کتنے قریے ہیں کہ جنہوں نے اپنے رب اور اسکے رسول کے امر کی نافرمانی کی۔ الخ۔ ⑧ طلاق۔

فمن العاصی علی اللہ الحیطان ام البیوت الرجال۔ تو خدا کی نافرمانی کرنیوالے کون ہیں۔ دیواریں یا گھر ہیں یا آدمی ہیں۔ تو حسن بصری نے عرض کیا فرزند رسول مزید واضح کریں۔ تو امام نے فرمایا سورہ یوسف میں خدا کا ارشاد ہے۔ واسئل القریۃ التی کنا فیہا والعیر التی اقبلنا فیہا۔ اے رسول تم اس گاؤں سے (یعنی قریہ والوں سے) سوال کرو کہ جس میں ہم نے برکت دی۔ الخ

اس میں کس کو حکم دیا گیا ہے قریہ سے سوال کرنے کا۔ یا قافلے سے یا مردوں سے۔

عرض کیا فرزند رسول قری ظاہرہ سے آگاہ کریں۔ امام نے فرمایا ھم شیعتنا یعنی العلماء منھم۔ ظاہری قریے ہمارے شیعہ یعنی ان سے علماء مراد ہیں "

ایک شخص نے عرض کیا عیسیٰ ابن مریم مردوں کو زندہ کرتے تھے اور سلیمان ابن داؤد پرندوں کی زبان جانتے تھے کیا آپکو یہ مقام حاصل ہے۔ تو حضرت صادق نے فرمایا سلیمان بن داؤد ھدھد کے غائب ہونے پر غضبناک ہوئے کیونکہ

وہ زمین کے اندر پانی کو جان لیتا تھا اور پانی کیطرف رہبری کرتا ہے جبکہ سلیمان ہُوا کے نیچے پانی کو نہیں پہچانتے
تھے باوجودیکہ ہُوا اور چیونٹی اور جن وانس اور سرکش شیاطین اسکے تابع فرمان تھے اور خدا کا اپنی کتاب میں یہ ارشاد
ہے کہ ولو انّ قراٰناً سیّرت به الجبال او قطّعت به الارض او کلّم به الموتیٰ. الخ (۳۱) س رعد
اور بیشک اگر کوئی ایسا قرآن ہو کہ جس سے پہاڑ چلائے جائیں یا زمین کی مسافت طے ہو جائے۔ اور مردے بول اٹھیں
(تو وہ یہی قرآن ہے)۔ اور خدا کا یہ بھی فرمان ہے کہ وما من غائبة فی السماء والارض الّا فی کتاب مبین (۷۵) نمل
اور آسمان و زمین کوئی ایسی پوشیدہ بات نہیں ہے کہ جو روشن و واضح کتاب میں لکھی ہوئی نہ ہو" اور خدا کا یہ بھی فرمان
ہے کہ ثم اورثنا الکتاب الذی اصطفینا من عبادنا۔ (۳۲) فاطر پھر ہم نے اپنے بندوں میں انکو وارث
(قرآن) بنایا کہ جن کو ہم نے مصطفےٰ بنالیا (چن لیا)۔ اور ہم اس قرآن کے وارث ہیں کہ جس میں پہاڑوں کو چلانے وشہروں
کی مسافتیں طے ہونے کا ذکر ہے کہ جس سے مردے زندہ ہو سکتے ہیں اور پانی معلوم کیا جا سکتا ہے اور اس کتاب کے ہم وارث
ہیں کہ جس کتاب میں ہر شے کا بیان ہے۔

امیر المومنین تشریف فرما تھے اور آپ کی خدمت میں عبد اللہ ابن عباس بھی حاضر تھے کہ ایک شخص نے
حاضر ہو کر عرض کیا کہ یا مولا میں نے بہت گناہ کئے ہیں اور اپنے صحیفۂ عمل کو سیاہ کر دیا ہے میرے لئے خدا سے دعا
کریں کہ مجھے بخش دے۔ آپ نے فرمایا جاؤ استغفار کیا کرو۔ پھر اسی وقت دوسرے شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا یا مولا
میری زرعی زمین ہے بارش نہ ہونے کیوجہ سے زراعت خشک ہو رہی ہے دعا کریں کہ خدا بارش برسا دے۔ آپنے فرمایا
جاؤ استغفار کرو۔ پھر تیسرا شخص حاضر ہوا عرض کیا مولا میں غریب ہوں غربت نے کمزور کر دیا ہے میرے لئے دعا کریں کہ خدا
اپنے لطف و کرم سے سرفراز کرے۔ آپ نے فرمایا جاؤ استغفار کیا کرو۔ چوتھا شخص حاضر ہوا اور عرض کیا یا مولا میرے پاس
مال کافی ہے لیکن اولاد نہیں ہے دعا کریں کہ خدا اولاد عطا کرے۔ آپ نے فرمایا جاؤ استغفار کیا کرو۔ اسی وقت پانچویں
شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا اے سید الوصیین میرا باغ ہے کہ جو پھل کم دیتا ہے دعا کریں کہ وہ زیادہ پھل دے۔ آپ نے
فرمایا جاؤ استغفار کیا کرو۔ اسی وقت چھٹا شخص حاضر ہوا عرض کیا یا امیر المومنین ہمارے چشمے خشک ہو گئے ہیں قحط سالی ہے
دعا کریں کہ خدا بارش برسائے۔ آپ نے فرمایا جاؤ استغفار کیا کرو۔ ابن عباس نے یہ سنکر عرض کیا آپ نے ان سب کو
ایک ہی جواب دیا۔ امیر المومنین نے فرمایا اے ابن عم کیا تم نے خدا کا قول نہیں سنا ہے کہ استغفروا ربکم انه کان غفارا

امیر المومنین نے فرمایا کہ کسی چیز کے جلنے و غرق ہونے اور چوری ہونے اور چوپائے کے غائب ہونے اور کسی بھٹک
جانیوالے اور نافرمان غلام کے بھاگ جانے سے متعلق کوئی ایسا امر نہیں ہے کہ جس کا حل قرآن میں نہ ہو جو چاہتا ہے مجھ سے
پوچھے۔ تو ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا غرق ہونے سے بچنے اور سامان جلنے سے محفوظ رہنے کے متعلق بیان فرمایئے۔ تو آپ نے
فرمایا کہ یہ آیات پڑھا کرو اللہ الذی نزّل الکتاب وھو یتولی الصالحین وما قدروا اللہ حق قدرہ ...... الخ
عما یشرکون۔

تو اس شخص نے اس آیت کی تلاوت کی تو غرق حرق سے محفوظ رہا اس نے کہا کہ اسکے پڑوس میں آگ لگی تو اس نے اس آیت کو پڑھا تو اسکا گھر جلنے سے محفوظ رہا۔ دوسرے شخص نے کھڑے کر عرض کیا میری سواری کا جانور سرکش ہے آپ نے فرمایا اسکے دائیں کان میں پڑھو وله اسلم من فی السموات والارض طوعاً وکرھاً والیه ترجعون ..... اس نے اس آیت کو پڑھا تو جانور تابع ہوگیا پھر تیسرے شخص نے عرض کیا کہ میرا علاقہ درندوں کا ہے راستے میں اپنے گھر جانے تک جانے میں خوف رہتا ہے۔ آپنے فرمایا یہ آیت پڑھا کرو لقد جاء کم رسول من انفسکم عزیز علیه ما عنتم حریص علیکم بالمومنین رؤف رحیم فان تولوا فقل حسبی اللہ لا الہ الا ھو علیه توکلت وھو رب العرش العظیم ... اس شخص نے اس آیت کو پڑھا درندوں سے محفوظ رہا پھر چوتھے شخص نے عرض کیا مجھے پیٹ میں زردپانی کی شکایت ہے تو آپ نے فرمایا پیٹ پر آیت الکرسی لکھکر اسے پانی سے دھو کر پی کر اسے پیٹ میں محفوظ رکھو۔ باذن اللہ شفاء پاؤگے تو اس نے ایسا ہی کیا شفایاب ہوگیا۔ پھر پانچویں شخص نے عرض کیا کہ میری سواری کا جانور غائب ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا دو رکعت نماز پڑھو جس میں لیس پڑھو اور بعد کو کہو یا ھادی الضالة الابق راد علی ضالتی۔ تو اس نے یہی عمل کیا تو اسکا جانور لوٹ آیا۔ پھر چھٹے شخص نے عرض کیا کہ میرا غلام بھاگ گیا ہے۔ آپ نے فرمایا یہ آیت پڑھو اوکظلمات فی بحر لجی یغشاہ موج من فوقه موج ...... الخ فماله من نور ... وہ اس آیت کو پڑھتا رہا تو اس کا غلام لوٹ آیا۔ ساتویں شخص نے کھڑے ہو کر مال کے چوری ہونے کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا سوتے وقت پڑھا کرو قل ادعوا اللہ او ادعوا الرحمن ... الخ۔ وکبرہ تکبیرا.. اس نے اسے پڑھا اور چوری سے محفوظ رہا۔ پھر آپنے فرمایا جو بیابان میں رات بسر کرے تو پڑھے ان ربکم اللہ الذی خلق السموات والارض فی ستة ایام۔ الخ۔ تبارک اللہ رب العلمین .. تو فرشتے اسکی حفاظت کریں گے اور شیاطین اس سے دور رہیں گے۔ تو ایک شخص نے کہا کہ اسے ویرانے میں رات آئی شیاطین نے اسے پریشان کیا تو اس نے اس آیت کی تلاوت کی تو کسی کو کہتے ہوئے سنا کہ صبح تک اسکی حفاظت کرو پھر دوسرے روز اس نے آکر امیر المومنین کو بتایا۔ کافی۔

مہدی عباسی نے امام موسی کاظمؑ کی خدمت میں عرض کیا کہ قرآن میں شراب حرام ہے لیکن لوگ قرآن میں اسکی نہی تو پاتے ہیں حرمت نہیں جانتے۔ امام نے فرمایا بلکہ یہ حرام ہے جیسا کہ خدا کا ارشاد ہے کہ «قل انما حرم ربی الفواحش ما ظهر منها وما بطن والاثم والبغی بغیر الحق»، (اے رسول) تم کہدو کہ میرے پروردگار نے تمام بدکاریوں کو خواہ ظاہری ہوں یا پوشیدہ اور گناہ کو اور ناحق زیادتی کو حرام قرار دیا ہے" (۳۲) اعراف یعنی خدا کا قول ہے کہ «ما ظهر منها» کہ جو علانیہ وظاہر ہے تو وہ زنا و بدکاری ہے۔ اور «وما بطن» اور پوشیدہ وہ ہے کہ جو اپنے آباء کی چھوڑی ہوئی سے نکاح کرے کیونکہ بعثت سے قبل جب کوئی مرجاتا تو اسکی آزاد شدہ

ے اُس کا وہ ذُہما نکاح کر لیتا کہ جو اس کی دوسری زوجہ سے ہوتا تو خدا نے اُسے حرام قرار دیا اور " الاثم " تو یہی شراب ہے کیونکہ خدا کا دوسری جگہ ارشاد ہے یسئلونک عن الخمر والمیسر قل فیھما اِثمٌ کبیر۔ " تم سے شراب و جوئے کے بارے میں لوگ سوال کرتے ہیں تو آپ کہہ دیں کہ ان دونوں میں بہت بڑا " اِثم " یعنی گناہ ہے :

تو کتاب الٰہی میں " الاثم " سے مُراد شراب و جوا آیا ہے اور ان دونوں کا بہت بڑا گناہ ہے جیسا کہ خدا نے فرمایا ہے ـــــ مہدی عباسی نے کہا اے علی ابن یقطین بخدا یہ ہاشمی فتویٰ ہے ۔ پھر علی ابن یقطین نے امام سے کہا کہ بخدا آپ نے سچ فرمایا اس اللہ کی حمد کہ جس نے علم کو آپ اہلبیتؑ کے گھر سے خارج نہیں کیا تو مہدی ضبط نہ کر سکا کہا تم نے سچ کہا اے رافضی ۔

ناسخ ومنسوخ

ماننسخ من آیۃٍ او ننسھا نات بخیرٍ منھا او مثلھا ــــــــ الخ ۱۰۵ بقرہ

(اے رسول) ہم جب کوئی آیت (یا حکم) منسوخ کرتے ہیں یا اسے (ذہن سے) مٹا دیتے ہیں تو اس سے بہتر یا ویسی ہی (اور) آیت نازل کر دیتے ہیں۔ کیا تم نہیں جانتے کہ یقیناً اللہ ہر شے پر قادر ہے۔"

قرآن حکیم میں نسخ تین طرح کا ہے ــــ (۱) کوئی حکم کسی آیت قرآنی میں محدود وقت کیلئے نازل ہوا اور بعد کو دوسری آیت کے ذریعے وہ حکم منسوخ ہو گیا۔ لیکن منسوخ حکم سے متعلق آیت باقی رہی اور اسکی تلاوت بھی باقی رہی جیسے کہ بیوہ عورت کی عدت کو ابتداً ایک سال قرار دیا اور اسکے لئے یہ آیت نازل ہوئی کہ

"والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجاً وصیۃ لازواجھم متاعاً الی الحول غیر اخراج ۔ الخ

۲۴۰ / ۲۴۳ البقرۃ ۔ اور تم میں سے جو اپنی ازواج کو چھوڑ کر مر جائیں تو ان پر ازواج کیلئے سال بھر کے نان ونفقہ اور گھر سے نہ نکالنے کی وصیت کر جانا چاہئے (الخ)

اور اس ایک سال کی عدۃ کے حکم کو اس آیت "یتربصن اربعۃ اشھرٍ وعشرا - - - - - - -
سے منسوخ کر دیا گیا اب قیامت تک وفات کی عدۃ چار ماہ دس یوم متعین کر دی گئی۔

اور اسی طرح ایک موقع پر صحابہ کا امتحان لینے کیلئے پیغمبر اسلام سے کوئی مسئلہ دریافت کرنے پر صدقہ دینے کی شرط آیت کے ذریعے لگا دی گئی کہ "اذا ناجیتم الرسول فقدموا بین یدی نجوٰکم صدقۃ۔

"جب تم رسول سے سرگوشی کرو تو اپنی سرگوشی سے قبل صدقہ دیدیا کرو ــــ اور جب چند روز تک حضرت علی کے علاوہ کسی نے بھی صدقہ دیکر مسئلہ دریافت کرنے کی سعادت حاصل نہیں کی تو دوسری آیت کے ذریعہ اس حکم و شرط کو منسوخ کر دیا گیا کہ "ءأشفقتم ان تقدموا بین یدی نجوٰکم صدقٰت ۵۸/۱۳ انفال

اور اسی طرح مدنی زندگی میں جہاد کی فرضیت کے آغاز کے وقت مومنین کو حکم دیا کہ جسقدر قلیل تعداد میں ہوں کفر سے ٹکرا جائیں چنانچہ سورہ انفال میں خدا کا اپنے پیغمبر سے خطاب ہے کہ

یا ایھا النبی حرض المومنین علی القتال ان یکن منکم عشرون صابرون یغلبوا مائتین وان یکن منکم مائۃ یغلبوا الفاً من الذین کفروا۔ الخ ۶۵

اس حکم کو اس آیت سے منسوخ کر دیا گیا کہ الاٰن خفف اللہ عنکم وعلم ان فیکم ضعفاً فان یکن منکم مائۃ صابرۃ یغلبوا مائتین وان یکن منکم الف یغلبوا الفین۔ الخ ۶۶ انفال

(۲) آیۃ کا حکم باقی رہا اور اسکی تلاوت منسوخ ہو گئی جسکی بنا پر وہ آیت قرآن میں باقی نہیں رہی جیسا کہ "

"الشیخ والشیخۃ اذا زنیا فارجموھما البتۃ فانھما قضیا الشھوۃ جزاءً بما کسبا نکالاً من اللہ

واللہ عزیز حکیم ۔ کنزالعمال، اتقان

یہ آیت سورہ نور میں یا احزاب میں تھی جسکی تلاوت منسوخ ہوگئی حکم باقی رہا۔

(۳) وہ آیت کہ جسکی تلاوت و حکم دونوں منسوخ ہوگئے یعنی وہ حکم و آیت اٹھالی گئی اسکے لئے کوئی علیحدہ حکم یا آیت نازل نہیں کی گئی۔

جیسا کہ حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ خدا نے نازل کیا تھا کہ کوئی شیر خوار بچہ اگر دس دفعہ دودھ پی لے تو اسکے لئے رضاعت یعنی حرمت ثابت ہوگئی۔ لیکن بعد کو دس کے بجائے پندرہ دفعہ کا حکم نازل ہوا تو پہلا حکم لفظاً و حکماً دونوں طرح سے منسوخ ہوگیا۔ صحیح مسلم۔

اور ابوموسی اشعری کہتے ہیں کہ سورۂ براۃ میں یہ آیت تھی کہ جو بعد کو اٹھا لیگئی۔ ان اللہ لیؤید ھذا الدین باقوام لاخلاق لھم ولوان لابن آدم وادیین من مال لتمنی وادیاً ثالثاً ولا یملاء جوف ابن آدم الا التراب ۔ تفسیر الاتقان۔

آیات ناسخہ

۱) لاتنکحوا المشرکات حتی یومن ۔الخ (۲۲۱) بقرہ

(اے مسلمانو) تم مشرکہ عورتوں سے کہ جبتک وہ ایمان نہ لے آئیں نکاح نہ کرو اور مومنہ خاتون تو مشرکہ عورت سے کہیں بہتر ہے اگرچہ کافرہ عورت حسن میں تمہیں اچھی معلوم ہو۔ اور مشرکین جبتک ایمان نہ لائیں تم اپنی عورتوں کا ان سے نکاح نہ کرو اگرچہ وہ مشرک تم کو اچھا کیوں نہ معلوم ہو۔ " ولا تمسکو بعصم الکوافر.... الخ

(۲) والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجاً یتربصن بانفسھن اربعۃ اشھر وعشرا ۔ (۲۳۴) بقرہ

"تم میں سے جو لوگ بیویاں چھوڑ کر مرجائیں تو یہ عورتیں چار ماہ دس روز (عدۃ کیلئے) اپنے آپ کو روکے رہیں (یعنی دوسرا نکاح نہ کریں) پھر جیسے ہی (عدۃ کی) مدت پوری ہو جائے تو شرع کے مطابق۔ الخ

آیات منسوخہ

من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم ۔ (۵) مائدہ

"آزاد پاکدامن مومنات اور ان لوگوں میں سے کہ آزاد پاکدامن عورتیں کہ جن کو تم سے پہلے کتاب دی جا چکی ہے (یہود و نصاریٰ) تو جب تم ان کا مہر دیدو (اور) پاکدامنی کا ارادہ کرو ۔۔۔ الخ

(۲) والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجاً وصیۃ لازواجھم متاعاً الی الحول غیر اخراج ۔ (۲۳۵) بقرہ

" اور تم میں سے جو لوگ اپنی بیویاں چھوڑ کر مرجائیں تو ان پر اپنی بیویوں کے حق میں سال بھر تک نان و نفقہ اور (گھر سے عدۃ کی بنا پر) نہ نکالنے کی وصیت کرنی ہوگی (اس آیت کا حکم منسوخ ہوگیا لیکن اسکی تلاوت باقی ہے)

(٣)

(٣) یاایھا النبی انا احللنا لک ازواجک التی آتیت اجورھن وما ملکت یمینک مما افاء اللہ الخ ⑤٠ احزاب

اے پیغمبر ہم نے تمہارے لئے تمہاری ازواج کو حلال کر دیا ہے جن کو تم اجرۃ (مہر) دے چکے ہو اور تمہاری ان کنیزوں کو بھی کہ جو خدا نے تم کو (بغیر لڑے) مال غنیمت میں عطا کی ہیں"

(٣) لا یحل لک النساء من بعد الا ان تبدل بھن من ازواج . . . الخ ⑤٢ احزاب

"(اے رسول) ان (٩) عورتوں کے علاوہ تمہارے لئے عورتیں حلال نہیں اور نہ یہ جائز ہے کہ انکے بدلے (کسی کو چھوڑ کر) اور بیویاں کر لو اگرچہ تم کو ان کا حسن اچھا معلوم ہو"

(آیت کا حکم منسوخ مگر تلاوت باقی)

(٤) وانکحوا الایامی منکم والصالحین من عبادکم وامائکم .... الخ ③٢ نور

"اور تم اپنی (قوم کی) بے شوہر عورتوں اور اپنے نیک بخت غلاموں اور کنیزوں کا بھی نکاح کر دو"

الزانی لاینکح الا زانیۃ او مشرکۃ۔ الخ ③ نور

"زانی مرد تو زانیہ یا مشرکہ عورت سے نکاح کرے اور زانیہ عورت بھی زانی یا مشرک مرد سے نکاح کرے اور مومنین پر اسطرح کے تعلقات (رشتے) حرام ہیں"

(آیت کا حکم منسوخ لیکن تلاوت باقی)

آغاز اسلام میں یہ پابندی تھی کہ بدکار شخص جس خاتون سے بدکاری کرتا وہی دونوں ہی ایک دوسرے سے عقد کر سکتے تھے دوسرے مسلمانوں کو ان سے عقد کرنے کی اجازت نہیں تھی پھر بعد کو اس حکم کو منسوخ کر دیا گیا تاکہ گنہگاروں کی رسوائی نہ ہو اور راہ راست پر آنے کی صورت باقی رہے۔

(٥) واولوا الارحام بعضھم اولی ببعض ——— الخ ——— ⑦٥ انفال

اور صاحبان خدا کی کتاب میں ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں - - - - - - -

ولکل جعلنا موالی مما ترک الوالدان والاقربون والذین عقدت ایمانکم۔ الخ ③٣ نساء

"اور ماں باپ (یا) اور قرابتداروں سے (غرض) جو شخص ترکہ چھوڑ جائے ہم نے ہر ایک کا وارث مقرر کیا ہے اور جن لوگوں نے تم سے پختہ عہد کیا ہے انکا بھی مقررہ حصہ ہے" (میراث سے)

(آیت میں عہد کی میراث منسوخ لیکن تلاوت باقی)

زمانہ جاہلیت میں دستور تھا کہ بھائی چارہ قائم کر کے قسم اور عہد و پیمان سے ایک دوسرے کی میراث کے وارث ہوا کرتے اور قریبی رشتہ دار وراثت سے محروم رہ جاتے۔ آغاز اسلام میں جب لوگ تازہ تازہ کلمہ اسلام میں داخل ہو رہے تھے تو کچھ عرصے تک تو یہ سلسلہ باقی رہا لیکن پھر اس رسم بد کو نزول آیت سے ختم کر دیا گیا۔

(۷) واشھدوا ذوی عدل منکم ... ② طلاق

"اور (طلاق میں) اپنے لوگوں میں سے (مسلمان) دو عادل گواہ قرار دیدو۔"

وآخران من غیرکم - - - - ⑩⑨ مائدہ

"اے ایماندارو جب تم میں سے کسی کے سر پر موت آجائے تو وصیت کے وقت تم (مومنین سے) دو عادلوں کی گواہی ہونی چاہیئے اگر تم اتفاقاً کہیں سفر میں ہو تو بھی دو گواہ غیر (یعنی کافر) ہی سہی قرار دو۔"

(آیت کا عمومی گواہی کا حکم منسوخ تلاوت باقی)

آغاز اسلام میں دو غیر مسلم گواہ قرار دینے کی اجازت تھی جسے بعد کو آیت کے ذریعے منسوخ کر دیا گیا۔

(۸) ولا تمسکوا بعصم الکوافر واسئلوا ما انفقتم ⑩ ممتحنہ

"اور کفار عورتوں کی آبرو (کہ جو تمہاری ازواج ہیں) انکو اپنے قبضے میں نہ رکھو (آزاد کردو کہ کفار سے جا ملیں) اور (ان پر) تم نے جو کچھ خرچ کیا ہے (وہ کفار سے) مانگ لو۔"

(۹) فان علمتموھن مومنات فلا ترجعوھن الی الکفار لاھن حل لھم ولا ھم یحلون لھن - - - - - - - - - ⑩ ممتحنہ

- - - (یعنی) مومنات نہ ہی کفار کیلئے حلال ہیں اور نہ ہی کفار مومنات کیلئے حلال ہیں الخ

(۱) الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منھما مائۃ جلدۃ ② نور

"زانیہ اور زانی دونوں کو سو سو کوڑے مارو۔ الخ"

(۷) والمحصنات من الذین اوتوا الکتاب من قبلکم اذا اٰتیتموھن اجورھن محصنین غیر مسافحین ولا متخذی اخدان ⑤ مائدہ

"اور ان لوگوں کی آزاد پاکدامن عورتیں کہ جنکو تم سے پہلے کتاب دی جا چکی ہے (یہود و نصاریٰ) جب تم انکو انکا مہر دیدو تو تم ان سے پاکدامنی کا ارادہ کرو تو نہ ہی کھلم کھلا بدکاری کا اور نہ چوری چھپے سے آشنائی کا۔ الخ

(یہود و نصاریٰ کی خواتین سے شروع میں عقد جائز جسے بعد کو ممنوع قرار دیدیا گیا۔ اس آیت کا حکم منسوخ اور تلاوت باقی ہے)

(۸) واللاتی یاتین الفاحشۃ من نسائکم فاستشھدوا علیھن اربعۃ منکم فان شھدوا فامسکوھن فی البیوت ⑭ نساء

"اور تمہاری عورتوں میں سے جو بدکاری کریں تو انکی بدکاری پر اپنے لوگوں میں سے چار کی گواہی لو پھر اگر چاروں گواہ انکی تصدیق کریں تو (بطور سزا) انکو گھروں میں بند رکھو یہانتک کہ انکی موت آجائے یا خدا انکے لئے کوئی اور راہ نکالے۔

(اس آیت کا حکم منسوخ اور تلاوت باقی ہے۔)

(۹) لیس علی الاعمیٰ حرج ولا علی الاعرج حرج ولا علی المریض حرج (۱۷) فتح
(جہاد سے رہ جانیکا) نہ ہی اندھے پر کچھ گناہ ہے اور نہ ہی لنگڑے پر کوئی گناہ ہے اور نہ ہی بیمار پر کوئی گناہ ہے۔

(۹) انفروا خفافاً وثقالاً وجاھدوا باموالکم وانفسکم (۴۱) توبہ
"(اے مسلمانو!) تم ہلکے (ہتھیے) ہو یا بھاری (مسلح) ہو ہر حالت میں جب تمکو حکم دیا جائے تو (فوراً جہاد کے لئے) چل کھڑے ہو اور اپنی جانوں واپنے مالوں سے خدا کی راہ میں جہاد کرو اگر تم علم رکھتے ہو تو الہٰی تمہارے حق میں بہتر ہے"
(معذوری پر جہاد کا حکم منسوخ لیکن آیت کی تلاوت باقی)

(۱۰) لکم دینکم ولی دین —
"تمہارے لئے تمہارا دین وراہ اور میرے لئے میرا دین وراہ"

(۱۰) اقتلوا المشرکین حیث وجدتموھم۔ الخ (۵) توبہ
"حرمت کے (چار) مہینے جب گزر جائیں تو مشرکین کو جہاں پاؤ قتل کردو اور گرفتار کرو۔ الخ
(آیت کا حکم منسوخ لیکن تلاوت باقی ہے)

(۱۱) احل لکم لیلۃ الصیام الرفث (۱۸۷) بقرہ
"(مسلمانو!) تمہارے رمضان کی راتوں میں اپنی بیویوں کے پاس حلال کر دیا گیا ہے۔ الخ

(۱۱) کما کتب علی الذین من قبلکم۔ (۱۸۳) بقرہ
"اے ایماندارو تم پر روزے اسی طرح فرض کئے گئے ہیں جسطرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تاکہ تم گناہوں سے بچو۔"
(آیت میں روزے کا حکم باقی ہے صرف سابقہ امتوں کی اس شرط کو منسوخ کیا گیا کہ انکو رات کو اپنی ازواج کے پاس جانے کی ممانعت تھی اور افطار کے وقت سو جانے کی صورت میں روزہ مسلسل جاری رکھنے کا حکم تھا۔)

(۱۲) فمن شھد منکم الشھر فلیصمہ . . .
"تو جو شخص اس ماہ (رمضان) میں حاضر ہو

(۱۲) وعلی الذین یطیقونہ فدیۃ
"اور جو روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہیں یا یہ کہ مالی

وسافر ہوں تو وہ روزہ رکھے"
(یعنی سولئے مسافر و مریض کے سب پر روزہ فرض ہے کفارہ و فدیہ کافی نہیں)

طاقت رکھتے ہیں تو ان کے لئے ہر روزے کیلئے فدیہ دینا کافی ہے اور فدیہ دینے کی صورت میں روزہ ان پر معاف ہے "
(آیت کا حکم یعنی عمومی فدیہ دینے کی اجازت منسوخ ہو گئی لیکن آیت کی تلاوت باقی ہے)

(۱۳) لا یکلف اللہ نفساً الا وسعها
" خدا کسی نفس کو اسکی قدرت و وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا "

(۱۳) ان تبدوا ما فی انفسکم او تخفوه یحاسبکم به اللہ
" جو تم دل کی بات ظاہر یا چھپائے رکھو اللہ ان سب کا تم سے حساب لے گا "

(۱۴) اتقوا اللہ ما استطعتم ......
" تو تم اللہ سے ڈرو کہ جسقدر تم قدرت رکھتے ہو "

(۱۴) اتقوا اللہ حق تقاته
" اللہ سے ڈرو کہ جو اس سے ڈرنے کا حق ہے "
(اس آیت کا حکم منسوخ اور تلاوت باقی ہے)

(۱۵) فان لم تجدوا فان اللہ غفور رحیم ⑫ مجادلہ
" اگر تم اس (خیرات) پر قادر نہیں تو یقیناً خدا بڑا بخشنے والا مہربان ہے "
(۲) أأشفقتم ان تقدموا بین یدی نجواکم صدقات

(۱۵) فقدموا بین یدی نجواکم صدقة مجادلہ
" تو جب تم پیغمبرؐ سے کوئی سرگوشی (سوال کیلئے) کرنا چاہو تو سرگوشی سے قبل کچھ خیرات دیدیا کرو ۔ الخ
(اس آیت کا حکم منسوخ لیکن تلاوت باقی ہے)

(۱۶) فول وجهك شطر المسجد الحرام . بقرہ
" تو تم اپنا رخ مسجد الحرام کی طرف پھیر لو "

(۱۶) اینما تولوا فثم وجه اللہ ... ⑪⑤ بقرہ
" جس طرف بھی تم رخ پھیر لو اسی طرف خدا موجود ہے "
(اس آیت کا حکم منسوخ ہے اور تلاوت باقی ہے)

(۱۷) یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین۔ (۱۱) النساء

"خدا تمہاری اولاد کے حق میں تمہیں وصیت کرتا ہے کہ لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے حصے کے برابر ہے"

(۱۷) کتب علیکم اذا حضر احدکم الموت الخ (۱۸۰) البقرہ

"تم پر لازم قرار دیا گیا ہے کہ جب تم میں سے کسی کے سامنے موت آکھڑی ہو بشرطیکہ وہ کچھ مال چھوڑ رہا ہو تو ماں باپ اور قرابتداروں کیلئے اچھی وصیت کرے۔"

(مال کے تیسرے حصے میں وصیت کا حق دیا گیا لیکن تمام مال کیلئے اسطرح وصیت کا حق نہیں دیا گیا کہ ورثاء محتاج رہجائیں۔ اور پھر ورثاء کے درجات کے لحاظ سے ہر وارث کا حق متعین کر دیا گیا آغاز اسلام میں مرنے والا جسطرح چاہتا اپنے مال کیلئے وصیت کر جاتا اور ورثاء محروم رہتے)

قرآن حکیم شفاء ہے

وننزل من القرآن ما هو شفاء ـــ الخ (۸۲) بنی اسرائیل

انسان سے صادر ہونیوالی ہر حرکت اور اس سے صادر ہونیوالا ہر لفظ و ہر کلمہ جس طرح اس کائنات میں اثرات مترتب کرتا ہے اسی طرح یہ الفاظ و کلام دیکھنے و سننے والے کے ذہن و نفس کو بھی متاثر کرتے ہیں۔ اور جسقدر الفاظ کے اجسام میں روح یعنی معنویت میں قوۃ و لطافت اور گہرائی ہو گی اسی قدر انسان کا باطن متاثر ہو گا۔ اگر الفاظ کے دامن میں خوشی و تعریف کا جوہر ہو تو سننے والے پر خوشی کے اثرات مترتب ہوں گے اور اگر غم کا مفہوم ہو گا تو سننے والے پر غم کے اثرات مترتب ہوں گے۔ اسی طرح اگر نفرت کا مفہوم ہو گا تو غیظ و غضب کے اثرات ظاہر ہوں گے۔ اور اگر الفاظ و کلام کے معنی معلوم نہ ہوں تو متکلم کے انداز سے کلام کے اثرات سامع پر مترتب ہوتے ہیں۔ اسی طرح کلام الٰہی کی یہ شان اعجازی ہے کہ جس طرح اس نے ماہرین فن کو متاثر کر کے ان سے اپنی شان اعجازی کا اقرار کرایا وہاں عام اذہان و افکار کو بھی اپنی طرف کھینچکر اپنی عظمت کا کلمہ پڑھوایا یہی وجہ ہے کہ اس کلام ربانی نے ایک جانب انسانی روح و نفس میں انقلاب برپا کر کے امراض روحانی کیلئے نسخۂ کیمیاء و شفاء قرار پایا تو دوسری جانب انسان کی ظاہری و جسمانی امراض کیلئے شفاء قرار پایا۔ یعنی جس طرح اس کلام الٰہی کا باطن یعنی معنی و مفہوم انسان کے باطنی امراض کو دور کرنے کیلئے شفاء ہے اسی طرح اس کلام کا ظاہر انسان کے ظاہری و جسمانی امراض کیلئے شفاء ہے۔ جیسا کہ سورۂ بنی اسرائیل میں اس کلام ربانی کیلئے مطلقاً تمام امراض کیلئے شفاء و رحمۃ ہونیکا اعلان کیا گیا ہے چنانچہ پیغمبر اکرم تبلیغ کرتے وقت جب قرآنی آیات سناتے تو عرب شور مچاتے اور سیٹیاں بجاتے اور کانوں میں انگلیاں ڈال لیتے تھے۔ اور وہ کہا کرتے کہ یہ کلام قلوب و اذہان کو متاثر کر کے اپنی طرف کھینچ لیتا ہے چنانچہ سورہ یونس میں ہے کہ و شفاء لما فی الصدور

صاحب کلام خالق علیم و حکیم نے اپنے اس کلام کو نفسانی و روحانی اور جسمانی امراض کے لئے دواء قرار نہیں دیا بلکہ دواء کا نتیجہ یعنی شفاء قرار دیا ہے۔ کیونکہ ہر دواء کے استعمال میں شفاء یقینی نہیں ہوتی۔

خالق علیم نے ہر ظاہری و باطنی تمام امراض کی دواء و علاج کا خود انتظام کیا ہے۔ اس نے جسمانی و ظاہری امراض کیلئے دوائیں خلق کی ہیں جن سے علاج کرانا ضروری ہے لیکن اس نے قرآن کی شان اعجاز کو ظاہر کرنے

کیلئے اسکی آیات وسورتوں کو بھی امراض کیلئے شفا قرار دیا ہے تاکہ انسان فعل الٰہی یعنی دواؤں سے اور کلام الٰہی یعنی قرآن حکیم کے ذریعے شفا حاصل کرسکیں۔

یہاں ہم چند امراض سے شفا کیلئے بعض آیات قرآنی وسورتوں کا ذکر کرتے ہیں۔

تپ و بخار کیلئے ایک شخص امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں حاضر ہوا کہ جس کے چہرے کا رنگ بخار کیوجہ سے زرد ہو گیا تھا۔ امام نے اسکی حالت دریافت کی تو اس نے کہا فرزند رسول ایک ماہ سے تپ و بخار میں مبتلا ہوں جو علاج کیا فائدہ نہیں ہوا۔ امام نے فرمایا اپنے پیراہن کا گریبان کھول کر سر اندر داخل کرکے اذان و اقامۃ کہو اور پھر سات مرتبہ سورۃ الحمد پڑھو۔ اس نے ایسا ہی کیا تو شفایاب ہو گیا۔ اور بروایت موسیٰ کاظمؑ کہ اگر پہلی مرتبہ سورہ الحمد پڑھنے سے فائدہ حاصل نہ ہو تو پھر سات مرتبہ پڑھے۔

مرگی سے نجات کیلئے مرگی والے پر خلوص قلب سے چند بار اس آیت کو پڑھا جائے۔ وننزل من القرآن ماھو شفاءٌ۔ الخ۔ انشاء اللہ افاقہ ہو جائے گا۔

(۲) سورہ ص کو زعفران وگلاب سے لکھ کر مریض کے گلے میں ڈالے انشاء اللہ شفا ہو گی۔

(۳) مٹی کے تازہ برتن میں پانی لیکر اس پر سورہ الحمد وسورہ الفلق وسورۃ الناس ایک ایک بار پڑھکر مرگی کا دورہ پڑنے والے پر وہ پانی چھڑکا جائے انشاء اللہ افاقہ ہو جائے گا۔ (۴) زعفران وگلاب سے سورہ شوریٰ لکھکر اور پھر اسے دھو کر اس کا پانی مریض پر چھڑکا جائے انشاء اللہ افاقہ ہو گا۔ (۵) سورہ القیٰمۃ حلال جانور کی رنگی ہوئی پاکیزہ کھال پر لکھکر مریض باندھے انشاء اللہ مرض سے نجات ہو گی۔ (۶) مرگی والے کے دائیں کان میں چند بار سورہ واللیل کو پڑھکر یا سورہ تحریم کو چند بار پڑھا جائے یا سورۃ الفیل کو چند بار پڑھا جائے انشاء اللہ مرض سے افاقہ ہو گا۔ (۷) سورہ حجرات۔ یا سورہ رحمن۔ یا سورہ الم تنزیل یا سورہ تحریم یا سورہ ق یا سورہ بقرہ یا سورہ سجدہ لکھکر مریض گلے میں ڈالے یا بازو پر باندھے انشاء اللہ شفا ہو گی۔

۸) مریض کے کان میں چند بار یہ آیات پڑھی جائیں انشاء اللہ افاقہ ہو گا۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم المص طسم کھیعص یٰس والقرآن الحکیم حمعسق ن والقلم وما یسطرون ــــ (۹) سورہ حمعسق یا سورہ زخرف زعفران وگلاب سے کاغذ پر لکھکر پھر پانی سے دھو کر مریض پیئے انشاء اللہ شفا ہو گی۔

پیٹ میں زرد پانی سے نجات کیلئے ایک شخص نے پیٹ میں زرد پانی کی شکایت کی تو امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا ہاں بغیر درہم و دینار کے علاج تم اپنے پیٹ پر (زعفران وگلاب سے) آیۃ الکرسی لکھو اور پھر اسے دھو کر پیئو اور پیٹ میں اسے رکھو باذن اللہ شفا پاؤ گے اس نے ایسا ہی کیا شفایاب ہو گیا۔

تلی کے مرض سے شفا کیلئے (۱) سورہ یوسف شہد سے لکھکر اور پھر اسے پانی سے دھو کر مریض وہ پانی پیئے تو

انشاء اللہ شفا ہو گی۔ یا (۲) سورہ ممتحنہ تین روز تک روزانہ لکھکر اور پھر پانی سے دھوکر مریض کو پلایا جائے انشاء اللہ شفا ہو گی۔ یا (۳) سورہ قصص لکھکر پھر پانی سے دھوکر مریض کو وہ پانی پلایا جائے انشاء اللہ شفا ہو گی۔ یا (۴) سورہ محمد لکھکر اور پھر پانی سے دھوکر مریض کو وہ پانی پلایا جائے انشاء اللہ شفا ہو گی۔

رسولی سے نجات کیلئے سورہ انشقاق کو روزانہ رسولی پر پڑھا جائے انشاء اللہ شفاء حاصل ہو گی۔

دانتوں کے درد سے نجات کیلئے (۱) درد کرنے والے دانت پر ہاتھ رکھکر ایک ایک بار سورہ الحمد و سورہ اخلاص اور سورۃ القدر پڑھکر یہ آیت پڑھی جائے وتری الجبال تحسبہا جامدۃ ۔ الخ (۸۸) نمل ۔ (۲) سورہ ن والقلم کو خود لکھکر پاس رکھے اور درد کرنیوالے دانت پر ہاتھ رکھکر تین بار سورہ الحمد و سورہ اخلاص پڑھے انشاء اللہ شفا ہو گی (۳) درد کرنیوالے دانت کو انگلی سے دبا کر سات مرتبہ پڑھے ھو الذی انشاکم وجعل لکم السمع والابصار والافئدۃ قلیلاً ما تشکرون (۱۳) انعام ۔ انشاء اللہ درد سے امان ہو گی۔
(۴) درد کرنیوالے دانت پر انگلی رکھکر سورہ الحمد و سورہ الفلق و سورہ الناس اور سورہ اخلاص پڑھے اور پھر یہ پڑھے وله ماسکن فی اللیل والنہار وھو السمیع العلیم ۔ قلنا یا نار کونی بردا وسلاماً علیٰ ابراھیم ۔ وارادوا بہ کیداً فجعلناھم الاخسرین ۔ ونودی ان بورک من فی النار ومن حولھا وسبحان اللہ رب العلمین ۔ اور پھر کہے اللھم یا کافی من کل شئی ولا یکفی منک شئی اکف عبدک فلاں بن امتک من شر ما یخاف ویحذر من سر الوجع الذی یشکو الیک ۔ اللھم صل علیٰ محمد وآل محمد ۔

دل کے درد سے نجات کیلئے (۱) سورہ رحمٰن زعفران سے لکھکر پھر پانی سے دھوکر پیجئے ۔ یا (۲) سورہ انشراح چند بار دل پر پڑھے ۔ یا (۳) لئن انجیتنا من ھذہ لنکونن من الشاکرین (۲۲) یونس ۔ اور سیھزم الجمع الخ ۔ امر (۴۶) قمر ۔ اور ان اللہ یمسک السموات والارض ۔ الخ ۔ حلیماً غفورا ۔ (۴۱) فاطر یہ آیات پانی پر پڑھکر مریض پئے انشاء اللہ شفا ہو گی۔ یا ۔ (۴) ان فی ذلک لذکری ۔ الخ ۔ وھو شھید (۳۷) ق ۔ یہ آیت (زعفران سے) لکھکر پانی سے دھوکر پئے انشاء اللہ شفا ہو گی۔

دل کی تنگی سے نجات کیلئے ستر روز تک روزانہ صبح و شام سورہ انشراح پڑھے انشاء اللہ شفا ہو گی۔

درد شقیقہ سے نجات کیلئے سورہ سجدہ زعفران سے لکھکر مریض گلے میں یا بازو پر باندھے یا (۲) نماز فریضہ کے بعد شہادت کی انگلی دونوں بھوؤں کے درمیان رکھکر سات مرتبہ پڑھے یا من سکن له ما فی اللیل والنہار

ومافی السموات والارض صلّ علی محمدٍ واھلبیتہ وسکّن ما لی ۔ یا (۳) ہر درد کیلئے نماز فریضہ کے بعد ایک سو بیس مرتبہ پڑھے امن یجیب المضطر ۔ الخ ۔ تذکرون (۶۲) نمل انشاءاللہ شفا ہوگی ۔

جادو سے حفاظت و زوال کیلئے (۱) ہرن کی کھال کی جھلی پر لکھکر سحر زدہ اپنے پاس رکھے فلمّا القوا قال موسیٰ ما جئتم بہ السحر ۔ الخ ۔ المفسدین ۔ (۸۱) یونس ۔ اور فوقع الحق ۔ الخ صاغرین ۔ (۱۱۸/۱۱۹) اعراف ۔ انشاءاللہ شفا ہوگی ۔

(۲) سورہ الفلق و سورہ الناس لکھکر سحر زدہ اپنے پاس رکھے انشاءاللہ شفا ہوگی یا سورہ یٰسین گلاب و زعفران سے لکھکر پاس رکھے انشاءاللہ شفا ہوگی ۔

جنات سے حفاظت کیلئے سورہ یٰسین یا آیۃ الکرسی گلاب و زعفران سے لکھکر اپنے پاس رکھے یا بازو پر باندھے یا گلے میں ڈالے انشاءاللہ حفاظت رہے گی ۔

دکان و مکان کی حفاظت کیلئے سورہ مائدہ یا سورہ برأۃ یا سورہ مریم یا سورہ مجادلہ یا سورہ توبہ لکھکر دکان یا مکان میں رکھی جائے انشاءاللہ چوری و جلنے سے حفاظت رہے گی ۔

سوار و سواری کی حفاظت کیلئے پیغمبر اکرم نے فرمایا جب کسی چوپائے (کسی سواری) پر سوار ہو تو پڑھے بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ بسم اللہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ الحمد للہ الذی ھدینا لھذا وما کنا لنھتدی ۔ الخ ۔ سبحان اللہ الذی سخّر لنا ھذا وما کنا مقرنین تو انشاءاللہ سوار اور سواری دونوں محفوظ رہیں گے ۔

حفاظت حمل کیلئے سورہ آل عمران کو گلاب و زعفران سے لکھکر عورت اپنے پاس رکھے یا (۲) سورہ البیّنۃ زعفران سے لکھکر پھر دھو کر حاملہ عورت پئے ۔ یا (۳) سورہ البینہ کو چینی کے برتن پر زعفران سے لکھکر پھر اسے دھو کر حاملہ عورت وہ پانی پئے انشاءاللہ حمل محفوظ رہے گا یا (۴) ان اللہ یمسک السموات ۔ الخ ۔ غفوراً ۔ (۴۱) فاطر لکھکر حاملہ عورت کمر پر باندھے انشاءاللہ حمل محفوظ رہے گا ۔

طلب فرزند کیلئے سورہ ذاریات زعفران سے لکھکر عورت گلے میں ڈالے (۲) یا سورہ فجر لکھکر شوہر اپنے پاس رکھکر زوجہ کے پاس جائے (۳) یا ہر نماز فریضہ کے آخری سجدے میں مرد یہ آیات پڑھا کرے ۔ رب ھب لی من

لدنک ۔ الخ ۔ الدعاء (۳۸) العمران = اور رب لا تذرنی ۔ الخ ۔ الوارثین ۔ (۸۹) انبیاء ۔ انشاءاللہ خدا فرزند نرینہ عطا کرے گا ۔ (۴) کسی نماز فریضہ کے بعد مرد سو مرتبہ سورہ الفجر پڑھکر زوجہ کے پاس جائے انشاءاللہ فرزند عطا ہوگا ۔ (۵) حاملہ ہونے سے چار ماہ کے اندر عورت کے شکم پر لکھا جائے یا ذکریا انا نبشرک ۔ الخ سمیا ۔ (۶) مریم ۔ انشاءاللہ فرزند عطا ہوگا ۔

نظر بد سے حفاظت کیلئے وان یکاد الذین کفروا ۔ الخ ۔ للعلمین ۔ (۵۱) القلم ۔ اور ۔ تبارک الذی بیدہ ملکوت کل شیئ ۔ الخ ۔ حسیر ۔ (۴) ملک ۔ یہ آیات لکھکر مستقل پاس رکھنے سے نظر بد سے حفاظت ہوتی ہے ۔

ام الصبیان سے حفاظت کیلئے (۱) سورہ الفلق و سورہ الناس لکھکر بچے کے گلے میں ڈالا جائے انشاءاللہ محفوظ رہے گا ۔ (۲) فاذا قرأت القرآن فاستعذ باللہ ۔ الخ تتقون ۔ (۹۹) نحل ۔ یہ آیت لکھکر بچے کے بازو پر باندھا جائے یا گلے میں ڈالا جائے انشاءاللہ محفوظ رہے گا ۔ (۳) سورۃ الحمد مشک و زعفران سے لکھکر پھر اسے پانی سے دھوکر چند بار مریض کو پلایا جائے انشاءاللہ شفاء ہوگی ۔

بچے کی زبان کھولنے یا لکنت دور کرنے کیلئے (۱) مالکم لا تنطقون (۹۲) صافات = اقرأ باسم ربک الذی خلق ۔ الخ ۔ مالم یعلم ۔ العلق = لا یتکلمون الا من ۔ الخ ۔ صوابا ۔ (۳۸) نباء = قالوا انطقنا اللہ الذی انطق کل شیئ ففھمنٰھا سلیمان ۔ الخ ۔ فعلین (۷۹) انبیاء = یہ آیات لکھکر بچے کے گلے میں باندھ دی جائیں اور ان آیات کو بچے پر پڑھا بھی جائے اور اگر ممکن ہو تو یہ آیات بچہ خود پڑھا کرے ۔ انشاءاللہ لکنت و رکاوٹ دور ہو جائے گی ۔

گریہ اطفال کی کمی کیلئے (۱) سورہ رعد لکھکر بچے کے گلے میں یا بازو پر یا جھولے میں باندھ دیا جائے ۔ (۲) سورہ ابراہیم ریشم کے کپڑے پر لکھکر بچے کے بازو یا گلے میں باندھا جائے ۔ (۳) افمن ھذا الحدیث تعجبون ۔ الخ ۔ (۵۹ سے ۶۲ تک) نجم ۔ یہ آیات لکھکر آخر میں بچے اور اسکی ماں کا نام لکھکر بچے کے گلے میں یا بازو پر باندھا جائے ۔ (۴) وخشعت الاصوات ۔ الخ ۔ ھمسا ۔ (۱۰۸) طٰہٰ ۔ یہ آیت ہرن کی کھال کی جھلی پر لکھکر تانبے میں بند کرکے بچے کے گلے میں ڈالا جائے یا بازو پر باندھا جائے ۔

حافظہ کیلئے (۱) ولا تمدن عینیک ۔ الخ ۔ للتقویٰ ۔ (۸۸) حجر ۔ لکھکر پاس رکھے اور روزانہ جسقدر ممکن ہو اسے پڑھا کرے انشاء اللہ حافظہ قوی ہوگا ۔ (۲) آمن الرسول بما انزل الیہ الخ زعفران سے چینی کے برتن میں لکھکر اسے دھوکر پیا جائے اور اسی پانی سے روٹی کھائی جائے یہ عمل کئی روز کیا جائے انشاء اللہ حافظہ قوی ہوگا (۳) سورہ الحمد کو زعفران سے چینی کے برتن پر لکھکر پھر اسے پانی سے دھوکر روزانہ وہ پانی پیا جائے انشاء اللہ حافظہ قوی ہوگا ۔ (۴) سورہ اعلیٰ کو زعفران سے لکھکر تعویذ کیطرح باندھ لیا جائے اور روزانہ جس قدر ممکن ہو اس سورہ کی تلاوت کی جائے انشاء اللہ حافظہ قوی ہوگا ۔ (۵) سورہ مدثر یا آیۃ الکرسی کو کئی بار پڑھنے سے حافظہ قوی ہوگا ۔

(۶) سورہ حشر شیشے کے پیالے میں زعفران سے لکھکر پھر اسے دھوکر روزانہ وہ پانی پیا جائے انشاء اللہ حافظہ قوی ہوگا ۔ (۷) سورہ انبیاء کو زعفران سے لکھکر پھر اسے پانی سے دھوکر وہ پانی روزانہ پیا جائے انشاء اللہ حافظہ قوی ہوگا ۔

جذام و برص سے شفا کیلئے سورہ انعام یا سورہ یٰسین کو شہد سے لکھکر مریض روزانہ پیا کرے انشاء اللہ شفا ہوگی (۲) ہر شب جمعہ مریض سورۃ الطور تین بار پڑھکر اپنے اوپر دم کیا کرے انشاء اللہ شفا ہوگی ۔

لقوہ سے شفاء کیلئے (۱) سورہ زلزال کو لکھکر تاریک مقام میں مریض اسے مسلسل دیکھا کرے اور اسے لکھکر پھر دھوکر وہ پانی مریض کو پلایا جائے انشاء اللہ شفا ہوگی ۔

(۲) فبشرنا له اُخرہ ۔ الخ ۔ بغیر حساب ۔ (۴۹) ابراہیم ۔ اور ۔ الم نجعل له عینین ۔ الخ النجدین ۔ البلد ۔ لکھکر پانی سے دھوکر دن میں چند بار مریض کا چہرہ دھلایا جائے انشاء اللہ شفاء ہوگی ۔

جذام و برص سے شفاء کیلئے ہر شب جمعہ مریض پر تین بار سورۃ الطور کو پڑھا جائے انشاء اللہ شفاء ہوگی ۔

(۳) مریض روزانہ دو رکعت نماز پڑھکر یہ کلمات پڑھا کرے ۔

یا اللہ یا رحمٰن یا رحیم یا سامع الاصوات ویا معطی الخیرات أعطنی خیر الدنیا والآخرۃ وقنی شر الدنیا والآخرۃ واذهب عنی ما اجد فقد غاظنی و احزننی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم یمحو اللہ ما یشاء ویثبت وعندہ ام الکتاب الحمد للہ فاطر السموات والارض جاعل الملائکۃ رسلا اولی اجنحۃ مثنیٰ وثلث وربٰع

باسم اللہ یشفی فلاں بن فلاں ۔ یہاں مریض کا نام لکھکر مریض اسے گلے میں ڈال لے انشاءاللہ شفاء ہوگی۔

مثانہ میں پتھر سے نجات کیلئے روزانہ سوتے وقت اور بیدار ہوتے وقت مریض یہ پڑھا کرے ۔ الم تعلم ان اللہ علیٰ کل شیءٍ قدیر ۔ الم تعلم ان اللہ لہ ملک السموات والارض وما لکم من دون اللہ من ولیٍ ولا نصیر ۔ انشاءاللہ شفاء ہوگی۔

پیشاب بند ہوجائے تو اس کیلئے یہ آیات لکھکر مریض گلے میں ڈالے = بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ لم یلبثوا الا ساعۃ ۔ الخ الفاسقون = (۳۵) یونس = انشاءاللہ رکاوٹ دور ہوجائے گی۔

اگر پیشاب قطرہ قطرہ آئے تو اسکے لئے وما قدروا اللہ حق قدرہٖ ۔ الخ ۔ عما یشرکون (۶۷) زمر یہ آیت لکھکر پھر اسے دھوکر مریض وہ پانی پلے اور لکھکر اپنے پاس بھی رکھے انشاءاللہ شفاء ہوگی۔

یرقان سے شفاء کیلئے (۱) سورہ البینہ کی مریض روزانہ تلاوت کیا کرے اور روزانہ پانی پر دم کرکے پیا کرے اور لکھکر اپنے پاس رکھے انشاءاللہ شفاء ہوگی = (۲) سورہ سبا کو چینی کے برتن پر لکھکر پھر اسے پانی سے دھوکر مریض کچھ پئے اور کچھ اپنے چہرے پر ڈالے انشاءاللہ شفاء ہوگی ۔ (۳) قالوا سبحانک انت ولینا الخ (۴۱) سباء ۔ اور قالوا ربنا یعلم ۔ الخ (۱۶ تا ۱۸) لیٰس ۔ یہ آیات لکھکر مریض گلے میں ڈالے انشاءاللہ شفاء ہوگی۔

بواسیر سے شفاء کیلئے (۱) سورہ لیٰسین چینی کے برتن پر لکھکر پھر اسے دھوکر مریض کو وہ پانی پلایا جائے انشاءاللہ شفاء ہوگی ۔ (۲) سورہ اعلیٰ یا سورہ منافقون کو کئی بار پڑھکر مریض پر دم کیا جائے انشاءاللہ شفاء ہوگی۔

پنڈلی کے درد سے شفاء کیلئے واتل ما اوحی الیک ۔ الخ ۔ ملتحدا (۲۷) کھف ۔ یہ آیت سات مرتبہ پنڈلی پر پڑھی جائے اگر ایک دفعہ شفا نہ ہو تو دوبارہ پڑھا جائے انشاءاللہ شفاء ہوگی۔

لڑکی یا لڑکے کا رشتہ طے ہونے کیلئے امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جب لڑکی کی قسمت نہ کھلی ہو (رشتہ نہ آیا ہو) اس کے لئے اور دشمنوں کے شر کے دفع کرنے کیلئے سورہ طٰہٰ اکیس مرتبہ پڑھے اور اگر سے

(زعفران سے) لکھکر اور پھر اسے پانی سے دھو کر پیئے تو بادشاہ اور حاکم کے خوف سے امان ہوگی (۲) ولا تمدن عینیک الخ۔ والعاقبة للتقوی۔ (۸۸) حجر۔ کوئی غیر شادی شدہ اس آیت کو پڑھے اور لکھکر پاس رکھے تو زوجہ صالح ملے گی اور اگر نسیان کا مرض ہوگا تو وہ دور ہوگا اور حافظہ قوی ہوگا اور اگر بیمار ہے تو شفا پالے گا اور اگر غریب ہے تو آسودہ حال ہوگا"

اولاد ہونے کیلئے حارث بن مغیرہ نے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا میرا تمام خاندان ختم ہوگیا ہے اور اولاد بھی نہیں ہے۔ امام نے فرمایا سجدے میں یہ پڑھا کرو۔ رب ھب لی من لدنک ذریة۔ الخ۔ الدعاء (۳۸) العمران۔ اور۔ رب لا تذرنی فردا و انت خیر الوارثین (۸۹) انبیاء۔ حارث کہتا ہے کہ وہ یہ آیات سجدے میں پڑھتا رہا کہ خدا نے اسے دو بیٹے عطا کئے ایک کا نام علی اور دوسرے کا نام محمد رکھا

---

(۲) ایک خراسانی نے اولاد نہ ہونے کی شکایت کی تو امام جعفر صادقؑ نے فرمایا جب زوجہ کے قریب جاؤ تو پہلے پڑھو وذالنون۔ الخ۔ الوارثین (۸۷-۸۹) انبیاء اس خراسانی نے امام کی ہدایت پر عمل کیا تو خدا نے اسے لڑکا عطا کیا"

بسم الله الرحمٰن الرحيم

سُورَةُ الحَمْد

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۙ﴿۱﴾ الرَّحۡمٰنِ
الرَّحِیۡمِ ۙ﴿۲﴾ مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ ؕ﴿۳﴾ اِیَّاکَ نَعۡبُدُ
وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ؕ﴿۴﴾ اِہۡدِنَا الصِّرَاطَ
الۡمُسۡتَقِیۡمَ ۙ﴿۵﴾ صِرَاطَ الَّذِیۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَیۡہِمۡ ۬ۙ
غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا الضَّآلِّیۡنَ ٪﴿۷﴾

سورۃ الحمد: ساتھ نام اللہ کے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔
تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں (جو) تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔
بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ روز جزا کا مالک ہے۔ ہم صرف
تیری ہی بندگی کرتے ہیں۔ اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں۔
تو ہمیں سیدھے راستے پر قائم رکھ۔ ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے
انعام کیا ہے۔ جو غضب والوں اور گمراہوں کا غیر ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ الحمد (مکیہ)

نزول — سورۃ الحمد کے نزول سے متعلق تین اقوال ہیں (۱) سورۃ الحمد مکے میں نازل ہوا (۲) سورۃ الحمد مدینے میں نازل ہوا۔ (۳) سورۃ الحمد پہلے مکے اور پھر مدینے میں نازل ہوا۔ اور صحیح یہ ہے کہ یہ سورۃ مکے میں نازل ہوا۔

اسماء — الحمد، فاتحۃ الکتاب، ام القرآن، ام الکتاب، الشفا، اساس القرآن، سبع مثانی الکافیہ۔

خداوند عالم کی حمد و ثنا کی جامع ہونے کی بنا و پر سورہ الحمد کے نام سے موسوم ہے۔

فاتحۃ الکتاب — اس سورہ سے کتاب الٰہی کی ابتدا ہے اور پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ "فاتحۃ الکتاب ہر مرض کے لئے شفا ہے" اور تفسیر ثعلبی میں ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا "فاتحۃ الکتاب عرش کے نیچے خزانے سے نازل ہوئی ہے" اس بنا و پر یہ سورہ فاتحۃ الکتاب اور شفا کے نام سے موسوم ہے۔

ام القرآن۔ ام الکتاب — الہامی کتب کی تعلیمات کا محور توحید اور اخلاق و معاد کی تعلیم ہے اور تمام کتب الٰہی کا خلاصہ قرآن حکیم میں موجود ہے اور قرآن حکیم کی بنیادی تعلیمات کا خلاصہ سورہ الحمد میں موجود ہے۔ اس لئے اس سورہ کو ام الکتاب اور ام القرآن کہا گیا ہے۔ چنانچہ "الحمد للہ" سے "الرحیم" تک توحید کی صفات یعنی الوہیت اور ربوبیت اور رحمیت کا تعارف کرایا گیا ہے۔ اور "مالک یوم الدین" میں اس دنیا کے خاتمے کے بعد ہر عمل کے انجام یعنی جزا و سزا کے عقیدے کو بیان کیا گیا ہے — اور "ایاک نعبد و ایاک نستعین" میں بندگی کو صرف خدا کی ذات سے مخصوص کرنے اور زندگی کے ہر پہلو کو خدا کی مرضی کے مطابق بنانے میں اسے قادر مطلق مانتے ہوئے اسی سے نصرت و مدد طلب کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔

"اھدنا الصراط المستقیم" سے آخر تک خدا کی طرف سے آنے والے نمائندوں کے بتائے ہوئے راہ ہدایت پر قائم رہنے اور ہر قسم کی گمراہی (فکری و عملی) سے بچنے کے لئے خدا کی طرف رجوع کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔

سورۃ الحمد — چونکہ الٰہی تعلیمات کا جامع سورہ ہے اس لئے پیغمبر اکرمؐ نے صحابہ سے فرمایا میں تمہیں ایسے سورہ سے آگاہ کرتا ہوں جس کی مثل و نظیر توریت و انجیل اور زبور و فرقان میں نازل نہیں ہوئی۔ اور وہ ام الکتاب و سبع مثانی (الحمد) ہے۔ یہ خدا و بندے کے درمیان تقسیم شدہ ہے اور

اور بندے کے لئے جو وہ سوال کرے۔ (مجمع البیان)

الشفاء سورہ الحمد امراض روحانی و جسمانی کے لئے شفاء ہے۔ اس لئے اسے سورۂ شفا کہا گیا ہے پیغمبر اکرمؐ کے زمانے میں ایک شخص کو مرگی کا دورہ پڑا تو ایک صحابی نے اس کے کان میں سورہ الحمد کو پڑھا جس سے اسے افاقہ ہو گیا تو اس صحابی نے پیغمبرؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر بتایا تو آپ نے فرمایا یہ سورہ ام القرآن اور شفاء ہے۔

اساس اس سورہ میں اسلام و قرآن کے بنیادی مسائل اور عقائد کا بیان ہے اس لئے اسے "اساس" کہا گیا ہے۔

سبع مثانی اس سورہ میں "بسم اللہ" کے ساتھ سات آیات ہیں۔ اور یہ سورہ دو دفعہ نازل ہوا ہے۔ اس لئے اسے "سبع مثانی" کہا گیا ہے۔ اور یہی سورہ نماز میں بھی دو دفعہ پڑھا جاتا ہے

الکافیہ سورہ الحمد کی جگہ نماز میں کوئی دوسرا سورہ پڑھنا کافی نہیں ہے یہ خود ہی کافی ہے۔ اس لئے اسے "الکافیہ" کہا گیا ہے۔ پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد ہے: "ام القرآن کے بدلے میں کوئی اور سورہ اس کا بدل نہیں ہے۔"

روزانہ نماز میں ہر مسلمان سورہ الحمد کی تلاوت کرتا ہے۔ اور پیغمبر اکرمؐ پوری زندگی نماز میں الحمد کی تلاوت کرتے رہے۔ پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد ہے "سورہ الحمد کے بغیر نماز نہیں ہو سکتی۔" (تفسیر کبیر) اور کئی مقامات پر پیغمبر اکرمؐ نے واضح فرمایا ہے کہ سورہ الحمد کا نماز میں پڑھنا فرض ہے۔ "اس کے بغیر نماز نہیں ہو سکتی۔" اور کسی بھی موقع پر پیغمبر اکرمؐ نے سورہ الحمد کی جگہ پر خصوصاً نماز کی پہلی دو رکعتوں میں سورہ الحمد کے بجائے کسی دوسرے سورہ یا دوسری آیات پڑھنے کی اجازت نہیں دی ہے۔ بلکہ آپ کا ارشاد ہے ("ایسی نماز نہیں ہوتی کہ جس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھا جائے۔") تفسیر کبیر۔ لہٰذا جب سورہ الحمد کی جگہ سورہ الحمد کا ترجمہ یا دوسری آیات پڑھنے کی اجازت نہیں ہے تو سورۂ الحمد کی جگہ سورہ الحمد کا ترجمہ یا کسی اور آیت کا ترجمہ پڑھنا کیوں کر جائز ہو سکتا ہے اگر نماز میں سورۂ الحمد کا ترجمہ یا کسی اور آیت کا ترجمہ پڑھنے کی اجازت ہوتی تو سلمان فارسی کو فارسی زبان میں اور صہیب رومی کو رومی زبان میں اور بلال حبشی کو افریقی زبان میں سورہ الحمد کا ترجمہ نماز میں پڑھنے کی اجازت ہوتی۔ لیکن امام ابو حنیفہؒ نے سورہ الحمد کے نماز میں پڑھنے کو لازم قرار نہیں دیا ہے۔ جیسا کہ تفسیر کبیر جلد ا میں ہے کہ امام ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ "نماز میں سورہ الحمد کی جگہ پر کوئی بھی آیت یا اس کا ترجمہ پڑھا جا سکتا ہے جیسے "الم" "حم" "والطور" یا ترجمہ جیسے "مدھامتان کا ترجمہ" دو سبز پتے" اگر سورۂ الحمد کی جگہ پر کہہ دئے جائیں اور سورۂ الحمد نہ پڑھا جائے تو نماز صحیح ہے۔"

علامہ فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں امام ابو حنیفہ کا یہ فتویٰ نقل کرنے کے بعد کئی دلائل سے اس کی تردید

کرتے ہوئے لکھا ہے کہ "تعجب ہے ابوحنیفہ پر کہ ایک ایسی روایت سے کہ جس کا راوی مغیرہ ابن شعبہ جیسا شخص ہے تو موزوں پر مسح کے قائل ہو گئے ہیں۔ اور تواتر سے اہل علم نے نقل کیا ہے کہ پیغمبر اکرمؐ تمام عمر نماز میں سورہ الحمد پڑھتے رہے اور آپؐ کا ارشاد بھی ہے کہ اس طرح نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتے دیکھو۔" لیکن امام ابوحنیفہ نے اس کے برخلاف نماز میں سورہ الحمد کا پڑھنا ضروری قرار نہیں دیا بلکہ کسی آیت کا ترجمہ پڑھنے کو کافی قرار دیا ہے۔

امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے ہاں ہر رکعت میں سورہ الحمد کا پڑھنا لازم ہے۔ امام شافعی نے کہا ہے، چاہے قرأت کر سکتا ہو یا قرأت نہ کر سکے۔ نماز میں سورہ الحمد کا پڑھنا لازم ہے۔ اگر ایک حرف بھی ترک کیا گیا تو نماز صحیح نہیں ہوگی ــــ امام ابو یوسف نے کہا ہے کہ نماز میں عاجز سورہ الحمد کا ترجمہ پڑھ سکتا ہے۔

شیعہ حضرات کے ہاں نماز کی پہلی دو رکعت میں سورہ الحمد کا پڑھنا لازم ہے۔ اس کی جگہ پر کوئی دوسرا سورہ یا آیات نہیں پڑھی جا سکتیں اور نہ ہی سورہ کا ترجمہ پڑھا جا سکتا ہے۔ تیسری اور چوتھی رکعت میں اختیار ہے کہ سورہ الحمد پڑھا جائے یا تسبیحات اربعہ (سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر) پڑھی جائیں۔

اس کی تائید علامہ فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں کی ہے اور لکھا ہے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا ہے کہ "اصلاً نماز دو رکعت فرض تھی جو سفر میں باقی رہی اور حضر میں" اس میں اضافہ کیا گیا ہے۔" اس بنا پر سورہ الحمد کی تاکید سے متعلق احادیث نماز کی پہلی دو رکعت سے متعلق ہیں۔ تیسری اور چوتھی میں سورہ الحمد اور تسبیحات میں اختیار ہے چاہے قرآن پڑھے چاہے تسبیحات پڑھے۔ چاہے خاموش رہے۔ (تفسیر کبیر جلد (۱) ص ۲۱۶)

سورہ الحمد کے فضائل

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا کہ خداوند عالم کا حدیث قدسی میں ارشاد ہے کہ جو سورۃ الفاتحہ کی تلاوت اس طرح کرے کہ وہ محمدؐ و آل محمدؐ کی ولایت وعظمت کا معترف و معتقد ہو اور ان کے فرمان کا تابع ہو اور ظاہر و باطن میں ان پر ایمان رکھتا ہو تو اسے ہر حرف کے بدلے ایسا حسنہ عطا ہوگا جو دنیا وما فیہا سے افضل ہوگا۔"

علوم رسالت کے حقیقی وارث امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ "اگر میں ستر مرتبہ سورہ الحمد کسی مردے پر پڑھوں اور اس کی روح پلٹ آئے تو تعجب نہیں ہوگا۔"

جنگ صفین میں ایک شخص کا بازو کٹ کے جدا ہو گیا۔ وہ کٹے ہوئے بازو کو اٹھائے حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس کے بازو کو کٹی ہوئی جگہ پر رکھ کر سورہ الحمد پڑھا تو اس کا بازو جڑ گیا ــــ اس روایت سے کسی ذہن میں کوئی شبہ پیدا نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ قرآن حکیم کا دعویٰ ہے کہ قرآن کے ذریعہ مسافتیں طے کی جا سکتی ہیں۔ پہاڑ چلائے جا سکتے ہیں اور مردوں سے کلام کیا جا سکتا ہے۔ لیکن عام امت کا کوئی عالم و حافظ قرآن کریم کے ذریعہ یہ کمالات ظاہر نہیں کر سکتا۔ یہ اسی طرح ہے کہ جیسے جناب موسیٰؑ کا عصا جب تک دست موسیٰؑ میں تھا معجزات دکھاتا رہا۔ اژدھا بنا۔ زمین پر گاڑ دیا گیا تو سایہ دار درخت بن گیا۔ رات کی تاریکی میں

اس سے روشنی نمودار ہوتی۔ لیکن یہ تمام معجزات کسی اور کے ہاتھ میں ظاہر نہیں کرتا۔ کیونکہ اس معجزاتی عصا سے کمالات ظاہر کرنے کے لئے جناب موسیٰؑ جیسے معجزنما کے ہاتھ کی ضرورت ہے۔

اسی طرح قرآن حکیم سے معجزات کے اظہار کے لئے پیغمبر اکرمؐ کے بعد ایسے حضرات کی ضرورت ہے جو علمیت وطہارت میں پیغمبر اکرمؐ کے ساتھ شریک ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ اہل بیت رسالت یعنی ائمۂ اہلبیت نے قرآنی اعجازات کو ظاہر کرکے شریک کارِ رسالت ہونے کا ثبوت دیا۔ چنانچہ جنگ صفین میں حضرت ابوہریرہ نے حضرت علیؑ سے اپنے اہل وعیال سے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا تو آپ نے فرمایا آنکھیں بند کرو۔ پھر فوراً فرمایا آنکھیں کھولو۔ جب آنکھیں کھولیں تو ابوہریرہ نے خود کو مدینے اپنے گھر میں پایا۔ تھوڑی دیر اپنے اہل وعیال سے باتیں کیں۔ پھر دیکھا کہ مکان کی چھت پر امیرالمومنین موجود ہیں اور فرما رہے ہیں جلدی کرو واپس چلیں۔ ابوہریرہ گھر سے باہر نکلے تو حضرت علیؑ نے پھر کہا کہ آنکھیں بند کرو پھر فوراً فرمایا آنکھیں کھولو۔ جب آنکھیں کھولیں تو خود کو میدان صفین میں اسی جگہ پایا جہاں سے گئے تھے۔ تو تعجب کا اظہار کیا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا آصف ابن برخیا وزیر سلیمانؑ نے دو ماہ کی مسافت سے تخت بلقیس کو چشم زدن میں جناب سلیمان کے سامنے پیش کر دیا تھا۔ اور میں پیغمبر اسلام کا وصی ہوں۔

تفسیر کبیر میں علامہ رازی لکھتے ہیں کہ امام حسینؑ نے فرمایا کہ خداوند عالم نے ایک سو چار کتب آسمانی نازل کیں اور سو کتب کے علوم کو چار کتب میں جمع کر دیا۔ اور وہ چار کتب توراۃ و انجیل اور زبور و فرقان ہیں۔ پھر ان چار کتب کے علوم کو فرقان میں جمع کر دیا۔ پھر فرقان کے علوم کو مفصل سورتوں میں اور مفصل سورتوں کے علوم کو سورہ فاتحہ میں جمع کر دیا۔ تو جس نے سورہ فاتحہ کی مکمل تفسیر جان لی تو گویا اس نے تمام نازل شدہ کتب کی تفسیر جان لی۔ اور جس نے سورہ فاتحہ کی تلاوت کی گویا اس نے توراۃ و انجیل اور زبور و فرقان کی تلاوت کی۔

تفسیر برہان میں ہے کہ امام جعفر صادقؑ نے ابوحنیفہ سے کہا بتاؤ وہ کونسا سورہ ہے کہ جس کا اول حمد و ثنا اور درمیان میں اخلاص اور آخر میں دعا ہے۔ انھوں نے لاعلمی کا اظہار کیا تو امام نے فرمایا وہ سورۂ الحمد ہے یہی وہ سورہ ہے کہ جس کے متعلق قیصر روم نے خلافت کے دوسرے دور میں نائب رسولؐ کا امتحان لینے کے لئے کئی سوالات کے ساتھ بذریعہ خط اس سورہ کے متعلق بھی دریافت کیا تھا کہ وہ کونسا سورہ ہے کہ جس کے سات اجزا ہیں اور اس میں سات حروف تہجی نہیں ہیں۔ ان سوالات کا کوئی جواب نہ دے سکا تو وارث رسول باب مدینۃ العلم حضرت علیؑ کی طرف رجوع کیا گیا۔ آپ نے تمام سوالات کے جوابات تعلیم فرمائے اور فرمایا وہ سورہ کہ جس میں سات حروف تہجی نہیں ہیں وہ سورہ الحمد ہے۔ اور وہ سات حروف تہجی یہ ہیں۔ ث، ج، خ، ذ، ش، ظ، ف۔ اور ان کے نہ ہونے کی وجہ یہ ہے۔

ث:۔ ثبور (موت) پر دلالت کرتی ہے۔ قرآن میں خدا کا ارشاد ہے۔ لاتدعوا الیوم ثبوراً (الفرقان) آج کے دن تم ایک ہی موت کو پکارو۔

ج :۔ یہ جہنم پر دال ہے ۔ خدا کا ارشاد ہے ۔ اِنَّ جہنّم لموعدھم اجمعین ۔ ان تمام سرکشوں کی وعدہ گاہ جہنم ہے ۔

خ :۔ یہ خزی (رسوائی) پر دال ہے ۔ خدا کا ارشاد ہے ۔ اِنَّ الخزی الیوم والسّوء علی الکافرین ۔ آج کے روز کفار کے لئے رسوائی وخرابی ہے ۔

ز :۔ یہ زقوم (تھوہر) پر دال ہے ۔ خدا کا ارشاد ہے ۔ انّ شجرۃ الزقوم طعام الاثیم ۔۔ یقیناً تھوہر کا درخت گنہگاروں کی خوراک ہوگا ۔

ش :۔ شہیق (چیخ و پکار) پر دال ہے ۔ خدا کا ارشاد ہے " فاالذین شقوا ففی النار لھم فیھا زفیر و شہیق " ترجمہ لوگ بدبخت ہیں وہ دوزخ میں ہوں گے اور اسی میں ان کی چیخ و پکار ہوگی " ۔

ظ :۔ یہ قیامت کی تاریکی پر دال ہے کہ جس کی طرف کفار کو دھکیلا جائے گا ۔ خدا کا ارشاد ہے ۔ انطلقوا الیٰ ظلٍ ذی ثلث شعب ۔۔۔ اب اس تاریکی کی طرف چلو جس کے تین کونے ہیں ۔

ف :۔ یہ فراق وجدائی پر دال ہے ۔ خدا کا ارشاد ہے ۔ یومئذٍ یتفرقون ۔۔۔ بروز قیامت لوگ متفرق ہوجائیں گے ۔

سورہ الحمد عقائد و اعمال کی تعلیمات کا جامع سورہ ہے ۔ ایک ایک جملے میں حقائق و معارف کا سمندر موجزن ہے اس میں توحید و عدل و نبوۃ و امامت کے عقیدے کے ساتھ عقیدۂ آخرت کو بھی بیان کیا گیا ہے ۔ " الحمد للہ " کے کلمے میں خدا کے وجود اور اس کے منعم حقیقی ہونے کے اعتراف کے ساتھ اس کی نعمات کا شکریہ ادا کیا گیا ہے ۔ اور رب العالمین کے کلمے میں اس کی ربوبیت کے تعارف کے ساتھ نفس سے حرص وطمع کے ازالے کی تعلیم دی گئی ہے ۔ اور " مالک یوم الدین " کے کلمے میں اعمال انسانی کے لئے جزا و سزا یعنی حشر و نشر اور قیامت کے عقیدے کے اظہار کے ساتھ انسانی فکر و عمل کی اصلاح کا انتظام کیا گیا ہے ۔ " ایاک نعبد " کے کلمے سے خدا کی ذات کے عبادت کے لائق ہونے کے اظہار کے ساتھ انسانی غرور و تکبر اور بڑائی کی صفات کو عجز و انکسار اور اخلاص سے بدلا گیا ہے ۔ اور " ایاک نستعین " کے کلمے سے عجز و عجب کے ازالے کے ساتھ ہر منزل پر اسی سے نصرت و مدد طلب کرنے کی تعلیم دی گئی ہے ۔ " اھدنا الصراط المستقیم " کے کلمے سے راہ ہدایت پر قیام و ثبات کے لئے اور خواہشات نفسانی و شیطانی سے بچنے کے لئے خدا سے توفیق طلب کرنے کی تعلیم دی گئی ہے ۔ اور اس کے ساتھ ساتھ " اھدنا " سے " انعمت علیھم " تک خدا کے ہادیان برحق کے تعارف کے ساتھ ان کی پیروی کرنے کی تعلیم دی گئی ہے ۔ اور پھر آخر میں کفر و ضلالت سے نفرت کے ساتھ ہادیان برحق کا منفی پہلو سے تعارف کرایا گیا ہے ۔

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
ساتھ نام اللہ کے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

ب ۔ ساتھ ۔ اسم ۔ نام ، اللہ ۔ اسم ذات ۔ جو صفات کمالیہ کا جامع ہے ۔ الرحمٰن ۔ مبالغہ کا صیغہ ہے جو رحمت کی کثرت پر دلالت کرتا ہے ۔ الرحیم صفت مشبہ کا صیغہ ہے جو رحمت کے ثبات و دوام پر دلالت کرتا ہے ۔

جیسا کہ پیغمبر اکرم کا ارشاد ہے کہ خداوند عالم دنیا میں رحمٰن ہے ۔ یعنی دنیاوی منقطع ہونے والی نعمات کا فیض مومن و کافر سب کے لئے عام ہے ۔ اور آخرت کے لحاظ سے رحیم ہے ۔ یعنی اخروی نعمات جو (دائمی ہونگی) جو صرف مومنین کے لئے مخصوص ہیں ان دائمی نعمات کے لحاظ سے وہ رحیم ہے ۔

بسم اللہ الخ کی اہمیت دنیائے عرب میں ظہور اسلام سے قبل کفار اپنے کاموں کی ابتدا برکت کے لئے لات وعزیٰ اور مناۃ بتوں کے ناموں سے کرتے تھے ۔ بسم لات وعزیٰ وغیرہ کلمات کہتے تھے لیکن جب اسلام کا سورج طلوع ہوا تو اس نے جہاں تمام مشرکانہ اعمال و رسومات کو ختم کر کے الٰہی اقدار کو نافذ کیا وہاں ان کلمات کفر سے نجات دلا کر ایسے کلمات کی تعلیم دی کہ جس میں خالق کائنات محسن حقیقی کے تعلق کے ساتھ اس سے برکت حاصل کرنے کے لئے اسی کے نام سے ہر اچھے کام کی ابتدا کرنے کی تعلیم دی گئی ہے کیونکہ اس کے احسانات کا فیض تمام کائنات پر مسلسل جاری و ساری ہے اور وہی ہر خیر کا مبداء و مرکز ہے اور وہی ازلی و ابدی ہے ۔ لہٰذا ہر عمل خیر میں حصول برکت اور اس کی بقا کے لئے خلاق عالم کے نام سے شروع کرنے کی تعلیم دی گئی ہے ۔ جو خالق و مالک ہونے کے ساتھ رحمٰن و رحیم ہے ۔ چنانچہ پیغمبر اکرم کا ارشاد ہے "جو کار خیر بسم اللہ الخ سے شروع نہ کیا جائے وہ نا تمام ہوتا ہے"۔

اس کے ساتھ ساتھ خداوند عالم نے اپنے کلام کی ابتدا "بسم اللہ" سے کرتے ہوئے اس آیت کی اہمیت و عظمت پر مہر ثبت کردی ہے ۔ سورۂ براۃ کے علاوہ ہر سورہ کو بسم اللہ الخ سے شروع کیا گیا ہے ۔ سورہ براۃ میں چونکہ کفار و مشرکین پر غیظ و غضب اور ان سے نفرت و برأت کا اظہار کیا گیا ہے ۔ اس لئے اس کے ساتھ بسم اللہ الخ شامل نہیں کیا گیا ۔

بسم اللہ الخ سورہ الحمد کی ایک آیت ہے تفسیر کبیر اور تفسیر ثعلبی اور تفسیر درمنثور میں ہے کہ پیغمبر اکرم مسجد نبوی میں صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ ایک شخص مسجد میں داخل ہوا اور بغیر بسم اللہ الخ پڑھے اعوذ باللہ پڑھکر سورہ الحمد پڑھنا شروع کر دیا تو پیغمبر اکرم نے اسے مخاطب کر کے فرمایا تم نے اپنی نماز باطل کردی ہے کیا تجھے علم نہیں ہے کہ بسم اللہ الخ سورہ الحمد کا حصہ ہے ۔ جس نے بسم اللہ الخ کو نہیں پڑھا اس نے سورہ الحمد کی ایک آیت ترک کردی ۔ اور اپنی نماز کو باطل کر دیا ۔

تفسیر کبیر رازی میں ہے کہ جناب ام سلمہ نے کہا کہ پیغمبر اکرم نے سورہ الحمد کو پڑھا اور بسم اللہ کو اس کی ایک

آیت قرار دیا۔ اور طلحہ ابن عبید اللہ راوی ہیں کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا "جس نے بسم اللہ الخ کو ترک کیا اس نے خدا کی کتاب سے ایک آیت کو ترک کر دیا۔ (کبیر۔ درمنثور)

پیغمبر اکرمؐ نے صحابہ سے فرمایا تمہیں ایسی آیت بتاتا ہوں جو سلیمان ابن داؤد کے بعد میرے علاوہ کسی پر نازل نہیں ہوئی۔ پھر فرمایا تم نماز میں قرأت کی ابتدا کون سے کلمات سے کرتے ہو۔ صحابہ نے کہا بسم اللہ الخ سے پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا یہی وہ آیت ہے۔ (کبیر، منثور)

علامہ رازی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ حضرت علی بھی نماز میں سورہ الحمد سے پہلے بسم اللہ الخ پڑھتے تھے۔ اور فرماتے تھے کہ جس نے بسم اللہ الخ کو ترک کر دیا اس کی نماز نامکمل ہے۔

مثلاً قرآن حکیم نے سورہ الحمد کو "سبع مثانی" کے نام سے موسوم کیا ہے۔ یعنی وہ سات آیات جو دوبار نازل ہوئیں" اور پیغمبر اکرمؐ نے بھی اپنے ارشادات میں سورہ الحمد کو سبع مثانی کے نام سے بیان کیا ہے۔ لہٰذا اگر بسم اللہ الخ سورۂ الحمد کی آیت قرار نہ دی جائے تو سات آیات نہیں رہیں گی۔ اس لئے ضروری ہے کہ بسم اللہ الخ سورۂ الحمد کی ایک آیت ہے۔

اس کے علاوہ شروع ہی سے مسلمانوں نے قرآن کی حفاظت میں کئی طرح سے کوشش کی۔ ہزاروں افراد نے قرآن کو حفظ کیا تاکہ ملاوٹ نہ ہونے پائے۔ ابتداء اسلام سے اسے محفوظ رکھنے کا انتہائی اہتمام کیا گیا۔ یہاں تک کہ خلیفہ اول نے بعد پیغمبر پانچ سو احادیث جمع کیں تقیں تو رات بھر سوچتے رہے۔ بالآخر اس مجموعہ کو جلا دیا تاکہ قرآن سے اشتباہ نہ ہونے پائے۔ اور پھر خلیفہ دوم احادیث نبویؐ جمع کرنے کے لئے ایک ماہ تک استخارہ و مشورہ کرتے رہے بالآخر ارادہ ترک کر دیا۔ اور کہا کتاب اللہ میں کسی شئے کو قرآن سے مشابہ نہیں ہونے دوں گا۔ (کنز العمال)

غور طلب امر ہے کہ دو خلفاء نے احادیث نبویؐ کو جمع کرنا پسند نہیں کیا جب کہ قرآنی احکام و فرائض کی تشریح و تفصیل بغیر احادیث نبویؐ کے نہیں ہو سکتی۔ بہرحال اس تمام احتیاط کے باوجود شروع سے آج تک ہر سورہ کے ساتھ بسم اللہ الخ کی آیت موجود ہے۔ لہٰذا اگر یہ ہر سورہ کی آیت نہ ہوتی تو سورتوں سے پہلے تحریر نہ کی جاتی۔ یا کہیں بھی اس کے خلاف احتجاج ہوتا۔ جس سے واضح ہے کہ بسم اللہ الخ ہر سورہ کی ایک آیت ہے۔

امام شافعی / امام احمد ابن حنبل اور مکہ و مدینہ و کوفہ کے قراء اور نیشاپوری بیضاوی و رازی اور تمام شیعہ علماء کا اتفاق ہے کہ بسم اللہ الخ قرآن حکیم کی ایک آیت ہے اور سورۂ الحمد کا جزء ہے۔ بسم اللہ الخ کے سورۂ الحمد کی آیت ہونے سے عملاً انکار امیر شام نے کیا ہے۔ جیسا کہ تفسیر کبیر رازی میں ہے کہ "جب امیر معویہ اپنے دور حکومت میں مدینے آیا اور لوگوں کو نماز جماعت پڑھائی تو سورۂ الحمد سے قبل بسم اللہ الخ کو نہیں پڑھا اور نہ ہی رکوع و سجود کی طرف جھکتے وقت تکبیر کہی۔ نماز کے ختم ہوتے ہی مہاجرین و انصار نے بلند آواز سے کہا۔ اے معاویہ تم نے نماز میں قرآن کی ایک آیت چوری کی ہے یا بھول گیا ہے یعنی بسم اللہ کیوں نہیں پڑھی۔ تو حاکم شام نے دوبارہ نماز پڑھی۔

اس واقعہ سے بھی واضح ہے کہ بلا اختلاف مہاجرین و انصار کے نزدیک بسم اللہ سورۂ الحمد کی ایک آیت و جزء ہے ۔ ان تمام شواہد کے باوجود امام ابوحنیفہ کے نزدیک بسم اللہ الخ سورہ الحمد کی آیت و جزء نہیں ہے اور ابوحنیفہ کا یہ بھی فتویٰ ہے کہ اگر بسم اللہ کو سورۂ الحمد سے قبل پڑھا جائے تو آہستہ پڑھا جائے ۔ اگر پہلی رکعت میں بسم اللہ الخ پڑھی ہے تو دوسری رکعتوں میں پڑھنے کی ضرورت نہیں ۔ (تفسیر کبیر)

علامہ رازی مذکورہ تمام باتوں کو لکھنے کے بعد لکھتے ہیں کہ " حضرت علی تمام نمازوں میں بسم اللہ الخ سورہ الحمد سے قبل بلند آواز سے پڑھتے تھے لیکن جب حکومت و اقتدار بنی امیہ کو حاصل ہوا تو انھوں نے بسم اللہ کو بلند آواز سے پڑھنے سے سختی سے منع کیا ۔ اور حضرت علی کے آثار و نشانات مٹانے کی سخت کوشش کی ۔ حالانکہ جس نے اپنے دین میں علیؑ کو امام بنایا اس نے اپنے دین و ذات میں عروۃ الوثقیٰ یعنی دین کی مضبوط رسی کو تھام لیا ۔ کیونکہ پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد ہے **اللھم ادر الحق مع علی حیث دار** " اے اللہ حق کو ادھر پھیر جدھر علی پھرتے جائیں " (تفسیر کبیر)

بسم اللہ الخ کی عظمت اور آیت ہونے سے انکار کی وجہ علامہ رازی کے بیان سے واضح ہو گئی ہے ۔ اس لئے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا تھا " تمام قرآن کا مطلب و حقائق کا خلاصہ سورہ الحمد میں ہے ۔ اور سورہ الحمد کے مطالب کا خلاصہ بسم اللہ الخ میں ہے اور بسم اللہ الخ کا خلاصہ " ب " میں ہے اور ب کا خلاصہ اس کے نقطہ میں ہے ۔ اور وہ نقطہ میں ہوں ۔"

بنی امیہ اس ارشاد علوی کو سن چکے تھے لہٰذا اس آیت سے اس نے انکار کیا گیا تاکہ علی کی فضیلت کی اہمیت باقی نہ رہے ۔

بسم اللہ الخ کے فضائل

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا میں نے معراج کے سفر میں جبرائیل کے ساتھ جنت میں صاف و شفاف پانی ، دودھ ، شہد اور پاکیزہ شربت کی چار نہریں دیکھیں ۔ جبرئیلؑ مجھے ان کے مبدء تک لے گئے جہاں ایک مقفل قبہ تھا ۔ میں نے انگلی کا اشارہ کیا ۔ قفل کھل گیا ۔ میں اس میں داخل ہوا تو اس کے اندر ایک ستون دیکھا جس پر بسم اللہ الخ لکھی تھی " بسم " کے " م " کے حلقے سے پانی کی نہر جاری تھی اور " اللہ " کی " ہ " کے حلقے سے دودھ کی نہر جاری تھی ۔ اور " الرحمٰن " کے م کے حلقے سے شہد کی نہر جاری تھی اور " الرحیم " کے " م " کے حلقے سے لذیذ ترین شربت کی نہر جاری تھی ۔ اور اوپر لکھا تھا جس نے دنیا میں ایمان و عمل کے ساتھ بسم اللہ الخ کو پڑھا یہ قبہ اور چار نہریں اسے عطا کروں گا ۔

علامہ فخرالدین رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں کہ حضرت موسیٰ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کیا ۔ پالنے والے فرعون پر میری بد دعا کا اثر کیوں نہیں ہوتا ۔ وحی ہوئی " اے موسیٰ تم اس کے کفر کو دیکھ رہے ہو لور میں اسے دیکھ رہا ہوں جو اس کے محل کے دروازے پر لکھا ہے ۔ اس کے محل کے دروازے پر بسم اللہ الخ لکھی تھی ۔

حضرت عیسیٰ کا ایک قبر کے پاس سے گذر ہوا جس میں صاحب قبر پر عذاب ہو رہا تھا ۔ پھر دوبارہ جب اس قبر کے پاس سے گذرے تو وہاں ملائکہ رحمت کا ہجوم دیکھا تو تعجب سے خداوند عالم سے دریافت کیا ۔ وحی ہوئی کہ اے عیسیٰ تجھے اچھا نہیں معلوم ہوا کہ میں اس بندے پر زمین کے اندر عذاب نازل کروں جس کا فرزند زمین کے اوپر رحمٰن و رحیم کے ساتھ میرا ذکر کر رہا ہے

امام علی رضاؑ نے فرمایا " بسم اللہ الخ اسم اعظم سے اس طرح قریب ہے جس طرح آنکھ کی سیاہی سفیدی سے قریب ہے ۔"

عبداللہ ابن یحییٰ حضرت علیؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے سامنے رکھی ہوئی کرسی پر اُسے بیٹھنے کا حکم دیا۔ عبداللہ بغیر بسم اللہ الخ پڑھے کرسی پر بیٹھے کہ بیٹھتے ہی کرسی جھکی اور وہ زمین پر گر کر زخمی ہوگئے۔ اور خون جاری ہوگیا۔ اس کے خون کو صاف کیا گیا تو حضرت علیؑ نے فرمایا: "اے عبداللہ قریب آؤ۔ اور وہ قریب آگئے آپ نے دست مبارک سے اپنا لعاب ان کے زخم پر لگایا۔ زخم فوراً مندمل ہوگیا۔ پھر آپ نے فرمایا" اے عبداللہ حمد و ثنا کے لائق خدا کی ذات ہے کہ جو ہمارے شیعہ کو دنیا میں ابتلا میں ڈال کر ان کو گناہوں سے پاک کر دیتا ہے۔ عبداللہ نے کہا آقا اس وقت میری غلطی سے مجھے آگاہ کیجئے۔ آپ نے فرمایا جب تم کرسی پر بیٹھے تو تم نے بسم اللہ الخ نہیں پڑھی تھی — عبداللہ نے کہا مولا اب کبھی بسم اللہ الخ کو ترک نہیں کروں گا۔ (برھان)

— دلو —

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ

"تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں"

حمد۔ وہ تعظیمی فعل ہے جس میں منعم ومحسن کے منعم ہونے کے اقرار واعتراف کا اظہار ہو۔ اس تعظیمی فعل کا تعلق دل وزبان اور اعضاء تینوں سے ہے۔

دل کا فعل یہ ہے کہ خدا کی ذات کو صفات کمال سے متصف جانے۔ زبان کا فعل یہ ہے کہ ایسے کلمات کہے جائیں جن میں خدا کی ذات کا صفات کمال سے متصف ہونے کا اقرار واظہار ہو۔ اور اعضاء کا فعل یہ ہے کہ ایسے افعال بجالائے جائیں جن سے خدا کے منعم حقیقی ہونے اور صفات کمال سے متصف ہونے کا اعتراف واظہار ہو۔

کلمہ الحمد ان تینوں معانی پر حاوی ہے۔ لہٰذا حمد اس ذات کی ہوگی جو تمام صفاتِ کمالیہ سے آراستہ ہو اور مخلوق کی کوئی فرد اس کے احسان وانعام سے خارج نہ ہو۔ اور وہ خدا ہی کی ذات ہے۔ کیونکہ خدا کی ذات ہر نقص وعیب سے پاک ہے وہی تمام کائنات کا خالق ہے اور مالک ورازق ہے۔

کائنات پر سب سے پہلا اس کا احسان عظیم یہ ہے کہ اس نے تمام کائنات کو نعمت وجود اور حیات عطا کی اور خصوصیت سے انسان کو نعمت عقل عطا کر کے تمام کائنات پر فضیلت عطا کی اور پھر انسان پر اتنی نعمات کا فیض جاری کیا کہ جن کا عقل انسانی شمار نہیں کر سکتی۔ اس نے شکر کا احساس بھی فطرت انسانی میں ودیعت کیا ہے۔ لہٰذا ایسے محسن حقیقی کا شکر اور تعریف اس کی عظمت کے مطابق ہونی چاہیئے۔ انسان ممکن الوجود ہے اور وہ واجب الوجود ہے۔ ممکن جو بھی اپنی طرف سے تعریف کرے گا اور جو بھی شکر کا طریقہ اختیار کرے گا وہ ناقص ہوگا۔ لہٰذا اس نے اپنی حمد وثنا اور شکر کے طریقے اور کلمات کی تعلیم خود دی۔

سورہ الحمد ایسا سورہ ہے جس میں خدا کی ذات کی حمد وثنا کے ساتھ اس کا صحیح تعارف بھی ہے اور مخلوق کی احتیاج کا اعتراف بھی ہے۔

حمد، مدح، شکر میں فرق

حمد، مدح اور شکر تینوں میں تعریف کا مفہوم شامل ہے لیکن موقع ومحل کے لحاظ سے فرق ہے۔ مدح وہ تعریف ہے جو ذی حیات اور غیر ذی حیات دونوں کے لئے ہو سکتی ہے اور حمد غیر ذی حیات کی نہیں ہو سکتی۔ یاقوت کے حسن کی تعریف مدح ہے کیونکہ یاقوت ذی حیات نہیں ہے۔ مدح اختیاری کمال اور غیر اختیاری کمال دونوں کے لئے ہو سکتی ہے۔ پھول ویاقوت کے حسن کی تعریف مدح ہے کیونکہ ان کا کمال اختیاری نہیں ہے۔ مدح کبھی بغیر احسان کے ہوتی ہے جیسے مناظر قدرت کی تعریف اور جواہرات کی تعریف لیکن حمد کے لئے احسان کا ہونا ضروری ہے۔

لہٰذا الحمد للہ سے یہ بات واضح ہے کہ جس ذات کی حمد کی جا رہی ہے وہ صاحب حیات ہونے کے ساتھ اس کے تمام کمالات اختیاری ہیں

اور اس کا احسان و انعام بھی عام جاری و ساری ہے۔

حمد و شکر میں فرق

نعمت و احسان پر جو تعریف کی جائے وہ شکر ہے۔ شکر سے یہ مفہوم ظاہر ہوتا ہے کہ منعم کا چونکہ تعریف کرنے والے پر احسان ہے اس لئے وہ تعریف و شکر کر رہا ہے اور جس پر احسان ہے وہی شکر کرے گا لیکن الحمد سے یہ بات واضح ہے کہ جس ذات کی حمد کی جا رہی ہے وہ ذات اپنے کمالات ذاتی کے لحاظ سے حمد و ثنا کی مستحق ہے۔ اور اس کا انعام و احسان صرف حمد و ثنا کرنے والے تک محدود نہیں ہے بلکہ تمام کائنات اس کے انعام و احسان سے فیضیاب ہو رہی ہے۔

تسبیح و تحمید میں فرق

تسبیح سے اس مفہوم کا اظہار ہوتا ہے کہ خدا ذات و صفات اور افعال کے لحاظ سے تمام نقائص سے پاک ہے۔ اور تحمید سے اس مفہوم کا اظہار ہوتا ہے کہ خدا کی ذات صفات اور افعال میں کامل ہونے کے ساتھ تمام مخلوق کے لئے محسن حقیقی بھی ہے۔ مخلوق میں سے جب کوئی انعام و احسان کرتا ہے تو کسی نہ کسی صورت میں اجر و بدلہ کا طالب ہوتا ہے یا تعریف کی غرض سے احسان کرتا ہے۔ یا کسی حق کے حصول کے لئے یا بخل کی صفت سے نجات کے لئے احسان کرتا ہے۔ لیکن خدا کی ذات کسی حیثیت سے بھی مخلوق کی محتاج نہیں ہے۔ تمام مخلوق کی تعریفیں اور حمد و ثنا اس کی عظمت کو بڑھا نہیں سکتیں۔ اور تمام مخلوق کی سرکشی اس کی عظمت کو کم نہیں کر سکتی۔ وہ کامل بالذات ہے لہٰذا اس کے تمام انعامات اور جود و سخا خود غرضی کے ہر تصور سے پاک ہیں۔ لہٰذا حقیقتاً حمد کا وہی مستحق ہے اور اس کے ساتھ ساتھ انسان پر وجود و حیات اور دیگر تمام نعمات اسی کے فیض عام کا نتیجہ ہیں۔ بندہ اس کی حمد و ثنا کر کے مزید انعامات کا مستحق ہو سکتا ہے۔

حمد و ثنا اور تعظیم و تعریف چند وجوہ کی بناء پر کی جاتی ہے۔

(۱) جس کی حمد و ثنا کی جائے وہ ذات و صفات اور افعال میں ہر نقص سے پاک ہو۔

(۲) جس کی حمد و ثنا کی جائے حمد کرنے والے پر اس کا احسان ہو یا آئندہ احسان کی توقع ہو۔

(۳) جس کی حمد و ثنا کی جائے اس سے خوف ہو۔

ان تینوں وجوہ کی بناء پر بھی خدا کی ذات ہی حمد و تعظیم کی حقیقتاً مستحق ہے۔ کیونکہ وہ ذات و صفات اور افعال میں تمام نقائص سے پاک ہے۔ اور اس کے احسانات حمد کرنے والے اور دیگر تمام مخلوق پر جاری و ساری ہیں۔ اور وہی خالق مطلق ہے اور اس کے عذاب کے خوف سے اس کی نافرمانی اور سرکشی سے بچتے ہوئے اسی کی حمد و ثنا کی جاتی اور اطاعت پر بھی مستقبل میں اسی کے انعام و احسان کی امید ہے۔

سورۃ الحمد کی ابتداء اسم سے کی گئی ہے کسی فعل سے نہیں کی گئی ہے۔ اس لئے کہ فعل زمان و مکان کی حدود کا پابند ہے اور ہر فعل وجود کے لئے فاعل کا محتاج ہوتا ہے۔ اور جب تک فاعل کا وجود ہوگا فعل کا وجود ہوگا۔ لیکن اسم زمان و مکان کی حدود میں مقید نہیں ہوتا۔

لہٰذا "الحمد" سے اس بات کا اظہار و اعلان کیا گیا ہے کہ جس طرح خدا کی ذات زمان و مکان کی حدود سے بالاتر ہے اسی طرح اس کی حمد بھی زمان و مکان کی حدود سے بالاتر ہے۔ زمان و مکان اور حمد کرنے والے ہوں یا نہ ہوں ماہیت حمد اسی کی ذات کے لئے مخصوص ہے۔ اس بات کا بھی اظہار کیا گیا ہے کہ وہ صرف اسلئے حمد کا مستحق نہیں ہے کہ اس کے احسانات صرف حمد کرنے والے پر ہیں بلکہ اس لئے حمد کے لائق ہے کہ اس کے احسانات و انعامات حمد کرنے والے کے علاوہ تمام کائنات پر محیط ہیں۔ لہٰذا تمام مخلوق کی طرف سے وہی حقیقتاً حمد و ثنا و شکر و تعظیم کا مستحق ہے۔ اور حضرت انسان جو خلاصۂ کائنات ہے الحمد للہ کہہ کے صرف اپنی طرف سے نہیں بلکہ تمام مخلوقات کی طرف سے خدا کی تمام نعمات پر اس کی حمد و ثنا اور شکر و تعظیم کا اقرار و اظہار کرتا ہے۔ حضرت علیؑ نے الحمد للہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرمایا "خدا نے اپنے بندوں کو اپنی ان بعض نعمات کی معرفت کرائی جو ان بندوں پر ہیں۔ کیونکہ اس کی تمام نعمات کی تفصیلی معرفت پر بندے قدرت نہیں رکھتے۔ اس لئے کہ اس کی نعمات کا شمار نہیں ہو سکتا اور نہ ہی مکمل تعارف ہو سکتا ہے۔ لہٰذا خدا نے خود اپنے بندوں سے فرمایا کہ اس کی نعمات پر الحمد للہ کہیں" عبد اگر کمالِ اخلاص کے ساتھ سورۂ الحمد پڑھے تو اس کے ہر ہر کلمے پر خدا کا انعام و اکرام حاصل ہوتا ہے جیسا کہ درج ذیل روایت سے واضح ہے۔

حضرت علیؑ ناقل ہیں کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا کہ خدا کا ارشاد ہے کہ میں نے فاتحۃ الکتاب کو اپنے اور اپنے عبد کے درمیان تقسیم کیا ہے۔ نصف میرے لئے اور نصف میرے عبد کے لئے ہے۔ اور میرے عبد کے لئے وہ ہے جو اس نے سوال کیا۔ جب عبد نے بسم اللہ الخ پڑھا تو خدا فرماتا ہے میرے عبد نے میرے نام سے ابتدا کی ہے۔ لہٰذا مجھ پر اس کا حق ہے کہ میں اس کے امور کی تکمیل کروں اور اس کے احوال کو اس کے لئے مبارک کروں ۔ جب الحمد للہ رب العالمین کہا تو خدا کہتا ہے میرے عبد نے میری حمد کی ہے اور وہ جانتا ہے کہ اس کی تمام نعمات میری طرف سے ہیں اور اس کی تمام بلائیں میرے رحم و کرم سے دور ہوتی ہیں اور میں تم لوگوں کو گواہ بناتا ہوں کہ اس کی نعمات دنیا کے ساتھ نعمات آخرت کا بھی اضافہ کروں گا۔ اور آخرت کی بلائیں اس سے دور کروں گا جس طرح دنیا کی بلائیں اس سے دور کی ہیں۔ جب "الرحمٰن الرحیم" کہا تو خدا کہتا ہے میرے عبد نے میرے لئے رحمٰن و رحیم ہونے کی گواہی دی اور میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں اپنی نعمات کا زیادہ حصہ اس کے لئے قرار دوں گا۔ اور اپنی عطا سے اس کے حصے کو زیادہ کروں گا۔ جب "مالکِ یوم الدین" کہتا ہے تو خدا کہتا ہے کہ میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ جس طرح اس نے میرے یوم جزا کے مالک ہونے کا اعتراف کیا ہے تو میں یوم حساب اس کا حساب آسان کر دوں گا۔ اس کے حسنات قبول کروں گا اور اس کی برائیوں سے درگذر کروں گا۔ جب "ایاک نعبد" کہا تو خدا کہتا ہے میرے عبد نے سچ کہا ہے کہ وہ میری عبادت کرتا ہے اور میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ اس کی عبادت کا ایسا اجر و ثواب عطا کروں گا جس پر میری عبادت کا ہر مخالف رشک کرے گا۔ جب "و ایاک نستعین" کہا تو خدا کہتا ہے اس میرے عبد نے مجھ سے مدد طلب کی ہے مجھ سے التجا کی ہے میں تم کو گواہ بناتا ہوں کہ میں اس کے ہر امر میں اس کا مددگار ہوں گا۔ اس کے تشدد و مصائب میں اس کی فریاد رسی کروں گا۔ اور اس کا ہاتھ تھاموں گا۔ جب "اھدنا الصراط المستقیم" کہا تو خدا فرماتا ہے یہ میرے عبد کے لئے ہے۔ میرے عبد کے لئے وہ ہے جو اس نے مانگا ہے۔ میں نے اپنے عبد کی دعا کو قبول کیا اور اس کی امید کے مطابق اسے عطا کیا اور جس سے وہ خائف تھا اس سے اسے نجات دی۔

حضرت موسیٰؑ نے درگاہ الٰہی میں درخواست کی پالنے والے تیرے خاص بندے کو دیکھنا چاہتا ہوں۔ خدا نے فرمایا فلاں مقام پر جاکر میرے خاص عبد کو دیکھو۔ جب حضرت موسیٰؑ اس مقام پر گئے تو وہاں ایک معذور خاتون کو دیکھا جو نابینا ہے اور اعضاء سے معذور ہے اور زبان پر حمد و شکر جاری ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے سلام کیا اس نے جواب میں کہا اے کلیم اللہ تم پر بھی سلام ہو۔ حضرت موسیٰؑ نے کہا تجھے میرا نام کس نے بتایا۔ کہا جس نے آپ کو میری طرف بھیجا اسی نے بتایا ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے کہا اعضاء سے اور نگاہ سے معذور ہونے کے باوجود کس بات پر خدا کی حمد و ثنا اور شکر کر رہی ہو۔ کہا خدا نے مجھے ایسا دل عطا کیا ہے جو اس کی معرفت رکھنے کے ساتھ صابر و شاکر ہے۔ اس نعمت پر شکر کر رہی ہوں۔"

حضرت صادقؑ نے فرمایا۔ نعمت کا شکر یہ ہے کہ حرام کام سے اجتناب کیا جائے اور (اظہار کے لئے) تمام شکر یہ ہے کہ "الحمد للہ رب العالمین" کہا جائے۔ حضرت صادقؑ کی سواری غائب ہوگئی۔ آپ نے فرمایا اللہ نے میری سواری کو لوٹا دیا تو اس کی ایسی تعریف کروں گا جس پر وہ راضی ہے۔ تھوڑی دیر میں آپ کی سواری زین و لگام کے ساتھ واپس آگئی۔ تو آپ نے اپنے کپڑے سمیٹے اور آسمان کی طرف رخ کر کے کہا الحمد للہ پھر فرمایا۔ میں نے خدا کی تعریف و شکر میں کسی چیز کو ترک نہیں کیا۔ میں نے تمام محامد کو اللہ کی ذات کے لئے مخصوص قرار دیا ہے کیونکہ کوئی حمد و ثنا کی قسم ایسی نہیں جو الحمد للہ میں نہ ہو (برہان)

حضرت جعفر صادقؑ نے جناب ابو حنیفہؒ سے کہا بتائیے وہ کونسا سورہ ہے جس کے اول تمجید درمیان میں اخلاص اور آخر میں دعا ہے۔ وہ متحیر ہو گئے اور کہا آپ بتا دیجئے تو حضرت نے فرمایا وہ سورہ الحمد ہے۔ (برہان)

الحمد خدا کی حمد و ثنا کے لئے انتہائی جامع کلمہ ہے اور "حمد" ہی سے خدا نے اپنے حبیب کے دو نام مشتق فرمائے ہیں "محمد" اور "احمد" اسی لئے اپنی کتاب کائنات کی ابتدا حقیقت محمدیہ سے کی۔ پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد ہے۔ "سب سے پہلے خدا نے میرے نور کو پیدا کیا ہے۔" میزان الاعتدال ج ۲

تاریخ ابن عساکر میں ہے کہ سلمان فارسی کہتے ہیں کہ میں نے پیغمبرؐ کو فرماتے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا "آدم کی تخلیق سے چودہ ہزار سال قبل خدا کے ہاں میں اور علیؑ ایک نور تھے۔ جب خدا نے آدم کو پیدا کیا تو اس نور کو دو حصوں میں تقسیم کیا ایک حصہ میں ہوں اور دوسرا حصہ علیؑ ہیں۔"

حضرت آدم کے جسم میں جب روح داخل ہوئی تو انہیں چھینک آئی تو پہلا کلمہ "الحمد للہ" کہا۔ پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد ہے کہ جسے چھینک آئے وہ الحمد للہ کہے اور سننے والا رحمک اللہ کہے اور پھر جواب میں کہے جزاک اللہ۔ "الحمد للہ" کے کلمے کی جامعیت کی بنا پر تفسیر کبیر میں فخر الدین رازی نے کہا کہ اس کلمے میں دس ہزار مسائل پوشیدہ ہیں۔ رازی ہماری طرح دنیاوی مدارس کا تعلیم یافتہ انسان اگر کلام الٰہی کے ایک کلمے سے ہزاروں مسائل نکال سکتا ہے تو جو درس توحید اور درس رسالت کا تعلیم یافتہ اور باب مدینۃ العلم ہو اگر وہ بسم اللہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے صبح کر دے اور ابن عباس سے کہے کہ اگر میں چاہوں تو بسم اللہ کی تفسیر و تشریح سے ستر اونٹ بار کر دوں۔ تو اس پر تعجب نہیں ہونا چاہیئے جبکہ پیغمبر اکرمؐ نے کئی مواقع پر ان کو مرکز علم قرار دیا ہے۔

مستدرک حاکم ج ۳ میں عبد اللہ ابن عباس راوی ہیں کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا "میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔"

جسے علم چاہیئے وہ دروازے کے پاس آئے۔

کنز العمال جلد ۲ ۔ مناقب خوارزمی میں ہے کہ پیغمبرؐ نے فرمایا "میری امت میں سب سے بڑے عالم علی ابن ابی طالبؑ ہیں"۔ شرح ابن ابی الحدید جلد ۲ میں ہے کہ پیغمبرؐ نے فرمایا "علیؑ میرے علم کے خازن ہیں"۔ حلیۃ الاولیاء جلد ۱ میں ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا "حکمت کے دس حصے ہیں۔ نو علی کو عطا کئے گئے ہیں اور ایک حصہ تمام لوگوں کو دیا گیا ہے۔ اور اس میں بھی علیؑ برابر کے شریک ہیں"۔

تفسیر کبیر نیشاپوری، شرح ابن الحدید میں ہے کہ حضرت علی نے فرمایا "رسول خداؐ نے مجھے علم کے ہزار باب تعلیم کئے اور ہر باب سے مجھ پر علم کے ہزار باب کھل گئے"۔ شرح ابن ابی الحدید میں ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا "اگر میرے لئے مسند فتویٰ بچھا دی جائے تو میں اہل زبور کو زبور سے، اہل تورات کو تورات سے، اہل انجیل کو انجیل سے اور اہل قرآن کو قرآن سے فتویٰ دوں گا۔ (صواعق محرقہ)

صواعق محرقہ، ینابیع المودۃ میں ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا "مجھ سے کتاب خدا کے متعلق پوچھو کیونکہ میں جانتا ہوں کہ کونسی آیت کس کے لئے نازل ہوئی۔ کہاں نازل ہوئی دن میں نازل ہوئی یا رات میں نازل ہوئی۔ پہاڑ پر نازل ہوئی یا ہموار زمین پر نازل ہوئی۔ سفر میں نازل ہوئی یا حضر میں نازل ہوئی۔ کونسی محکم ہے کونسی متشابہ، کونسی ناسخ ہے کونسی منسوخ۔ خدا نے مجھے قلب عاقل ولسان ناطق عطا کی ہے۔ (تاریخ الخلفاء، تہذیب التہذیب، صواعق محرقہ، تاریخ الخلفاء۔ شرح ابن ابی الحدید میں ہے کہ کسی صحابی کو لوگوں کے سامنے منبر پر جا کر یہ کہنے کی ہمت وجرات نہیں ہوئی کہ "کہتا مجھ سے جو چاہو پوچھ لو قبل اس کے کہ تمہارے درمیان سے اٹھ جاؤں۔ یہ کلام صرف حضرت علیؑ نے سب کے سامنے کہا ہے" صواعق محرقہ، تاریخ الخلفاء میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا "ہم میں سب سے بہتر وصحیح فیصلہ کرنے والے بہترین قاضی علی ہیں"۔ سینکڑوں مشکل مسائل حضرت عمرؓ نے حضرت علیؑ سے حل کرائے اور اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اگر علی نہ ہوتے تو میں ہلاک ہو گیا تھا۔ (فصول المہمۃ) اور کبھی فرماتے "اللہ مجھے ایسی مشکل کے لئے اس وقت باقی نہ رکھے جبکہ اس کے حل کرنے کیلئے علیؑ نہ ہوں۔ تذکرہ ابن جوزی۔ مناقب خوارزمی" استیعاب جلد ۳ الریاض النضرۃ میں ہے کہ ابن عباس نے کہا "پیغمبر اکرمؐ کا علم خدا کے علم سے ہے اور علی کا علم پیغمبرؐ کے علم سے ہے اور میرا علم علیؑ کے علم سے ہے اور میرا اور تمام صحابہ کا علم علی کے علم کے مقابلے میں ایسا ہے جیسے سات سمندروں کے مقابلے میں ایک قطرہ"۔

صواعق محرقہ۔ استیعاب جلد ۳ میں ہے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا "علی سنت کے سب سے بڑے عالم ہیں"۔ یہی وجہ ہے کہ پیغمبرؐ کے بعد جب بھی کوئی مشکل پیش آئی تو حضرت علیؑ نے مشکل کشائی کی۔ جتنے علوم ہیں پیغمبر اکرمؐ کے بعد حضرت علی ہی کی ذات تک منتہی ہوتے ہیں۔ علم الٰہیات ہو یا علم تفسیر وحدیث، علم فقہ ہو یا علم معاشرت، علم کائنات ہو یا علم سیاست، علم کلام ہو یا علم فلسفہ ارضی علوم ہوں یا سماوی، تمام علوم کے لئے آپ کی ذات مرکز ومحور ہے۔

تفسیر قرآن کے علم میں امت مسلمہ میں حضرت عبداللہ ابن عباس سر فہرست مانے جاتے ہیں۔ انہی کی رائے سے خلافت کے دوسرے دور میں جب شب قدر کی تاریخ میں اختلاف پیدا ہوا تو ۲۷ رمضان کا اس استدلال سے تعین کیا گیا کہ سورۃ القدر میں "لیلۃ القدر" تین دفعہ آیا ہے اور اس کلمے میں ۹ حرف ہیں۔ تین دفعہ جمع کرنے سے ۲۷ ہوتے ہیں۔ (تفسیر کبیر) یہ ابن عباسؓ حضرت علیؑ کے شاگرد ہیں ـــــ

علم فقہ میں چار فقہا مشہور ہیں۔ ان کے علم کی بھی انتہا حضرت علیؑ کی ذات تک ہوتی ہے۔

امام ابوحنیفہؒ نے حضرت صادقؑ سے دو سال تک کبھی کبھی حاضر ہو کر اتنا فیض حاصل کیا کہ امام اعظم کہلائے۔ اور یہ کہا کہ اگر وہ دو سال نہ ہوتے کہ جن میں حضرت باقرؑ و حضرت صادقؑ سے میں نے علم کا فیض حاصل کیا ہے تو میں ہلاک ہو گیا تھا (سیرۃ نعمان) اور حضرت باقرؑ کا سلسلہ اپنے جد حضرت علیؑ تک منتہی ہوتا ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ شاگرد ہیں امام شافعیؒ کے اور وہ شاگرد ہیں محمد بن حسن کے اور وہ شاگرد ہیں امام ابوحنیفہؒ کے۔

امام مالک شاگرد ہیں ربیعۃ الرائی کے اور وہ شاگرد ہیں عکرمہ کے اور عکرمہ شاگرد ہیں ابن عباسؓ کے اور ابن عباسؓ شاگرد ہیں حضرت علیؑ کے۔

علم طریقت اور روحانیت کا سلسلہ معروف کرخیؒ تک منتہی ہوتا ہے۔ اور معروف حضرت امام علی رضاؑ کے دربان تھے اور امام علی رضاؑ کا سلسلہ اپنے جد حضرت علیؑ تک پہنچتا ہے۔ "کامل ابن اثیر" علوم عربیہ میں علم نحو (گرامر) کے بھی حضرت علیؑ بانی ہیں اس علم کے اصول و قواعد آپ ہی نے ابوالاسود دؤلی کو تعلیم کئے۔ اور قوانین ترتیب دینے کا طریقہ بتایا۔ ایک روز ابوالاسود حضرت علیؑ کی خدمت میں آئے۔ آپ کو متفکر پایا۔ سبب پوچھا۔ آپ نے فرمایا تمہارے شہر میں غلط زبان سن رہا ہوں کتاب لکھنے کا ارادہ ہے۔ چنانچہ چند روز کے بعد ابوالاسود پھر حاضر ہوئے تو آپ نے انہیں ایک صحیفہ عطا کیا جس میں تحریر تھا کہ تمام کلام تین طرح کا ہے۔ اسم فعل حرف اور اشیا تین طرح کی ہیں۔ ظاہر، مضمر اور ان دونوں کا غیر" اور فرمایا اس سے علم نحو ترتیب دو اور حروف نصب کو جمع کرو۔

علم فلسفہ بھی آپ کی ذات تک منتہی ہوتا ہے۔ ایک روز کوفہ کے منبر پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ ایک یہودی عالم ادھر سے گزرتے ہوئے خطبہ کی فصاحت و بلاغت سنتے ہی قدم روک لئے اور مجمع کے قریب آکر کچھ دیر محوِ حیرت ہو کر سنتا رہا۔ پھر کہا اگر آپ فلسفہ سیکھ لیتے تو آپ کی شان دوبالا ہو جاتی۔ یہ سنتے ہی آپ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا فلسفہ سے تیری کیا مراد ہے کیا ایسا نہیں ہے کہ جس کی طبیعت معتدل ہو اس کا مزاج صاف ہو گا۔ اور جس کا مزاج صاف ہو گا اس میں اس کے نفس کا اثر بھی قوی ہو گا۔ اور جب ایسا ہو گا تو وہ ترقی کے آخری نقطہ تک پہونچ سکے گا اور جب نقطۂ ارتقا پر فائز ہو گا تو وہ ترقی کر کے اخلاق فاضلہ سے آراستہ ہو گا اور جو ایسا ہو گا وہ انسان بحیثیت انسان موجود ہو گا نہ کہ بحیثیت حیوان۔ کیونکہ وہ باب ملک صوری میں داخل ہو گیا اس کے آگے ترقی کی گنجائش نہیں —— یہ سن کر یہودی عالم متحیر ہو کر کہنے لگا اے ابوطالب کے بیٹے آپ نے تو پورا فلسفہ چند جملوں میں ظاہر کر دیا۔

یہی وجہ تھی کہ کائنات کے کسی علم کے متعلق جب سوال کیا گیا بغیر سوچے فوراً جواب دیا۔

نماز کی نیت کرنا چاہتے ہیں کہ کسی نے بڑھ کر سوال کیا مولا بتائیے کون سے پرندے انڈے دیتے ہیں۔ کون سے بچے دیتے ہیں۔ فوراً فرمایا جن کے کان باہر ہیں وہ بچے دیتے ہیں اور جن کے کان اندر ہیں وہ انڈے دیتے ہیں۔ پھر فوراً اللہ اکبر کہہ کر نماز شروع کر دی۔

کچھ عرصہ کے بعد یہ سائل پھر حاضر ہوا اور عرض کیا میں نے تحقیق کی ہے آپ نے صحیح فرمایا ہے تو حضرت علیؑ نے فرمایا جو جانور غذا چبا کر کھاتے ہیں وہ بچے دیتے ہیں اور جو بغیر چبائے دانہ نگل لیتے ہیں وہ انڈے دیتے ہیں —— سائل کچھ عرصہ تحقیق کر کے پھر حاضر ہوا اور کہا میں نے تحقیق کی آپ نے سچ فرمایا ہے۔ تو حضرت نے پھر فرمایا جو جانور اپنے بچوں کو غذا بھراتے ہیں یعنی غذا ان کے منہ میں ڈالتے ہیں وہ انڈے دیتے ہیں اور جو دودھ پلاتے ہیں وہ بچے دیتے ہیں۔ جاؤ تحقیق کرو۔ عرض کیا مولا آپ کا ارشاد درست ہے اب کہاں تک تحقیق کروں گا۔

حضرت نے فرمایا۔ اگر تم اسی طرح مجھ سے سوال کرتے جاتے میں ہر بار نیا جواب دیتا جاتا۔

امت مسلمہ کی بے رخی کے باوجود آپ نے اپنے ارشادات وخطبات اور دعاؤں میں علوم کائنات کے دریا بہا دیئے ہیں۔ اور آپ کے بعد آپ کی اولاد نے۔ ائمہ ہدایت نے سخت مشکلات اور ظلم کے تاریک ادوار میں جب موقع ملا علوم کائنات اور علوم الٰہیات کو عقل انسانی کے سامنے واضح کیا۔ خود انسان کیا ہے اس کی حقیقت کتنی گہری اور وسیع ہے تو اس کیلئے حضرت علیؑ نے چند اشعار میں وضاحت کر کے عقل انسانی کو دعوتِ فکر دی ہے۔

دوائک فیک وما تشعر: وداؤک منک وما تبصر، وانت الکتاب المبین الذی باحرفہ یظہر المضمر۔ اتزعم انک جرم صغیر۔ وفیک انطوی العالم الاکبر۔

اے انسان تیرا علاج تیرے اندر موجود ہے لیکن تو شعور نہیں رکھتا۔ تیرے امراض تجھی سے نمودار ہوتے ہیں تو سمجھ بوجھ نہیں رکھتا اور تو ہی کھلی ہوئی کتاب ہے کہ جس کے حروف سے پوشیدہ امور ظاہر ہوتے ہیں۔ تو خود کو ایک چھوٹا سا جسم خیال کرتا ہے حالانکہ تیرے اندر عالم اکبر سمایا ہوا ہے۔ (دیوان علیؑ)

محمد وآل محمد درس توحید کے تعلیم یافتہ اور علوم الٰہی کے خازن تھے۔ اس لئے کائنات کے حقائق ان پر آشکارا تھے۔ توحید کی معرفت میں امکان کے آخری نقطہ پر فائز تھے جو توحید کی معرفت وہ کرا سکتے تھے وہ کسی بشر کے بس کی بات نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آل محمد یعنی ائمہ اہل بیت کے ارشادات وخطبات ودعاؤں میں جس عظمت سے توحید کا تعارف کرایا گیا ہے وہ کسی بشر کے کلام میں ناممکن ہے سلسلہ ہدایت کے چوتھے امام حضرت زین العابدینؑ نے ایک دعا میں جس طرح توحید کی حمد وثنا کی ہے وہ ایسی ہستیاں ہی کر سکتی ہیں کہ جو خدا کے ہاں سے علم لے کر آئی ہوں۔

دعا:- تمام تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں کہ جس سے پہلے کوئی نہیں تھا اور وہ ایسا آخر ہے کہ جس کے بعد کوئی نہیں ہوگا جسے دیکھنے سے دیکھنے والوں کی نگاہیں قاصر ہیں۔ جس کی تعریف سے ثنا کرنے والوں کی عقلیں عاجز ہیں۔ اس نے اپنی قدرت کاملہ سے مخلوقات کو (بغیر کسی مادہ کے) جس انداز پر چاہا پیدا کیا اور حسب مشیت اس نے (بغیر کسی نمونہ کے) جیسا چاہا ایجاد کیا ــــ پھر انہیں اپنے راستے پر چلایا اور اپنی محبت پر ابھارا۔ وہ اس پر قدرت نہیں رکھتے کہ جس طرف ان کو آگے بڑھایا ہے اس سے پیچھے ہٹ جائیں اور جس سے ان کو پیچھے رکھا ہے اس سے آگے بڑھ جائیں۔ اس نے ہر روح کے لئے معین ومعلوم رزق مقرر کر دیا ہے۔ جسے زیادہ عطا کیا اسے کوئی کم نہیں کر سکتا اور جسے کم دیا ہے اسے کوئی بڑھا نہیں سکتا۔ اور پھر اس نے روح کی زندگی کے لئے ایک مدت مقرر کر دی اور ایک زمانہ ایسا مقرر کر دیا کہ جو محدود ہے جس کی طرف وہ اپنی زندگی کے دنوں اور زمانہ کے گزرتے ہوئے سالوں سے تیزی کے ساتھ قدم بڑھاتا ہوا نزدیک ہو رہا ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ زندگی کی انتہا کو پہنچ جاتا ہے اور اپنی عمر کا حساب پورا کر لیتا ہے تو خدا اس کی روح کو کھینچ کر ثواب تک کہ جس کی طرف دعوت دی تھی یا اس عذاب کی جانب جس سے ڈرایا تھا پہنچا دیتا ہے۔ یہ اس لئے ہے تاکہ بدکاروں کو ان کے کئے کی سزا اور نیکوکاروں کو ان کی نیکی کا بہترین جزا عدل وانصاف کو قائم رکھتے ہوئے مل جائے۔ اس کے اسماء سے اس کی نعمات آشکارا ہیں۔ وہ جو کچھ کرتا ہے اس سے سوال نہیں کیا جا سکتا بلکہ بندوں سے بازپرس ہوگی۔ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں کہ اگر وہ اپنے بندوں سے حمد کی معرفت کو روک دے۔

(طریقہ نہ جاتا) جو انھیں اس کے مسلسل احسانات اور اعلانیہ و کامل مسلسل نعمتوں پر کرنا چاہیئے تھی۔ (تو یہ ہوتا) کہ وہ اس کے احسانات میں ہر طرح تصرف کرتے رہتے اور اس کی حمد نہ کرتے اور اس کی دی ہوئی روزی میں فراخبالی سے بسر کرتے اور شکر نہ کرتے۔ اور اگر وہ کہیں ایسے ہوتے (اس کی حمد نہ کرتے) تو پھر وہ انسانیت کی حدود سے گزر کر بہیمیت کی حد میں آجاتے اور ان کی مثال ایسی ہوتی جیسا کہ خدا نے اپنی محکم کتاب میں فرمایا ہے " وہ تو بس چوپاؤں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ و لپست ہیں"

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں کیونکہ اس نے اپنی ذات کو پہچنوایا اور ہمیں حمد و شکر کرنا بتلایا اور اپنی پرورش سے ہم پر علم کے دروازے کھولدے۔ اور توحید میں کسی کو شریک قرار نہ دینے کے لئے اپنی ذات کی طرف رہبری کی۔ اور ہمیں اپنے معاملے میں کفر و شرک کرنے سے بچایا۔ ہم اس کی ایسی تعریف کرتے ہیں اور اس کی وجہ سے ان لوگوں میں زندگی بسر کریں۔ جو مخلوقات میں اس کی حمد کیا کرتے ہیں۔ اور اس کی وجہ سے ان لوگوں پر سبقت لے جائیں۔ جو اس کی رضا و بخشش کی طرف سبقت لے گئے ہیں۔

ایسی حمد جو عالم برزخ کی تاریکیوں کو ہمارے لئے روشن کردے اور قیامت کی راہوں کو آسان کردے جو حشر کے مجمع میں ہماری قدر و منزلت کو بڑھادے۔ جس روز ہر ایک کو اپنے کئے کا بدلہ دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ جس روز کوئی دوست اپنے دوست کے کچھ کام نہیں آئے گا۔ اور نہ ان کی مدد کی جاسکے گی۔

ایسی حمد و ثنا جو ہمیں جنت کے بلند ترین درجات تک پہنچادے جس کا ذکر کتاب میں موجود ہے کہ جس درجہ تک مقربین ہی پہونچ سکتے ہیں۔

ایسی حمد کہ جس کی وجہ سے اس روز ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوں جس دن تمام آنکھیں حیرت زدہ ہوں، اور ہمارے چہرے روشن و نورانی ہوں، جبکہ چہرے سیاہ ہوں گے۔

ایسی حمد کہ جس کی وجہ سے ہم ملائکہ مقربین کے ساتھ ہوسکیں۔ اور انبیاء و مرسلین کے ساتھ اس گھر تک جسے زوال نہیں اور اس مقام پر اعزاز خاص تک جو تغیر پذیر نہیں ہوگا وہاں پہنچ سکیں۔

تمام تعریفیں اس معبود کے لئے زیبا ہیں جس نے ہماری تخلیق میں ہر طرح کی خوبیاں اختیار کیں اور ہمارے لئے پاک و پاکیزہ روزی کا سلسلہ جاری کیا۔ اور اپنی کل مخلوقات پر غلبہ دے کر ہم کو فضیلت دی پس تمام مخلوق اس کی قدرت اور اس کی دی ہوئی عزت کی بدولت ہمارے زیر اطاعت آگئی۔

تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمارے لئے سوائے اپنے دروازے کے دوسرے تمام دروازے عرض حاجت کے لئے بند کردئیے پھر ہم اس کی حمد کیوں کر بجا لاسکتے ہیں اور کس طرح اس کا شکر ادا کرسکتے ہیں۔ نہیں کسی وقت بھی اس کا شکر ادا نہیں ہوسکتا۔

تمام تعریفیں اس معبود حقیقی کے لئے ہیں جس نے ہم میں پھیلنے اور سمٹنے کے اعضاء قرار دیئے اور مختلف روحیں قرار دے کر ہمیں حیات کی نعمت سے نوازا اور کام کرنے والے اعضاء عطا کئے اور پاک رزق سے ہماری پرورش فرمائی۔ اور اپنے فضل سے غنی بنایا اور اپنی نعمت کا سرمایہ عطا کیا۔ پھر ہمیں حکم دیا کہ ہماری فرمانبرداری کی آزمائش کرے اور منع بھی کیا تاکہ شکر کے باب میں ہم کو جانچے۔ الخ

(صحیفہ کاملہ)

"لِلّٰہ"

اللہ کے لئے

اسمائے الٰہی

"لِلّٰہ" اللہ کے لئے، لِلّٰہ میں "لام" اگر تخصیص کا قرار دیا جائے تو یہ معنی ہوں گے "تمام تعریفیں اللہ کے لئے مخصوص ہیں" اگر "لام" مِلک کے معنی میں قرار دیا جائے تو معنی ہوں گے "تمام تعریفیں حقیقتاً اللہ ہی کی ملکیت ہیں" کیونکہ وہی مالک کل ہے۔ اسم "اللہ" مشتق ہے اِلٰہ سے جس کے معنی حیرت زدہ و عاجز کر دینے کے ہیں۔ اس لحاظ سے "اللہ" کے اسم سے وہ ذات مراد ہے کہ جس کی حقیقت کے متعلق عقول انسانی حیرت زدہ اور رسائی سے عاجز ہیں۔ اس لئے کہ وہ عقول کے احاطہ سے بالاتر ہے۔ جو بھی حقیقت انسانی عقل و لفظ کے احاطہ میں آئے گی وہ محدود ہوگی اور خدا کی ذات حدود سے بالاتر ہے۔ جیسا کہ حضرت امام محمد باقرؑ نے فرمایا ہے۔ "اللہ کے معنی ایسی معبود ذات کے ہیں کہ جس کی ماہیت کے ادراک و احاطہ سے مخلوق عاجز و حیرت زدہ ہے۔ جیسا کہ جب کوئی کسی شے میں متحیر و سرگرداں ہو جائے۔ تو عرب کہتے ہیں آلہ الرجل (یعنی شخص متحیر و سرگرداں ہو گیا) اور جب کسی شے سے خوف لاحق ہو تو کہتے ہیں "ولِہ الرجل" اور اللہ وہ ذات ہے جو مخلوق کے حواس و ادراک سے بلند و پوشیدہ ہو"

اور اگر اسم "اللہ" کو وَلِہَ سے مشتق مانا جائے تو اس کے معنی ہیں ایسی ذات کہ شدائد و احتیاجات میں جس کی طرف رجوع کیا جائے۔ جیسا کہ نویں وارث علم نبوت امام محمد تقیؑ نے فرمایا کہ "اللہ وہ ذات ہے کہ شدائد و احتیاجات میں تمام مخلوق اسی کی طرف رجوع کرتی ہے۔ جبکہ تمام امیدیں منقطع ہو جائیں۔ اور تمام اسباب قطع ہو جائیں تو انسان کہے "بسم اللہ" یعنی میں اپنے تمام امور میں اللہ سے مدد کا طالب ہوں جس کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہی فریاد کو سنتا ہے اور بچاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت صادقؑ سے ایک شخص نے کہا تھا کہ اللہ کے وجود کی طرف رہبری کیجئے تو آپ نے اس سے فرمایا کیا تم کبھی کشتی میں سوار ہوئے ہو۔ کہا جی ہاں۔ فرمایا کیا وہ کشتی ایسے وقت میں ٹوٹ گئی تھی جبکہ بچانے کے لئے نہ کوئی دوسری کشتی تھی اور نہ ہی کوئی نجات دینے والا تھا اور تم تیرنا بھی نہیں جانتے تھے۔ کہا جی ہاں ایسا اتفاق میرے ساتھ ہوا۔ فرمایا کیا اس وقت تیرا باطن ایسی قوی ذات کی طرف متوجہ ہوا تھا کہ جو تمام اسباب کے منقطع ہو جانے پر بھی تمہیں بچا سکتی ہے۔ کہا جی ہاں ایسا خیال آیا تھا ـــــ فرمایا وہی اللہ کی ذات ہے جو نجات دینے پر قادر ہے جبکہ کوئی نجات دینے والا نہ ہو۔ اور وہی فریاد رس ہے جبکہ کوئی فریاد سننے والا نہ ہو۔ کافی

اور علوم نبوت کے پہلے وارث حضرت علیؑ نے خطبہ وسیلہ میں فرمایا "حمد ہے اللہ کی جس کے وجود کے اعتراف کے علاوہ اس کی ذات تک رسائی سے اوہام عاجز ہیں اور وہ مشابہت و صورت سے پاک ہونے کی بنا پر عقول کے تصور سے پوشیدہ ہے

اس کی ذات میں تفاوت نہیں ہے ۔ اس کے کمالات میں متعدد تجربات سے اضافہ نہیں ہوتا۔ وہ بغیر اختلاف اماکن کے اشیاء کا جدا کرنے والا ہے ۔ اور بغیر مماز جمتہ و اتصال کے اشیاء پر غالب ہے ۔ اور بغیر دیکھے اشیاء کا عالم ہے ان کے اور اس کے معلوم کے درمیان غیر کا علم نہیں ۔ اگر کہا جائے کہ وہ تھا تو وجود کی ازلیت کی بناء پر ہے اور اگر کہا جائے کہ وہ ہمیشہ سے ہے تو عدم کی نفی کی بناء پر ہے " (التوحید)

ذات کے تعارف و تعین کیلئے اسماء کی ضرورت ہوتی ہے ۔ ہم چونکہ ناقص ہیں لہٰذا ہمارے معین کئے ہوئے نام صرف شخصیت کا تعین کرتے ہیں ذات کا تعارف نہیں کراتے لیکن خدا کی ذات کہ جس کا علم عین ذات ہے کوئی حقیقت اس کی ذات سے پوشیدہ نہیں ہے ۔ وہ تمام اشیا کا خالق ہے لہٰذا اگر وہ کسی کا نام تجویز کرے گا تو وہ نام موصوف کی صفات کا آئینہ ہوگا ۔

اس نے اپنے حبیب کا نام " محمد " رکھا یقیناً حضورؐ کی ذات صفات و کمالات کے لحاظ سے تعریف و توصیف کی حقدار ہے اسی اگر اپنے ولی کا نام " علی " تجویز کیا تو یقیناً وہ ذات صفات و کمالات کے لحاظ سے اتنی بلند ہے کہ صدیاں گذر گئیں ظلم و بربریت کے کتنے طوفان آئے ۔ مسلسل بادشاہوں نے ان کی عظمت و فضیلت کو ختم کرنے کے لئے اپنی پوری کاوشیں صرف کردیں لیکن آج بھی ان کے فضائل کی عظمت و بلندی ماہِ کامل کی طرح درخشاں ہے ۔

اسی طرح خدا نے اپنی ذات کا تعارف کرانے کے لئے کچھ نام خلق کئے جن میں سے ہر نام اس کی کسی نہ کسی صفت کا مظہر ہے ۔ اس نے اپنی قدرت کے اظہار کے لئے " قدیر " اور علم کے اظہار کے لئے " علیم " اور رحمت و شفقت کے اظہار کے لئے " رحمٰن و رحیم " اور احسان و کرم کے اظہار کے لئے " جواد و کریم " اور قہر و غضب کے اظہار کے لئے " قہار " و " جبار " وغیرہ اسماء خلق کئے ہیں ۔ اور ہر ضرورت مند محتاج اپنی ضرورت کے مطابق اسے کسی نام سے پکارتا ہے ۔ محتاج اسے " غنی " کے نام سے اور مریض اسے " شافی " کے نام سے اور مظلوم اسے " منتقم " کے نام سے پکارتا ہے ۔ غرض کائنات کا ذرہ ذرہ اضطراری طور پر اپنی زبان حال سے خدا کو اس کے کسی نہ کسی اسم سے پکار رہا ہے ۔

خدا کے اسماء اس کی ایک ایک صفت کو ظاہر کرتے ہیں لیکن اسم " اللہ " اس کی تمام صفات و تمام اسماء کے مفہوم کا جامع ہے یعنی اس کے تمام اسماء کے معانی کا مظہر ہے ۔ اس کے کچھ اسماء ذاتی کہلاتے ہیں اور کچھ اسماء صفاتی کہلاتے ہیں ۔ " اللہ " اسم ذات ہے ۔ یعنی خدا کا عبادت کے لائق ہونا چاہے کوئی عبادت کرنے والا ہو یا نہ ہو وہ الوہیت کے تمام کمالات سے آراستہ ہے ۔ " رازق خالق " اسماء صفات ہیں یعنی اگرچہ خدا کی ذات رزق دینے و پیدا کرنے پر قادر ہے لیکن جب مخلوق کو اس نے پیدا کیا تو اس عمل سے وہ خالق کہلایا ۔ اور جب مخلوق کو رزق دیا تو رازق کہلایا ۔ وغیرہ

غرض خدا کے اسماء میں سے " اللہ " اسم ذات ہے اور تمام اسماء کے مفہوم و معنی کا جامع ہے ۔ اور اسماء حروف سے مرکب ہوتے ہیں اور حروف مخلوق ہیں اور حروف سے بننے والا اسم بھی مخلوق ہے ۔ لہٰذا اسم اور ذات جدا جدا ہیں ۔ اسماء صرف تعین اور تعارف کے لئے ہیں ۔ خدا کے تمام اسماء مخلوق ہیں ۔ اسم " اللہ " اور ہے اور اس سے مراد ذات الٰہی اور ہے جیسا کہ آٹھویں وارث علم نبوت امام علی رضاؑ سے جب " اسم " کی حقیقت کے متعلق دریافت کیا گیا تو فرمایا " اسم موصوف کی صفت ہے "

اسم اس معین صفت پر دلالت کرتا ہے کہ جس سے موصوف متصف ہے ۔ جیسے "رحمٰن" اس ذات پر دلالت کرتا ہے جو رحمت سے متصف ہے ۔ اور قہارؔ اس ذات پر دال ہے کہ جو قہر سے متصف ہے وغیرہ اور حق یہ ہے کہ خدا کے اسماء حروف ہیں جو مخلوق و حادث ہیں ۔ اور مقدس ذات پر دلالت کرتے ہیں ۔ اور حادث و مخلوق ہونے کے لحاظ سے خدا کا غیر ہیں اس کا عین نہیں اور خدا کے کثیر نام ہیں ۔ اگر نام عین مسمیٰ ہو تو متعدد ناموں کی وجہ سے متعدد خدا ہو جائیں گے ۔ کافی

چھٹے وارث علم نبوت امام جعفر صادق ؑ سے اسماء الہٰی اور ان کے اشتقاق کے متعلق دریافت کیا گیا ۔ کہ اسم "اللہ" کس سے مشتق ہے تو آپ نے فرمایا " اے ہشام اللہ مشتق ہے الٰہ سے کہ جس کا اقتضاء ہے کہ اس کی بندگی کی جائے اور اسم مسمیٰ کا غیر ہوتا ہے جس نے معنی کو چھوڑ کر نام کی عبادت کی ۔ اس نے کفر کیا اور کوئی عبادت نہیں کی اور جس نے نام اور معنی دونوں کی عبادت کی اس نے بھی کفر کیا اور دو کی عبادت کی اور جس نے نام کو چھوڑ کر صرف معنی کی عبادت کی تو یہ توحید خالص ہے " اے ہشام خدا کے ننانوے نام ہیں ۔ اگر اسم اور مسمیٰ ایک ہو تو ہر اسم کے لئے ایک مسمیٰ یعنی ایک الٰہ (معبود) ہو گا ۔ لیکن اسم "اللہ" سے وہ معنیٰ مراد ہیں جس پر تمام اسماء الہٰی دلالت کرتے ہیں ۔ اے ہشام روٹی کھائی جانے والی چیز کا نام ہے اور پانی پی جانے والی چیز کا اور کپڑا پہنی جانے والی چیز کا نام ہے اور آگ جلانے والی شئے کا نام ہے ۔ اے ہشام اس کلام کے ذریعے ملحدین کا دفاع کرو خدا تمہیں نفع دے گا اور ثابت قدم رکھے گا " کافی

ایک اور موقع پر حضرت صادق ؑ نے فرمایا " جس نے خدا کا وہم سے عبادت کی اس نے کفر کیا اور جس نے بغیر ذات کے صرف نام کی عبادت کی اس نے بھی کفر کیا ۔ اور جس نے نام اور معنی دونوں کی عبادت کی اس نے شرک کیا اور جس نے صرف معنی کی عبادت کی اس طرح کہ اسماء اس کی صفات کی وضاحت کرتے ہیں کہ جن اسماء سے اس نے خود اپنی ذات کی توصیف کی ہے اور اس پر اس کا دل ثابت اور زبان ناطق ہو تو یہی حقیقی مومنین ہیں اور حقیقی اصحاب امیر المومنین ہیں ۔"

علم نبوت کے نویں وارث حضرت امام محمد تقی سے دریافت کیا گیا کہ کتاب خدا میں خدا کے جو اسماء و صفات بیان کئے گئے ہیں کیا وہی خدا کی ذات ہیں ۔ آپ نے فرمایا تمہارے اس کلام کی دو صورتیں ہیں اگر تمہارا یہ مطلب ہے کہ اسماء و صفات کے ساتھ وہ صاحب عدد و کثرت ہے تو خدا اس سے بلند و برتر ہے ۔ اور اگر تیرا مطلب یہ ہے کہ اسماء و صفات ازلی ہیں تو اس میں بھی دو معنی کا احتمال ہے ۔ اگر تیری مراد یہ ہے کہ اسماء و صفات اس کے علم میں تھے کہ یہ حادث ہوں گے اور مخلوق اس کے ذریعہ اسے پکارے گی تو یہ درست ہے ۔ اور اگر تیری مراد یہ ہے کہ اسماء کی تصاویر اور ہجے اور ان کے حروف کی تقطیع بھی ہمیشہ سے اللہ کی ذات کے ساتھ ہے تو خدا کی پناہ جو چیز اس کا غیر ہے وہ اس کے ساتھ ہمیشہ سے نہیں ہو سکتی ۔ خدا کی ذات تھی اور مخلوق کا وجود نہیں تھا اس نے اسماء پیدا کئے تاکہ یہ اسماء اس کے اور اس کی مخلوق کے درمیان وسیلہ قرار پائیں ۔ مخلوق ان اسماء کے ذریعے فریاد کرے اور اس کی عبادت کرے ۔ اور عبادت کیا ہے یہ کہ اس کا ذکر اور خدا کی ذات تھی اور نہ ہی اس کا ذکر تھا اور نہ ہی وہ ذکر سے مذکور تھا ۔ کیونکہ اللہ کی ذات قدیم ہے ، ہمیشہ سے ہے اور اسماء و صفات اس کی مخلوق ہیں ۔ ان اسماء سے مراد اللہ کی ذات ہے کہ جس کے لئے ملنا اور جدا ہونا نہیں ہے ۔ کیونکہ الگ ہونا اور ملنا اس چیز کے لئے ہوتا ہے جو صاحب اجزاء ہو ۔

اور خدا کی ذات کو مرکب نہیں کہا جا سکتا اور نہ ہی یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ قلیل ہے یا کثیر ہے۔ وہ اپنی ذات میں قدیم ہے ایسی واحد حقیقی کے علاوہ جو کچھ ہے وہ سب صاحب اجزاء ہیں۔ اور خدا احد یکتا اور غیر متجزی ہے۔ اس کی ذات میں قلت و کثرت کا تصور نہیں ہو سکتا۔ جس چیز کے لئے اجزاء ہوں اس کے لئے قلت و کثرت کا تصور ہو سکتا ہے۔ اور وہ مخلوق ہوگی اور اپنے خالق کے وجود کو ظاہر کرے گی۔ اسماء و صفات اپنے اجزاء اور اپنی قلت و کثرت یعنی تعدد کی بنا پر مخلوق ہیں۔ لہٰذا تمہارا یہ کہنا کہ خدا قدیر ہے تو اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ وہ کسی شئے سے عاجز نہیں ہے یعنی تم نے قدیر کہہ کر اس کی ذات سے عجز کی نفی کی اور اس کے علاوہ دیگر اشیا کے لئے عاجزی ثابت کی۔ اسی طرح تم نے کہا کہ خدا عالم ہے تو تم نے بتایا کہ وہ کسی شئے سے جاہل نہیں ہے۔

لفظ عالم سے تم نے اس کی ذات سے جہالت کی نفی کی اور اس کے غیر کے لئے جہالت کو ثابت کیا۔ پس جب تمام اشیاء کو خدا فنا کر دے گا تو ان اسماء و صفات کی صورتیں اور ہجّے اور حروف کی تقطیع بھی فنا ہو جائیں گی ––– سائل نے کہا جب اس کے عالم ہونے کا مطلب جہل کی نفی اور قدیر ہونے کے معنی عجز کی نفی ہے تو ہم اسے "سمیع" (سننے والا) اور "بصیر" (دیکھنے والا) کس طرح کہتے ہیں ––– فرمایا اس کے یہ معنیٰ ہیں کہ جو چیزیں سماعت کے ذریعے حاصل ہوتی ہیں وہ اس سے مخفی نہیں ہیں۔ اور اسی طرح جو چیزیں بصارت کے ذریعے حاصل ہوتی ہیں وہ بھی اس سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ بغیر سماعت و بصارت کے عضو کے سنتا اور دیکھتا ہے (کافی)

غرض خدا کے تمام اسماء مخلوق ہیں اور ان تمام اسماء کے معنی اور مفہوم کا اسم "اللہ" جامع ہے۔ اسی لئے پہلی آیت بسم اللہ والے میں اور سورہ الحمد کے شروع میں اسی اسم کو شامل کیا گیا ہے۔ اور روایت سے یہ بھی واضح ہے کہ یہی اسم اسم اعظم ہے۔

دیگر اسماء میں ایک حرف بھی جدا کر دیا جائے اسم باقی نہیں رہے گا لیکن اس اسم "اللہ" کے ایک ایک حرف کو جدا کیا جائے تب بھی نام باقی رہے گا۔ اگر پہلا الف جدا کر دیا جائے تو "لِلّٰہ" رہے گا۔ جو کہ قرآن میں موجود ہے۔ اگر پہلا لام جدا کر دیا جائے تو لہ رہے گا یہ بھی قرآن میں موجود ہے۔ اگر دوسرا لام بھی جدا کر دیا جائے تو ھو رہے گا۔ یہ بھی قرآن میں خدا کے لئے مذکور ہے۔

خدا کے اسماء میں سے "اللہ" کا استعمال غیر کے لئے قطعاً جائز نہیں ہے۔ اس کے علاوہ دوسرے اسماء کا استعمال مخلوق کے لئے جائز ہے۔ جبکہ معنی دونوں مقام پر جدا جدا ہوں گے۔ خود خدا نے اپنے بعض اسماء اپنے بعض مخصوص بندوں کے لئے استعمال کئے ہیں جیسا کہ اس نے اپنے دو ناموں "رؤف" "رحیم" سے اپنے حبیب پیغمبر اکرمؐ کو موصوف کیا ہے چنانچہ سورۂ توبہ میں فرمایا ہے۔ "و بالمومنین رؤف رحیم" (۱۲۸) یعنی پیغمبر اکرمؐ مومنین کے لئے رؤف و رحیم ہیں۔ خدا بھی رؤف و رحیم ہے اور اس کا حبیبؐ بھی رؤف و رحیم ہے۔ خدا مرکز و مبدا رحمت ہے۔ وہی خالق و معطی ہے اور پیغمبر اکرمؐ کی ذات باعث تخلیق کائنات اور رحمت الٰہی کے حصول کا ذریعہ ہے۔

خدا کی ذات کائنات کی خالق ہے درحقیقت خلق وہی کرتا ہے لیکن اس نے خلق کرنے کی صفت و فعل کی نسبت حضرت عیسیٰؑ سے بھی دی ہے سورۂ مائدہ میں ارشاد ہے کہ "یاد کرو اس وقت کو کہ جب تم میرے حکم سے مٹی سے پرندہ خلق کرتے تھے۔"

خدا بھی خالق اور حضرت عیسیٰ بھی لیکن فرق یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ خدا کے اذن سے خدا کی دی ہوئی قوت و صلاحیت سے مادے سے

پرندہ خلق کرتے تھے ۔ یعنی شئے سے شئے خلق کرتے تھے اور خدا لاشئے یعنی عدم سے وجود عطا کرتا ہے ۔ جبکہ شئے کا وجود تک نہ تھا اس نے ارادہ کیا اور کن کہا کائنات وجود میں آگئی ۔

حقیقی خالق خدا کی ذات ہے لیکن اسی کی دی ہوئی قوت کی بناء پر مٹی سے پرندہ خلق کرنے پر حضرت عیسٰی بھی خالق ٹھہرے اسی بناء پر خدا نے فرمایا ہے کہ میں تمام خلق کرنے والوں سے بہترین خالق ہوں ۔

اسی طرح رازق حقیقی اسی کی ذات ہے ۔ رازق اسی کا اسم صفت ہے لیکن قرآن حکیم میں کئی مقامات پر خدا کا ارشاد ہے کہ " وہ تمام رزق دینے والوں سے بہترین رزق دینے والا ہے " یعنی خدا کے علاوہ اور بھی رازق ہیں ۔ اسم رازق خدا اور مخلوق دونوں کے لئے مستعمل ہوا ہے فرق یہ ہے کہ حقیقتاً اور اصلاً رازق خدا کی ذات ہے لیکن اگر وہ کسی کو عطا رزق پر مقرر کردے تو وہ بھی رازق کے نام سے موسوم ہو سکتا ہے ۔ موت خدا دیتا ہے لیکن موت کے حکم کی تعمیل ملک الموت کرتا ہے اسی طرح رازق حقیقی وہی ہے لیکن اگر وہ اپنے مخصوص بندوں سے یہ کام لینا چاہے تو اعتراض نہیں ہو سکتا ۔ اولاد وہی عطا کرتا ہے کیونکہ ہر نعمت کا حقیقی معطی وہی ہے لیکن قرآن حکیم میں خدا فرماتا ہے کہ فرشتہ نے مریم کے پاس آکے کہا " انی اھب لک غلاماً زکیا " میں آپ کو ایک پاکیزہ صفت بچہ عطا کرتا ہوں ۔"

معلوم ہوا کہ خاصانِ الٰہی مقام قربت کی انتہائی منزل پر فائز ہونے کی بناء پر خدا کی دی ہوئی قوت و صلاحیت سے خدائی کام انجام دے سکتے ہیں اور ان کے اسی کمال کا اعتراف کرنا عین ایمان ہے ۔

غرض خدا کے اسماء صفات اس کی مخلوق کے لئے بھی مستعمل ہوتے ہیں لیکن معنیٰ جدا ہوں گے ۔

امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ " جناب عیسٰیؑ " کو خدا نے اسم اعظم سے دو حروف عطا کئے تھے جن سے وہ تمام کمالات دکھاتے تھے اور جناب موسٰیؑ کو اسم اعظم سے چار حروف عطا کئے گئے تھے کہ جن کے ذریعہ تمام کمالات دکھاتے تھے اور جناب نوحؑ کو پندرہ اور جنابِ آدمؑ کو پچیس عطا کئے اور یہ تمام حروف خدا نے حضرت محمدؐ کو عطا کئے اور اسم اعظم کے ۷۳ حروف ہیں جن میں سے ۷۲ پیغمبر اکرمؐ کو خدا نے عطا کئے اور ایک (جو تمام کا جامع اور محیط ہے) کو اپنی ذات کے لئے مخصوص کیا ؟ کافی

یہی وجہ ہے کہ جملہ انبیاء و اوصیاء سے جتنے معجزات ظاہر ہوئے وہ تمام محمدؐ و آل محمدؐ سے ظاہر ہوئے ۔ مٹی سے پرندہ خلق کرنا اور بات ہے لیکن قالین پر بنی ہوئی شیر کی تصویر کا حکم امامت سے مجسم شیر بن کر جادوگر کو کھا جانا اور اصلی تصویر میں منتقل ہو جانا یہ آل محمدؐ کی منزلت ہے ۔

اگر وصی جناب سلیمان نے تخت بلقیس کو حاضر کر دیا تو اشرف الانبیاء کا وصی بنفس نفیس ایک وقت میں چالیس مقامات کی دعوت میں شریک و موجود ہو سکتا ہے ۔ اور جنگ صفین میں جناب امیرالمومنینؑ نے ابوہریرہ کو ایک لحظہ میں مدینہ پہنچا دیا پھر اس کے اہل سے ملاقات کرانے کے بعد ایک لحظہ میں واپس میدان صفین میں پہنچا دیا ۔ بحار

جس طرح خدا نے اپنے تعارف کے لئے کائنات کو پیدا کیا اسی طرح اپنے ناموں کو پیدا کیا ۔ کائنات کی اشیاء میں اس کے اسماء و صفات کے جلوے نمایاں موجود ہیں ۔ کائنات کے اندر حیات کا وجود اس کی صفت

حیات سے متعارف کراتا ہے۔ اگرچہ اس کی حیات مخلوق کی حیات سے جدا ہے۔ کیونکہ اس کی حیات اس کے عین ذات ہے۔ ذات سے علیحدہ نہیں۔ اسی طرح کائنات میں علوم کی کثرت سے اس کے علیم (انتہائی علم والا) ہونے کا تعارف ہوتا ہے۔ خود کائنات کا وجود خدا کے ازلی و ابدی ہونے سے متعارف کراتا ہے۔

کائنات کے اندر رحم و کرم اور جود و سخا، سے خدا کے رحمٰن و رحیم اور جواد و کریم ہونے کا تعارف ہوتا ہے خود اشرف المخلوق انسان کے وجود کے اندر اسماء الہیٰ کے جلوے سب سے زیادہ نمایاں موجود ہیں ــــ غرض خدا کے اسماء اس کی مختلف صفات کا مظہر ہیں۔ علیم اس کے علم کا مظہر۔ اور قدیر اس کی قدرت کا مظہر، رحیم اس کی رحمت کا مظہر ہے۔ اور اس کے اسماء کو اس کی صفات کا مظہر کہنا شرک نہیں۔ اگرچہ اسماء مخلوق ہیں لیکن اسماء صرف معانی کو خدا کی ذات کے لئے ثابت کرتے ہیں۔ خدا کی صفات کا اسماء سے وجود و ظہور عملاً نہیں ہوتا ہے۔ اس لئے ذات کا تعارف کرانے کے لئے خدا نے مخصوص بندوں (انبیاء و اوصیاء) کو خلق کیا۔ جو بقدر ظرف خدائی صفات کا مظہر تھے۔

حضرت عیسیٰؑ نے خدائی اذن سے مٹی سے پرندہ بنا کے خدا کے خالق ہونے کا تعارف کرایا۔ انبیاء و اوصیاء نے مردوں کو زندہ کرکے، پتھروں اور حیوانوں سے کلمہ پڑھا کر خدا کی قدرت و عظمت کا تعارف کرایا۔

جس طرح خدا کے اسماء میں سے اسم "اللہ" تمام اسماء کے مفہوم کا جامع ہے۔ اسی طرح خدا نے کچھ ایسے افراد خلق کئے ہیں جو دائرہ امکان میں اس کے تمام اسماء و صفات کے مظہر کامل ہیں۔ وہ وہی ہستیاں ہیں جو آدم کی تخلیق سے ہزاروں لاکھوں سال قبل عرش الہیٰ کے نیچے خدا کی تسبیح و تہلیل میں مصروف تھیں۔ جن کے ناموں کے وسیلے سے حضرت آدمؑ کی دعا قبول ہوئی۔ جیسا کہ مشہور سنی مفسر علامہ جلال الدین سیوطی نے تفسیر در منثور جلد ۱ میں لکھا ہے کہ عبداللہ ابن عباسؓ کہتے ہیں میں نے پیغمبر اکرمؐ سے پوچھا وہ کون سے کلمات ہیں کہ جو خدا نے حضرت آدم کو تعلیم کئے تھے کہ جن کی وجہ سے آدم کی توبہ قبول ہوئی تو پیغمبرؐ نے فرمایا۔ آدم نے سوال کیا تھا بحق محمدؐ و علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کے حق کا واسطہ میری توبہ قبول فرما تو خدا نے ان کی توبہ قبول کرلی"

مشہور سنی مورخ ملا معین واعظ کاشفی تاریخ معارج النبوۃ جلد ۱ میں لکھتے ہیں کہ "حضرت جبرئیلؑ کے ساتھ حضرت آدمؑ جنت کی سیر کرتے ہوئے ایک ایسے محل کے پاس پہونچے جو سونے و چاندی کی اینٹوں سے بنا تھا۔ دروازے در سبز و زمرد سے بنے ہوئے تھے۔ محل کے اندر تخت بچھے تھے جس پر یاقوت سرخ سے لکھا تھا۔ اور ہر تخت پر ایک نورانی محراب بنی ہوئی تھی۔ ایک عظیم تخت پر ایک حسن و جمال کا پیکر جلوہ فرما تھا جس کی گردن میں نورانی حمائل آویزاں تھی۔ حضرت آدمؑ اس حسن کے پیکر کو دیکھ کر حیرت زدہ ہوگئے اور انگشت بدنداں ہوگئے۔ اور جناب حوا کے عشق کو فراموش کرتے ہوئے کہا یا اللہ یہ کون ہے ــــ کہا گیا یہ فاطمۃ الزہراؑ کی صورت ہے۔ جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی ہیں۔ ان کے سر پر نورانی تاج ان کے بابا کا سایۂ نور ہے۔ اور گلے میں نورانی ہار سے مراد ان کے شوہر نامدار علیؑ ہیں اور کانوں میں دو

گوشواروں سے مراد ان کے دو شہزادے حسنؑ وحسینؑ ہیں۔ پھر حضرت آدم نے نگاہ اٹھائی دیکھا تو پانچ دروازے کھلے ہوئے نظر آئے ہر دروازے پر ایک کتاب رکھی تھی جن پر لکھا تھا۔

ایک پر لکھا تھا — انا المحمود وھٰذا محمد

دوسرے پر لکھا تھا — انا العلی وھٰذا علی

تیسرے پر لکھا تھا۔ — انا الفاطر وھٰذہ فاطمة

چوتھے پر " " — انا المحسن وھٰذا الحسن

پانچویں پر " " — منی الاحسان وھٰذا الحسین

جبرئیلؑ نے حضرت آدمؑ سے کہا ان اسمائے گرامی اور کلمات کو یاد کرلیں۔ شاید ایک دن ان کی برکت سے آپ کے مسائل حل ہوں۔

چنانچہ جب ایک وقت آیا کہ جناب آدم ایک ابتلاء میں آکر مدتوں روتے رہے تو ندائے غیبی سے ان کی رہنمائی ہوئی تو کہا " یا محمود ویا علی الاعلی ویا فاطر یا محسن ویا منک الاحسان اسئالک بالجملة بحق محمدؐ وعلیؑ وفاطمہؑ والحسنؑ والحسینؑ ان تغفرلی وتقبل توبتی بالغفور۔

بارگاہ الٰہی سے آواز آئی۔ اے آدم آج ان پانچ ناموں کی وساطت سے اپنی ساری اولاد کے گناہوں کی مغفرت چاہتے تو آج میں تمہاری یہ دعا بھی قبول کرلیتا۔ اسی کے لئے فرمایا ہے۔

فتلقی آدم من ربه کلمات فتاب علیه " معارج النبوة

یہی ہستیاں ہیں کہ جنھیں قرآن حکیم میں " عالین " کہا گیا ہے کہ جب ابلیس نے حضرت آدمؑ کے سامنے سجدہ نہیں کیا تھا تو خدا نے اسے کہا تھا کیا تکبر کی وجہ سے تو نے سجدہ نہیں کیا۔ یا خود کو " عالین " (بلند مرتبہ) سے سمجھتا ہے۔

غرض محمدؐ وآل محمدؐ کائنات کے اندر خدا کے صفات واسماء کا مظہر کامل ہیں۔ یعنی عالم ظہور میں محمدؐ وآل محمدؐ خدا کے اسمائے حسنیٰ ہیں اور انہی اسمائے حسنیٰ کے وسیلے سے آدم کی توبہ قبول ہوئی تھی۔ چنانچہ حضرت صادقؑ نے فرمایا ہے۔ " خدا کی قسم ہم ہی خدا کے اسماء حسنیٰ ہیں۔ ہماری معرفت کے بغیر خدا کسی کے عمل کو قبول نہیں کرتا "

امام علی رضا علیہ السلام نے فرمایا

• جب تم پر کسی قسم کی مصیبت آپڑے تو ہمارے ذریعے سے خدا سے مدد طلب کرو کیونکہ خدا کا ارشاد ہے :۔

" وللہ الاسماء الحسنیٰ فادعوہ بھا " کا مقصد یہی ہے کہ اپنی مشکلات حل کرنے کے لئے ہم سے تمسک کرو " بحار

جناب عمار یاسر نے حضرت علیؑ سے فقر کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا سامنے رکھے ہوئے پتھر کے پاس

جاکر خدا کو میرے نام کا واسطہ دو کر اسے سونے کا بنا دے۔

عمار گئے اور خدا کو آپ کے نام کا واسطہ دیا تو وہ پتھر سونے کا ہو گیا۔

عرض کیا مولا تھوڑا سا چاہیئے یہ سب نہیں چاہیئے۔ ضرورت کے مطابق اس سے جدا کیسے کروں۔ فرمایا خدا کو ہمارے نام کا واسطہ دو وہ اسے نرم کر دے گا۔ عمار نے آپ کے نام کا خدا کو واسطہ دیا تو وہ موم کی طرح نرم ہو گیا۔ ضرورت کے مطابق اس سے جدا کر لیا باقی چھوڑ دیا۔ جیسے چھوڑ دیا وہ پھر پتھر کی صورت ہی ہو گیا۔

امام نے فرمایا۔

• اے عمار تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ جناب داؤد کے ہاتھوں پر لوہا ہمارے ہی اسماء کی برکت سے موم ہوتا تھا۔"

(مدینۃ المعاجز)

رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۙ﴿۱﴾

تمام جہانوں کا پالنے والا

"رب" پالنے والا" اسم "رب" خدا کے اسماء صفاتی سے ہے۔ اس کے معنیٰ "مالک" اور تربیت کرنے والا کے ہیں۔

راغب اصفہانی نے مفردات میں اسم "رب" کے یہ معنی لکھے ہیں "ھو انشاء الشئی حالاً فحالاً الی حد الکمال" "یعنی کسی شئے کو مختلف حالات و ضروریات کے مطابق اس طرح تربیت و نشو و نما دیتے رہنا کہ وہ حدِ کمال تک پہنچ جائے" کلمہ "الحمد" کے بعد اسم "رب" کے ذکر سے عقل انسانی کو متوجہ کیا گیا ہے کہ جس طرح تمام کائنات کی خالق خدا کی ذات ہے اسی طرح تمام کائنات کا مالک اور رب حقیقی بھی خدا ہی کی ذات ہے۔ تمام کائنات کی بقا اور تربیت اسی کے فیض ربوبیت کا نتیجہ ہے۔ لہٰذا حقیقتاً حمد و ثنا کا وہی مستحق ہے۔ تمام موجودات ممکن الوجود ہیں یعنی عدم سے وجود کی طرف منتقل ہوئے ہیں اور خدا کی ذات واجب الوجود ہے یعنی وہ ازلی و ابدی ہے۔ لہٰذا جس طرح تمام کائنات اپنے وجود میں واجب الوجود کی محتاج ہے اسی طرح اپنی بقا میں بھی واجب الوجود کی محتاج ہے جس ذات نے کائنات کو عدم سے وجود عطا کیا وہی ذات تمام موجودات کی بقا و تربیت کا انتظام اسی کی شانِ ربوبیت کا کرشمہ ہے۔ اس نے کارخانۂ ہستی کو زندگی و بقاء کی ضروریات سے آراستہ کر دیا ہے۔

"رب العالمین" کے کلمے سے دنیا و عقل کو متوجہ کیا گیا ہے کہ اس کائنات کا خالق و مالک اور نگرانِ اعلیٰ ایک ہی ذات ہے کہ جس کے فیض ربوبیت سے کارخانۂ ہستی چل رہا ہے۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ کارسازی موجود ہو مگر کارساز کا وجود نہ ہو رحمت موجود ہو مگر کوئی رحیم موجود نہ ہو، حکمت موجود ہو مگر حکیم کا وجود نہ ہو۔ ہدایت موجود ہو مگر ہادی کا وجود نہ ہو کیونکہ عمل بغیر کسی عامل کے اور نظم بغیر کسی ناظم کے۔ عمارت بغیر کسی معمار کے اور نقش بغیر کسی نقاش کے اور یہ سب کچھ بغیر کسی موجد کے نہیں ہو سکتا۔ دنیا میں ہر شئے کو تربیت و بقاء کی احتیاج ہے اور ہر شئے کو تربیت کا فیض مل رہا ہے لہٰذا ضروری ہے کہ کوئی تربیت کرنے والا بھی ہو۔ یہ تربیت کرنے والا یقیناً وہ ہو سکتا ہے جو خود تربیت کا محتاج نہ ہو وہی رب العالمین ہے۔

اسم "رب" اپنے تمام معانی کے لحاظ سے خدا کی ذات کے لئے مخصوص ہے لیکن جزوی معنی کے اشتراک کے لحاظ سے مخلوق کے لئے بھی استعمال ہوا ہے۔ اسی بناء پر اہل زبان اسم "رب" بمعنی مالک اپنے لئے استعمال کرتے ہیں۔ جیسے "رب الدار" گھر کا مالک۔ اسی طرح جب ابرہہ ہاتھیوں کے لشکر کے ساتھ خانہ کعبہ کو گرانے آیا اور مکہ کے قریب پڑاؤ ڈالا تو اس کے سپاہیوں نے جناب عبد المطلب کے کچھ اونٹ پکڑ لئے تو جناب عبد المطلب اس کے پاس گئے۔

اور اپنے اونٹوں کا مطالبہ کیا۔ اس نے حیرت سے کہا آپ کو اپنے اونٹوں کی فکر ہے مگر اس گھر کی فکر نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا
اما الابل فانا ربہا و اما البیت فان لہ ربا یحمیہ۔ اونٹوں کا میں "رب" مالک ہوں اور گھر کا بھی ایک
"رب" یعنی مالک ہے جو اس کی حفاظت کرے گا۔" (طبری۔ طبقات)

اس کلام سے جہاں اسم "رب" کا مخلوق کے لئے استعمال اہل زبان کے نزدیک واضح ہوتا ہے وہاں جناب عبدالمطلب
کے اللہ کی ذات پر کامل ایمان کی بھی وضاحت ہوتی ہے۔

قرآن حکیم میں بھی اسم "رب" مخلوق کے لئے یعنی مالک و مربی کے استعمال ہوا ہے۔ جیسا کہ سورۂ یوسف میں ہے کہ
جناب یوسف قید میں تھے تو دو قیدیوں نے آپ سے اپنے خواب کی تعبیر دریافت کی۔ تو آپ نے ایک سے فرمایا کہ تم یہاں سے نجات
پاکر حاکم کے مقرب ہو گے اس وقت مجھے یاد رکھنا۔ لیکن جب وہ حاکم کا مقرب بن گیا تو "شیطان نے اسے اپنے رب (یعنی آقا
و مالک) سے ذکر کرنا بھلا دیا۔

اس سے واضح ہے کہ خدا کے اسماء صفاتی کا مخلوق کے لئے استعمال جائز ہے شرک نہیں ہے۔ خدا کی صفات کے جلوے
کائنات کے ذرے ذرے میں نمایاں ہیں۔ مخلوقات کی ہر صنف میں اس کے ظرف و صلاحیت کے لحاظ سے ان میں صفات الٰہی
کا جلوہ موجود ہے۔

رب حقیقی خدا کی ذات ہے لیکن تربیت کا فعل مخلوق سے بھی صادر ہوتا ہے۔ اور ربوبیت کا ناقص نمونہ ماں کی محبت
و تربیت میں نمایاں ہے۔ حکیم مطلق نے ماں کی محبت میں ربوبیت کے تمام خد و خال جمع کر دیئے ہیں۔ بھوکے کو کھانا کھلانا
جود و احسان ہے ربوبیت نہیں۔ ربوبیت کے لئے ضروری ہے کہ پرورش و نگرانی کا ایک مسلسل و جاری انتظام رحم و شفقت
کے ساتھ ہو۔ اسی لئے رب حقیقی خدا ہی کی ذات ہے۔ کیونکہ اسی نے اپنی قدرت کاملہ اور فیض ربوبیت سے ہر موجود کے
لئے زندگی و بقا کے لئے جس وقت اور جس مقدار میں جس چیز کی ضرورت تھی اسی طرح اپنی اوقات میں اسی مقدار میں
اس کا انتظام کر دیا ہے۔

مربی کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) نفع و غرض حصول کے لئے تربیت کرنے والا۔ تمام مخلوق اسی تربیت کے فعل سے متصف ہے کیونکہ تربیت
یا حصول نفع کے لئے ہوتی ہے یا طلب ثواب کے لئے۔ ان دونوں صورتوں میں غرض شامل ہے۔

(۲) شے کی تربیت خود اسی شے کو نفع پہونچانے کے لئے ہو۔ تربیت کا یہ انداز خدا کی ذات کے لئے
مخصوص ہے۔ کیونکہ وہ کسی طرح سے مخلوق کا محتاج نہیں ہے۔ اس کا فیضِ تربیت مخلوق کی افادیت
کے لئے ہے۔

مخلوق میں سے اگر کوئی تربیت و احسان کا عمل بجا لاتا ہے اس میں اس کی غرض شامل ہوتی ہے۔ جلد یا
بدیر نفع کی امید ہوتی ہے اور ساتھ ہی تربیت کرنے والے کے خستہ ذمہ کی کمی بھی آجاتی ہے۔ لیکن خدا ایسا مربی ہے

کہ نہ ہی اس کے خزانے میں کمی آسکتی ہے اور نہ ہی وہ کسی حیثیت سے مخلوق کا محتاج ہے ۔ مخلوق سے کوئی ضرورت مند اگر کسی مخلوق کی فرد سے سوال کرنے میں اصرار کرتا ہے تو وہ غضبناک ہو جاتا ہے لیکن خدا ایسا مربی ہے کہ اس سے سوال کرنے میں جتنا زیادہ اصرار کیا جائے وہ پسند کرتا ہے ۔ مخلوق کا احسان طلب کے بعد ہوتا ہے اور محسن حقیقی بغیر مانگے عطا کرتا ہے ۔ مخلوق کا احسان محسن کی موت یا فقر د غیبت کی وجہ سے منقطع ہو جاتا ہے لیکن رب حقیقی کا احسان کبھی منقطع نہیں ہوتا ۔

مخلوق کا احسان کسی خاص قوم د قبیلے اور افراد سے مخصوص ہوتا ہے لیکن خدائی تربیت کا فیض دوست و دشمن سب کے لئے عام ہے ۔ اسی منظم نظام تربیت سے کارخانہ وجود و حیات چل رہا ہے ۔ وجود و بقاء اور تربیت کے لئے جس چیز کی زیادہ ضرورت تھی اس کی تخلیق فراوانی سے کر دی گئی ہے پانی و ہوا کی حیات کی بقا کے لئے سخت ضرورت تھی ۔ لہٰذا اس کی تخلیق فراوانی سے کر دی گئی ۔ خدائی تربیت کا یہ نظام ہے کہ ہر ذی حیات و ذی روح کی تربیت کا انتظام اس کے وجود و ظہور میں آنے سے قبل کر دیا گیا ہے ۔ اس نے پہلے بزم کائنات کو انسان کی تربیت کی تمام ضروریات سے آراستہ کیا ۔ پھر انسان کو وجود و ظہور کی طرف منتقل کیا ۔ بچہ بطن مادر میں جب وجود کی طرف منتقل ہوا وہیں سے خدائی ربوبیت نے پُر حکمت انداز سے تربیت کا انتظام شروع کر دیا ۔ عقل حیران ہو گئی کہ بچے کو غذا ماں کے خون سے ملتی رہی ۔ نہ بچے کو معلوم اور نہ ہی ماں کو احساس کہ جو کچھ کھاتی رہی وہ غذا خون میں تبدیل ہو کر بچے کی غذا کس طرح بنتی رہی ۔ اور اسی غذا سے بچے کا گوشت و ہڈیاں اور اعصاب بنتے رہے ۔ بچے کی ناف کی نالی سے اسے غذا اور آکسیجن ملتی رہی اور کاربن گیس خارج ہوتی رہی ۔ کسی نے گیس کو نہ آتے دیکھا اور نہ ہی جاتے دیکھا ۔ ایک اصول کے تحت ہر ہر عضو کی تخلیق و تربیت ہوتی رہی ۔ غرض بطن مادر میں تین پردوں کے اندر تاریکی میں دست قدرت تخلیق و ترتیب کا فعل انجام دیتا رہا ۔

جب بچہ دنیا میں آیا تو رب حقیقی نے اس کی تربیت کے لئے پہلے ہی سے ماں کے سینے سے دودھ کی دو نہریں جاری کر دیں ۔ یہ خدا کا نظام ربوبیت ہے کہ وہ کسی ذی حیات کے دنیا میں منتقل ہونے سے پہلے اس کی خوراک و تربیت کا انتظام کر دیتا ہے ۔ لہٰذا دنیا میں اگر کہیں ضروریات حیات و خوراک کی کمی نظر آئے تو یہ انسانی خود غرضی اور دولت پرستی اور ناقص نظام کا نتیجہ ہے ۔

بچہ جب دنیا میں آیا تو غذا کی نوعیت اور مزاج کی درجہ بدرجہ تبدیلی کا لحاظ رکھا گیا ۔ ابتدا میں بچے کا معدہ کمزور تھا لہٰذا ہلکی غذا کا انتظام کر دیا گیا ۔ جیسے جیسے عمر بڑھتی گئی اور جب دودھ پلائی کی مدت پوری ہو گئی اور معدہ میں ہضم کرنے کی قوت آگئی تو ماں کا دودھ خشک ہو گیا ۔

اسی طرح نباتات کی تربیت کا انتظام زمین کے سینے میں کر دیا گیا ۔ ایک بیج کے اندر پودا اور درخت پوشیدہ ہوتا ہے ۔ آنکھ دیکھنے سے قاصر ہے ۔ مٹی کے اندر بیج پہونچا تو اس میں جڑیں اور شاخیں نمودار ہونے لگیں ۔ الٰہی نظام تربیت کے تحت زمین کے اجزاء اور فضاء سے خوراک حاصل کر کے پروان چڑھتے رہے ۔ جڑیں زمین سے پانی اور نمکیات جذب کر کے پتوں

یک پہونچاتی رہیں اور پتے دن کے وقت آکسیجن کی فیکٹریاں بن کر گیس خارج کرتے ہیں لیکن رات کے وقت یہی پتے کاربن گیس بنا کر خارج کرتے ہیں۔ وہی پودے جن کا سایہ دن میں صحت کے لئے مفید تھا رات کے وقت مضر ہو گیا۔ زمین نشو و نما کے خزانوں سے معمور ہے۔ جیسے ہی کسی وجود میں بڑھنے و نشو و نما پانے کی استعداد پیدا ہوتی ہے فوراً کارخانہ ہستی اس کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ سورج کی تمام کارفرمائیاں، فضا کے تمام تغیرات، زمین کی تمام قوتیں۔ عناصر کی تمام سرگرمیاں صرف اس انتظار میں رہتی ہیں کہ کب کوئی ذی حیات وجود کے میدان میں قدم رکھتا ہے اور کب کسی کسان کے ہاتھ سے کوئی دانہ زمین پر گرتا ہے۔

غرض رب حقیقی نے ذی حیات و ذی روح کی تخلیق سے قبل ان کی تربیت کا ایک مکمل نظام خلق فرمایا ہے، جس کے مطالعے سے عقل انسانی خدا کے وجود و عظمت اور حکمت کا اقرار کئے بغیر نہیں رہ سکتی۔ اس کے نظام ربوبیت نے ہر ذرے کی احتیاج و سیرابی کا انتظام کر دیا ہے۔ سورج کی روشنی کا چراغ ہوتے ہوئے اپنی کرنوں کے ڈول بھر بھر کر سمندر سے پانی کھینچتا ہے اور ہوائیں اس پانی کو اپنے دوش پر لئے زمین کے مختلف مقامات تک پہونچا کر نظام تربیت میں اپنی خدمات پیش کر رہی ہیں۔ یہ بھی اس کی رحیمانہ تربیت کا فیض ہے کہ ہر مخلوق کی ظاہری و باطنی بناوٹ اس انداز سے کی ہے کہ ہر موجود کی قوت و صلاحیت اس کے ساحانہ تربیت کے مطابق ہوتی ہے۔ ایسا نہیں کہ کوئی مخلوق اپنے جسم و قویٰ کی ایسی بناوٹ و نوعیت رکھتی ہو جو اس کے پرورش کے حالات و ضروریات کے مطابق نہ ہو۔ تربیت کی تکمیل کے لئے ہر مخلوق کی ظاہری و باطنی ساخت ایسی وضع کر دی گئی کہ جیسا اس کے گرد و پیش کا ماحول تھا۔ لہٰذا ہر مخلوق اپنے چاروں طرف وہی کچھ پاتی ہے جس سے اس کی تربیت و نشو و نما کا سامان ہوتا ہے۔

"العٰلمین" "تمام جہان" العٰلمین کے دائرہ میں خدا کے علاوہ مکان و زمان اور مادہ و صورت سب کچھ آجاتے ہیں۔ زمانہ اس مدت سے عبارت ہے کہ جس کے سبب قبلیت اور بعدیت حاصل ہوتی ہے۔ اور "رب العٰلمین" دال ہے کہ وہ مکان و زمان اور مادہ و صورت کا خالق ہے۔ اور خالق مخلوق سے سابق ہے۔ لہٰذا ذات الٰہی مکان و زمان اور مادہ و صورت سے سابق ہے۔ اس لئے وہ جسم و جسمانیات اور مکان و زمان سے پاک ہے اور نہ ہی زمان و مکان اس کا احاطہ کر سکتے ہیں۔

لفظ "العٰلمین" وجود و ظہور کے وسیع صحرا میں جتنی دنیائیں ہیں تمام کو محیط ہے۔ کائنات کی وسعت کا ابھی تک عقل انسانی احاطہ نہیں کر سکی۔ اس کائنات میں لاکھوں، کروڑوں نظام شمسی موجود ہیں۔ ہزاروں سورج اپنے سیاروں کے ساتھ ایک قافلے کی صورت میں ایک کہکشاں کہلاتے ہیں۔ اور کائنات کے اندر لاکھوں کہکشائیں ہیں۔ موجودہ تحقیقات سے انکشاف ہوا ہے کہ دو کہکشائیں جو قریب قریب تھیں دور ہونی شروع ہو گئیں تو اچانک ایک نئی کہکشاں ان کے درمیان نمودار ہو گئی۔ جس کا پہلے علم نہیں تھا ——— اسی طرف سورۂ ذاریات میں اشارہ کیا گیا ہے۔

"اس کائنات کے بنانے والے ہم ہیں اور ہم ہی اس کو وسعت دینے والے ہیں۔"

موجودہ تحقیقات کے لحاظ سے تیس ارب سے زائد ستاروں کی تصاویر لی جاچکی ہیں۔ جن میں ہر ستارہ اپنے مقام پر ایک سورج ہے۔ اپنے ساتھ کئی سیارے رکھتا ہے۔ ان میں بعض ستارے سرخ رنگ کے اور بعض نیلے رنگ کے ہیں۔ سرخ رنگ کے ستارے نیلے رنگ کے ستاروں سے بڑے ہیں۔ نیلے رنگ کے ستاروں کی وسعت کا یہ عالم ہے کہ ان میں ہر ایک کے اندر ہمارے سورج جیسے ایک ہزار سورج سما سکتے ہیں۔ اور سرخ رنگ کے ستارے اتنے وسیع ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کے اندر ایک ہزار نیلے ستارے سما سکتے ہیں۔ جب کائنات میں ایک ایک ستارہ اتنی وسعت رکھتا ہے تو پوری کائنات کی وسعت کا عقلِ انسانی اندازہ نہیں لگا سکتی۔

اس عظیم وسیع کائنات کا خالق و مالک و رب حقیقی صرف خدا ہی کی ذات ہے۔ پیغمبر اسلامؐ کے علم و کمال کے چھٹے وارث حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا:۔

"یقیناً خدا نے ایک لاکھ (نورانی) قندیلیں خلق کی ہیں اور ان کو معلق کر دیا ہے۔ عرش اور تمام آسمان و زمین اور جو کچھ ان میں ہے اور جنت و جہنم سب ایک قندیل (کے دائرۂ حلقے) میں واقع ہیں اور باقی قندیلوں میں جو کچھ ہے اسے خدا ہی جانتا ہے۔" (انوار النعمانیہ)

علم نبوۃ کے آٹھویں وارث امام علی رضا نے فرمایا:

"کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ خدا نے تمہارے علاوہ کوئی بشر پیدا نہیں کیا۔ ہاں خدا کی قسم خدا نے دس لاکھ عالم اور دس لاکھ آدم پیدا کئے ہیں اور تم ان تمام دنیاؤں اور آدم سے آخر میں ہو؟" (بحار الانوار ج۔۱۴)

جس طرح اجسام کی تخلیق سے قبل ان کی تربیت کا مکمل و جامع انتظام کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح روحانی و عقلی تربیت کا انتظام خدا ہی نے ابتداء آفرینش ہی سے کر دیا ہے۔ اسی لئے پہلا انسان جو اس زمین پر بھیجا گیا کہ جس سے نسل انسانی جاری ہوئی۔ اسے روحانی تربیت کا علمبردار اور تاج ہدایت پہنا کر بھیجا گیا۔ اس نے اجسام کی پرورش کے لئے تو آسمان سے پانی برسایا تو انسانی روح کی تربیت و سعادت کے لئے تربیت کا انتظام کیوں نہ کیا ہو گا ـــــ جس طرح زمین شادابی سے محروم ہو کر مردہ ہو جاتی ہے تو باران رحمت کی برکتوں سے زندگی کی برکت اس طرح عام ہو جاتی ہیں کہ زمین کا ذرہ ذرہ اس سے مالامال ہو جاتا ہے ـــــ تو پھر عالم انسانیت جب ہدایت و سعادت کی شادابیوں سے محروم ہو تو اس کی رحمت جوش میں کیوں نہیں آتی اور روحانی سعادت کی بارش کیوں نہیں ہوتی۔ پیغمبر اسلامؐ تک روحانی و اخلاقی تربیت کا انتظام بصورت نبوت جاری رہا لیکن جب نبوت پیغمبر اسلامؐ پر ختم ہو گئی تو یہ روحانی و اخلاقی تربیت کا انتظام پیغمبرؐ کی نیابت یعنی امامت کی صورت میں قیامت تک کے لئے کر دیا گیا ہے۔ اسی لئے پیغمبر اسلامؐ نے اپنی امت سے فرما دیا تھا کہ میں تمہارے درمیان دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ ایک کتاب خدا اور دوسری میری عترت و اہلبیت۔ جب تک ان دونوں کا دامن تھامے رہو گے ہرگز گمراہ نہیں ہو گے۔ اور

یہ دونوں ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر دونوں ساتھ میرے پاس آئیں گے۔"

"عالمین" کا اندازۂ وسعت اس حدیث نبوی سے بھی واضح ہوتا ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے معراج کے سفر کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"میں نے ساتویں آسمان میں تمہاری زمین کے میدانوں کی طرح میدان دیکھے اور فرشتوں کے گروہ در گروہ دیکھے۔ ہر گروہ دوسرے گروہ کی پرواہ کئے بغیر مسلسل محو پرواز تھا۔ میں نے جبرئیلؑ سے ان کے متعلق پوچھا کہ یہ کہاں سے آرہے ہیں۔ کہاں جا رہے ہیں۔ جبرئیلؑ نے لاعلمی کا اظہار کرتے ہوئے کہا آپ خود ان سے دریافت فرمائیں۔ تو میں نے ایک فرشتے سے اس کا نام پوچھا۔ اس نے کہا میرا نام کیکائیل ہے۔ میں نے کہا کہاں سے آرہے ہو اور کہاں جا رہے ہو۔ اس نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ میں نے پوچھا کب سے محو پرواز ہو۔ اس نے کہا اے حبیب خدا معلوم نہیں ہے لیکن اتنا جانتا ہوں کہ خداوند عالم ایک ہزار سال کے بعد ایک ستارہ خلق کرتا ہے اور میں ایسے چھ ہزار ستارے اپنی پرواز کے دوران دیکھ چکا ہوں۔" (البحار)

اتنی وسیع کائنات کا خالق و مالک رب العالمین ہے۔ اس نے اپنے حبیب کو تمام کائنات کے لئے رحمت و نبی اور گواہ بنا کر بھیجا۔

موجودہ تحقیقات کے لحاظ سے تیس ارب سے زائد ستاروں کی تصاویر لی جا چکی ہیں۔ جن میں ہر ستارہ اپنے مقام پر ایک سورج ہے۔ اپنے ساتھ کئی سیارے رکھتا ہے۔ ان میں بعض ستارے سرخ رنگ کے اور بعض نیلے رنگ کے ہیں۔ سرخ رنگ کے ستارے نیلے رنگ کے ستاروں سے بڑے ہیں۔ نیلے رنگ کے ستاروں کی وسعت کا یہ عالم ہے کہ ان میں ہر ایک کے اندر ہمارے سورج جیسے ایک ہزار سورج سما سکتے ہیں۔ اور سرخ رنگ کے ستارے اتنے وسیع ہیں کہ ان میں سے ہر ایک کے اندر ایک ہزار نیلے ستارے سما سکتے ہیں۔ جب کائنات میں ایک ایک ستارہ اتنی وسعت رکھتا ہے تو پوری کائنات کی وسعت کا عقلِ انسانی اندازہ نہیں لگا سکتی۔

اس عظیم وسیع کائنات کا خالق و مالک و رب حقیقی صرف خدا ہی کی ذات ہے۔ پیغمبر اسلامؐ کے علم و کمال کے چھٹے وارث حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا:

"یقیناً خدا نے ایک لاکھ (نورانی) قندیلیں خلق کی ہیں اور ان کو معلق کر دیا ہے۔ عرش اور تمام آسمان و زمین اور جو کچھ ان میں ہے اور جنت و جہنم سب ایک قندیل (کے دائرے و حلقے) میں واقع ہیں اور باقی قندیلوں میں جو کچھ ہے اسے خدا ہی جانتا ہے۔" (انوار نعمانیہ)

علم نبوۃ کے آٹھویں وارث امام علی رضاؑ نے فرمایا:

"کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ خدا نے تمہارے علاوہ کوئی بشر پیدا نہیں کیا۔ ہاں خدا کی قسم خدا نے دس لاکھ عالم اور دس لاکھ آدم پیدا کئے ہیں اور تم ان تمام دنیاؤں اور آدم سے آخر میں ہو؟" (بحار الانوار ج ۱۴)

جس طرح اجسام کی تخلیق سے قبل ان کی تربیت کا مکمل و جامع انتظام کر دیا گیا ہے۔ اسی طرح روحانی و عقلی تربیت کا انتظام خدا ہی نے ابتداء آفرینش ہی سے کر دیا ہے۔ اسی لئے پہلا انسان جو اس زمین پر بھیجا گیا کہ جس سے نسل انسانی جاری ہوئی۔ اسے روحانی تربیت کا علمبردار اور تاج ہدایت پہنا کر بھیجا گیا۔ اس نے اجسام کی پرورش کے لئے تو آسمان سے پانی برسایا تو انسانی روح کی تربیت و سعادت کے لئے تربیت کا انتظام کیوں نہ کیا ہوگا۔ جس طرح زمین شادابی سے محروم ہو کر مردہ ہو جاتی ہے تو بارانِ رحمت کی برکتوں سے زندگی کی برکت اس طرح عام ہو جاتی ہیں کہ زمین کا ذرہ ذرہ اس سے مالا مال ہو جاتا ہے۔ تو پھر عالم انسانیت جب ہدایت و سعادت کی شادابیوں سے محروم ہو تو اس کی رحمت جوش میں کیوں نہیں آتی اور روحانی سعادت کی بارش کیوں نہیں ہوتی۔ پیغمبر اسلامؐ تک روحانی و اخلاقی تربیت کا انتظام بصورت نبوت جاری رہا لیکن جب نبوت پیغمبر اسلامؐ پر ختم ہو گئی تو یہ روحانی و اخلاقی تربیت کا انتظام پیغمبرؐ کی نیابت یعنی امامت کی صورت میں قیامت تک کے لئے کر دیا گیا ہے۔ اسی لئے پیغمبر اسلامؐ نے اپنی امت سے فرما دیا تھا کہ میں تمہارے درمیان دو گراں قدر چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ ایک کتاب خدا اور دوسری میری عترت و اہلبیت۔ جب تک ان دونوں کا دامن تھامے رہو گے ہر گز گمراہ نہیں ہو گے۔ اور

یہ دونوں ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر دونوں ساتھ میرے پاس آئیں گے۔"

"عالمین" کا اندازۂ وسعت اس حدیث نبویؐ سے بھی واضح ہوتا ہے کہ پیغمبر اسلامؐ نے معراج کے سفر کا حال بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"میں نے ساتویں آسمان میں تمہاری زمین کے میدانوں کی طرح میدان دیکھے اور فرشتوں کے گروہ در گروہ دیکھے۔ ہر گروہ دوسرے گروہ کی پرواہ کئے بغیر مسلسل محو پرواز تھا۔ میں نے جبرئیلؑ سے ان کے متعلق پوچھا کہ یہ کہاں سے آرہے ہیں۔ کہاں جا رہے ہیں۔ جبرئیلؑ نے لاعلمی کا اظہار کرتے ہوئے کہا آپ خود ان سے دریافت فرمائیں۔ تو میں نے ایک فرشتے سے اس کا نام پوچھا۔ اس نے کہا میرا نام کیکائیل ہے۔ میں نے کہا کہاں سے آرہے ہو اور کہاں جا رہے ہو۔ اس نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ میں نے پوچھا کب سے محو پرواز ہو۔ اس نے کہا اے حبیب خدا معلوم نہیں ہے لیکن اتنا جانتا ہوں کہ خداوند عالم ایک ہزار سال کے بعد ایک ستارہ خلق کرتا ہے اور میں ایسے چھ ہزار ستارے اپنی پرواز کے دوران دیکھ چکا ہوں" (الجلیل)

اتنی وسیع کائنات کا خالق ومالک رب العالمین ہے۔ اس نے اپنے حبیب کو تمام کائنات کے لئے رحمت و نبی اور گواہ بنا کر بھیجا۔

الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝۲

"بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے"

رحمۃ صفات فعل سے ہے "رحمٰن ورحیم" میں مبالغے کے معنی پائے جاتے ہیں اور "رحمٰن" کا وزن "فعلان" عارضی صفت پر دلالت کرتا ہے اور "رحیم" کا وزن "فعیل" صفت کے دوام پر دلالت کرتا ہے۔

دنیا فانی وعارضی ہے لہٰذا اِس دنیا کے لئے وہ "رحمٰن" اور آخرت دائمی ہے لہٰذا آخرت کے لئے خدا کی ذات "رحیم" ہے یعنی آخرت میں مومنین ومطیعین کے لئے اس کی نعمات دائمی ہوں گی۔ اسماءِ الٰہی کے معانی کا تعلق نتائج وافعال سے ہے، مبادی سے نہیں۔ جیسے غضب میں پہلے خون جوش میں آتا ہے جس سے مزاج میں تغیر پیدا ہوتا ہے جس کا نتیجہ مغضوب علیہ کو ضرر ونقصان پہنچانا مقصود ہوتا ہے۔ اسی طرح مصیبت زدہ کو دیکھ کر دل ودماغ میں رقت ورحمت پیدا ہونے سے مزاج میں تغیر پیدا ہوتا ہے جس کا نتیجہ مصیبت زدہ پر احسان کرنا مطلوب ہوتا ہے۔ خدا کی ذات جسم وجسمانیات سے پاک ہے۔ اس کی ذات ہر قسم کے تغیر سے پاک ہے کیونکہ متغیر ہونا مخلوق کی صفت ہے۔ وہ مادے اور زمان ومکان کا خالق ہے۔ لہٰذا اس کے لئے رحم وغضب سے مراد رحم وغضب کا نتیجہ ہے۔ یعنی رحم کا نتیجہ احسان کرنا ہے اور غضب کا نتیجہ سزا دینا ہے۔ جیسا کہ حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا "ہمارے نزدیک جود وسخا کا تعلق باطنی رقت ورحمت سے ہے۔ اور خدا کی رحمت سے مراد مخلوق کے لئے اجر وثواب واحسان ہے۔ بندوں سے رقت ورحمت کے صادر ہونے کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) کسی محتاج ومصیبت زدہ کو دیکھ کر دل ودماغ میں رقت ورحمت کا پیدا ہونا۔

(۲) دوسرا اس رقت ورحمت کے بعد مصیبت زدہ ومحتاج پر لطف وکرم اور احسان کرنا۔ جیسے کہا جائے کہ فلاں کی رحمت واحسان کی طرف دیکھو۔ تو یہاں رقت ورحمت سے مراد وہ فعل ہے جو اس سے صادر ہوا ہے خدا کی طرف اسی رحمت یعنی فعل واحسان کی نسبت ہے۔"

حقیقتاً واصلاً رحمت کا تعلق خدا کی ذات سے مخصوص ہے۔ کیونکہ تمام کائنات کی پیدائش اور بقا سب اسی کے فیضانِ رحمت کا نتیجہ ہے۔ لہٰذا حقیقتاً وہی "رحمٰن ورحیم" ہے۔ اس کی رحمت کے تمام فیوضات بغیر کسی معاوضے کے ہیں۔ دنیاوی فانی نعمات عطا کرنے کے بعد خدا رحیم یہ چاہتا ہے کہ انسان ان نعمات کو اس کی مرضی کے مطابق استعمال کرے تاکہ اس زندگی کے بعد آخرت کی ابدی نعمات کا مستحق ہو جائے۔ اسی نے دسترخوانِ دنیا کو قسم قسم کی نعمات سے اس طرح آراستہ کیا کہ خود اعلان کیا کہ "اگر تم سب مل کر اللہ کی نعمات کو شمار کرنا چاہو تو شمار نہیں کر سکتے" دنیاوی تمام نعمات دوست ودشمن سب کے لئے عام کر دی ہیں۔ کوئی کتنا ہی اس کے جود واحسان سے انکار کرے، سرکشی وبغاوت کرے

لیکن وہ اپنے فضل واحسان کو منقطع نہیں کرتا۔ یہی وہ مقام ہے کہ جہاں سرکش سے سرکش انسان بھی ذراسی فکر کرنے کے بعد اس کے سامنے جھکنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

حضرت موسیٰؑ کوہ طور کی طرف جارہے تھے کہ راستے میں ایک شخص نے آپ سے کہا کہ طور پر جاکر اپنے خدا سے میرا پیغام پہونچا دینا کہ فلاں شخص کہہ رہا تھا کہ مجھے تیرے رحم وکرم اور ربوبیت کی ضرورت نہیں ہے۔ اپنی ربوبیت اور احسان اپنے پاس رکھ۔

حضرت موسیٰ کوہ طور پر پہنچے، خدا سے گفتگو کرنے کے بعد جب واپس ہونے لگے تو خدا نے کہا۔ اے موسیٰ میرے ایک بندے نے تجھے پیغام دیا تھا۔ جو تم نے نہیں پہونچایا۔ حضرت موسیٰؑ نے عرض کیا پالنے والے اس کے گستاخانہ کلمات کیسے نقل کرتا۔ خدا نے کہا تم ناقل ہو اس کا پیغام سنادو۔ جناب موسیٰؑ نے اس کا پیغام سنادیا تو خدا نے کہا۔ اے موسیٰ میرے بندے سے جاکر کہنا کہ اے میرے بندے اگر تو نے اپنے مقام بندگی کو چھوڑ دیا ہے تو تیری وجہ سے میں اپنے مقام ربوبیت والوہیت کو نہیں چھوڑ سکتا تو جتنا انکار کرتا رہے گا میری رحمت کا فیض جاری وساری رہے گا۔

جب جناب موسیٰؑ واپس لوٹے اور اس شخص کو جواب پہنچایا تو اس نے ایک لحظہ سوچ کر کہا اے موسیٰ میرے رب نے یہی جواب دیا ہے۔ کہا ہاں ـــ تو اس نے کہا اے موسیٰؑ ہاتھ بڑھایئے میں اس مہربان خدا پر ایمان لاتا ہوں کہ میں اس کی ربوبیت والوہیت سے انکار کر رہا ہوں مگر وہ اپنے فیضانِ رحمت کو روکنے کے لئے تیار نہیں"۔ـــ

خدا ایسا منعم ومحسن ہے کہ تمام مخلوقات کی تمام ضروریات اور احتیاج کا جاننے والا اور ہر وقت ہر احتیاج کو پورا کرنے کی قدرت رکھتا ہے جس چیز کی جس وقت جس مقدار میں ضرورت ہوتی ہے اپنے فیض رحمت سے عطا کرتا ہے اس لئے کہ وہ تمام مخلوقات کے تفصیلی حالات کا علم رکھتا ہے اور اس کے ہر احسان سے بندے کی بہتری مقصود ہوتی ہے، بندے کے مطالبے پر بھی وہی چیز عطا کرتا ہے جو اس کے لئے ہر طرح سے مفید ہو۔ لہٰذا حقیقتاً "رحمٰن ورحیم" اسی کی ذات ہے

خدا کی ایک رحمت عام ہے اور ایک رحمت خاص ہے۔ رحمتِ عام تمام مخلوقات کو محیط ہے یہ تمام کائنات کی پیدائش اور ان کی ضروریات کی فراہمی اس کی رحمت عام ہے۔ اس کی وسعت رحمت ہی بندوں کے عیوب کی پردہ پوشی کرتی ہے۔ اس لئے اس نے پردہ دری کو حرام قرار دیا ہے۔ جیسا کہ ایک دعا میں معصوم نے فرمایا ہے۔

" وکنت انت الرقیب علیّ من وراءهم والشاهد لما خفی عنهم وبرحمتک اخفیته وبفضلک سترته " یعنی ان نگہبانوں (فرشتوں) کے علاوہ تو بھی میرا نگراں ہے۔ اور جو باتیں ان سے مخفی ہیں ان پر تو گواہ ہے اور تو نے ان باتوں کو اپنے فضل ورحمت سے پوشیدہ رکھا ہے۔

دوسری رحمت خاص :- وہ صفت رحیمیت ہے۔ جو مومنین کے لئے مخصوص ہے، چنانچہ سورہ احزاب میں فرماتا ہے " وکان بالمومنین رحیما " (۴۳) "اور وہ مومنین کے لئے رحیم ہے۔"

بروز قیامت اس کی رحمت خاص مومنین کے لئے مخصوص ہوگی۔

بہر حال پیغمبر اکرمؐ کی ذات ہر طرح سے عالمین کے لئے رحمت ہے۔ جس طرح پیغمبر اکرمؐ نے فتح مکہ کے موقع پر عام معافی دے کر رحمت کا اظہار کیا اسی طرح رحمت للعالمین کے وصی حضرت علیؑ نے جنگ جمل میں فتح کے بعد بصرہ کے لئے عام معافی کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا۔ "میں نے اہل بصرہ پر اسی طرح احسان کیا جس طرح رسول خداؐ نے اہل مکہ پر احسان کیا تھا لہٰذا جاؤ تم ہمارے آزاد کردہ ہو۔"

پیغمبر اکرمؐ کی ذات خدا کی رحمت کا مظہر کامل ہے۔ حضرت علیؑ سے ایک شخص نے سوال کیا کہ خدا نے پیغمبر اکرمؐ کی ذات کو عالمین کے لئے رحمت قرار دیا جبکہ دنیا میں کفار اور دیگر مذاہب کے افراد موجود ہیں اور ایمان و اسلام کے مخالفین کی کثرت ہے۔ ان سب کے لئے پیغمبر اکرمؐ کیسے رحمت ہیں۔ اگر ان کے لئے رحمت ہوتے تو یہ سب ہدایت یافتہ ہوتے اور عذاب جہنم سے نجات پا لیتے ۔۔۔ آپؑ نے فرمایا خداوند عالم نے پیغمبر اکرمؐ کو تعریض و کنایہ کے ساتھ بھیجا ہے اور گذشتہ انبیاء کو صراحت کے ساتھ بھیجا یعنی ان انبیاء سے جب کسی نبی نے قوم کو دعوت دی تو اس قوم کو فوراً عذاب سے بھی ڈرایا گیا ۔۔۔ تو اگر وہ قوم ایمان لے آئی تو محفوظ رہی اور اگر انکار و کفر کیا تو وہ قوم اس آفت و عذاب سے ہلاک ہوئی۔ جس کا ان کے نبی نے ان سے وعدہ کیا تھا انھیں خوف دلایا تھا ۔۔۔ یا وہ قوم زمین میں دھنس گئی یا آسمان سے اس پر عذاب نازل ہوا یا زلزلہ آیا وغیرہ۔ اور پیغمبر اسلام کو خدا نے تعریض و کنایہ کے ساتھ بھیجا ہے صراحت کے ساتھ نہیں ۔۔۔ یعنی اس طرح نہیں کہ اگر اس حکم کو نہیں مانو گے تو عذاب آجائے گا۔

پیغمبر اکرمؐ نے اپنی حجت کو تعریض و کنایہ کے ساتھ ثابت کیا۔ جیسے آپ نے اپنے وصی سے فرمایا "جس کا میں مولا و آقا ہوں اس کے یہ علی مولا و آقا ہیں۔" اور یہ بھی فرمایا "علی کو مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارونؑ کو موسیٰؑ سے تھی۔ مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں (صحیح مسلم)

اور پیغمبر اکرمؐ کے مزاج اور طبیعت، منزلت و عظمت سے یہ بات بعید ہے کہ آپ بے معنی بات کہیں۔ امت کے لئے لازم تھا کہ جانتی کہ جب نبوۃ و اخوت ہارون کی تخلیق میں موجود تھی اور دوسروں میں نہیں تھی اور پیغمبر اکرمؐ نے علیؑ کو بمنزل ہارونؑ قرار دے کر واضح کیا ہے کہ آپ نے ان کو اپنی امت میں اپنا خلیفہ قرار دیا ہے۔ جس طرح کہ ہارونؑ جناب موسیٰؑ کے بلافصل منصوص خلیفہ تھے اسی طرح علیؑ پیغمبرؐ کے خلیفہ ہیں۔ پیغمبر اکرمؐ نے کنایہ سے کام لیا ورنہ حضورؐ یہ فرماتے کہ "امامت علی کا اقرار کرو ورنہ تمہارے لئے عذاب نازل ہوگا۔ اس طرح مہلت و انتظار کا راستہ بند ہو جاتا۔"

یعنی پیغمبر اکرمؐ نے اپنے پیغام سے انکار کرنے والی قوم کے لئے عذاب طلب نہیں کیا۔ اسی طرح آپ دشمن کے لئے بھی رحمت ثابت ہوئے۔ آپ کا وجود کائنات کی بقا اور فیوضات الٰہی کے حصول کا ذریعہ و رحمت ہے۔

درود میں محمدؐ و آل محمدؐ پر درود بھیجنے سے واضح ہے کہ رحمت الٰہی کے حصول کا یہی ذوات مقدسہ ذریعہ و وسیلہ ہیں اس مفہوم کی تائید اس روایت سے ہوتی ہے جسے علامہ کراجکیؒ متوفی ۴۴۹ ہجری نے کنز الفوائد میں علامہ مجلسیؒ نے بحار الانوار میں تحریر کیا ہے۔ ایک مرتبہ مفضل ابن عمر کا بیان ہے: "حضرت امام جعفر صادقؑ کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے کہ کھانے سے فراغت کے بعد

امام جعفر صادقؑ نے ہاتھ بلند کر کے کہا

" الحمد للہ رب العالمین ۔ اللھم ھذا منک ومن رسولک " تمام حمد و ثنا عالمین کے رب کے لئے ہے ۔ اے اللہ یہ رزق تیرے اور تیرے رسول کی طرف سے ہے " مفتی عراق نے کہا فرزند رسول آپ نے پیغمبر اکرمؐ کو اللہ کا شریک قرار دے دیا ہے ۔ امام نے فرمایا " تیرے لئے مقام افسوس ہے کیا تم نے قرآن نہیں پڑھا ہے ۔ خداوند عالم کا ارشاد ہے ۔

" ومانقموا ---------- فضلہ " اور وہ لوگ اسی لئے تو بگڑ گئے کہ ان کو اللہ اور اس کے رسول نے اپنے فضل و کرم سے غنی کر دیا "

اور دوسرے مقام پر خداوند عالم کا ارشاد ہے ۔

" ولو انھم رضوا ما اتاھم ---------- رسولہ "

" کیا اچھا ہوتا کہ یہ لوگ اللہ کے دیئے پر راضی ہو جاتے اور کہہ دیتے کہ ہمیں اللہ کافی ہے کہ عنقریب اللہ اور اس کے رسول ہمیں اپنے فضل و کرم سے بہت کچھ عطا کریں گے " الخ

مفتی عراق نے یہ آیت سن کر کہا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں نے آج تک ان آیات کو نہ ہی پڑھا ہے نہ ہی سنا ہے ۔

امام نے کہا تم نے پڑھا بھی ہے اور سنا بھی ہے مگر تجھ جیسے لوگوں کی شان میں خداوند عالم نے یہ آیت نازل کی ہے

ام علی قلوب اقفالھا " کہ ان کے دلوں پر تالے پڑ چکے ہیں " اور یہ بھی فرمایا کلا ----------

---- یکسبون " " ان کے اعمال کی وجہ سے ان کے دل سیاہ ہو گئے ہیں ۔"

اسی مفہوم کی تائید و وضاحت شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ میں کی ہے ۔

" مخلوق کا تمام رزق حضور اکرمؐ کے دست اقتدار میں ہے ۔ اور باطنی و ظاہری تربیت بھی حضور اکرمؐ کے سپرد ہے جس طرح کہ غیب کی کنجیاں اللہ کے دست قدرت میں ہیں ۔ اسی طرح رزق کے خزانوں کی کنجیاں اور ان کی تقسیم بھی حضور اکرمؐ کے دست قدرت میں ہے ۔ اسی لئے حضور اکرمؐ فرماتے ہیں " تقسیم کرنے والا میں ہوں اور دینے والا خدا ہے "

مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ؕ﴿۳﴾

"روزِ جزا کا مالک ہے"

"مالک" مَلِک سے فصیح تر ہے۔ کیوں کہ "مَلِکْ" یعنی بادشاہ کی رعیت سے انسان خود کو نکال سکتا ہے لیکن "مالک" کی ملکیت سے کوئی مملوک اپنے اختیار سے نہیں نکل سکتا ــــ اور تمام کائنات کا وجود و بقا خدا کے فیضِ ربوبیت و رحمت سے ہے۔ لہٰذا مالک یعنی بادشاہِ حقیقی اسی کی ذات ہے۔ ملک یعنی بادشاہ پر رعایا کی رعایت لازم ہے۔ پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد ہے "تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس کی رعایا کے متعلق باز پرس ہوگی۔" اور رعیت پر بادشاہ کی خدمت و رعایت لازم نہیں ہے۔

لیکن "مالک" ہونے کی صورت میں جس طرح مالک پر مملوک کی رعایت لازم ہے اسی طرح مملوک پر مالک کی خدمت لازم ہے۔ اور مملوک اپنے مالک کی اجازت کے بغیر کسی امر میں مصروف نہیں ہو سکتا ــــ ملک یعنی بادشاہ سے عدل و انصاف کی امید کی جا سکتی ہے۔ لیکن "مالک" مملوک سے لباس، خوراک، مکان اور رحمت و قربت سب کا طالب ہوتا ہے۔ نیز "مَلِک" یعنی بادشاہ رعایا کا محتاج ہوتا ہے لیکن مالک ہونے میں مملوک اپنے مالک کا محتاج ہوتا ہے۔ لہٰذا مالک فصیح تر ہے۔

خداوندِ عالم کی وسعتِ رحمت کے تصور کے ساتھ اس کی عدالت کا بھی اعتقاد و اقرار ضروری ہے۔ اسی لئے خدا کی الوہیت اور صفاتِ رحمت کے ذکر کے بعد "مالک یوم الدین" کے ذریعہ روزِ جزا یعنی روزِ عدل کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس آیت میں خدا کی عدالت کے اظہار کے ساتھ روزِ جزا و سزا کا بھی اعلان و اظہار ہے کہ جس روز تمام انسان اعمال کے جزا و سزا کے لئے دوبارہ زندہ کئے جائیں گے۔ تقاضائے عدالت و رحمت کے لحاظ سے روزِ جزا کا ہونا ضروری ہے جس طرح تمام کائنات کی ہر شے اپنے وجود و بقا میں خدا کی ربوبیت و رحمت کی محتاج ہے۔ اسی طرح اپنے حسن و کمال میں عدل کی محتاج ہے۔ ربوبیت و رحمت اور عدل سے کارخانۂ ہستی کا ظہور و قیام اور بقا ہے۔ ربوبیت تربیت کرتی ہے۔ رحمت تمام فیوضات کا سرچشمہ ہے اور عدالت سے حسن و خوبی اور کمال کا ظہور ہوتا ہے۔ اور نقصان و فساد کا ازالہ ہوتا ہے۔

"مالک یوم الدین" سے واضح ہے کہ ہر انسان دارِ دنیا سے دارِ آخرت کی طرف یعنی دار العمل سے روزِ جزا کی طرف منتقل ہوگا۔ نزولِ قرآن کے وقت دنیا میں جو مذاہب تھے۔ توحید اور اعمال کی جزا و سزا کے متعلق ان کے مختلف نظریات تھے۔ یہود کے ہاں خدا کے لئے قہر و غضب کا عنصر غالب تھا۔ مجوس نے نور و ظلمت کے دو مساویانہ قوتوں کا تصور قائم کر رکھا تھا۔ بدھ مت نے رحم و محبت پر زور دے کر عدالت کو ختم کر دیا جس سے جزا و سزا کی حقیقت پوشیدہ ہو گئی۔ لیکن

اسلام نے ایک طرف وسعت رحمت کا کامیاب تصور پیش کیا کہ قہر و غضب کی کوئی گنجائش نہیں رہی۔ اور دوسری طرف ہر عمل کی عادلانہ جزا و سزا کا تصور بھی ذہن نشین کرایا۔ کیونکہ جزا و سزا کا اعتقاد قہر و غضب کی بنا پر نہیں ہے بلکہ عدالت و رحمت کی بنا پر ہے۔ اس کے "قہار و جبار" ناموں میں بھی حسن رحمت ہے۔ نیز قہر و غضب سے ظلم و فساد اور برائی کا خاتمہ اور حسن و جمال و نیکی کا رواج مقصود ہے۔ اس وسیع کائنات کی مالک حقیقی خدا ہی کی ذات ہے جس نے اس کائنات کے بقا اور قیام کے لئے اس کا نظام عدل و توازن پر قائم کیا ہے۔ اگر ایک لمحہ کے لئے نظام کائنات میں عدل و توازن قائم نہ رہے تو کائنات کا نظام درہم برہم ہو جائے گا۔ نظام شمسی کا ہر سیارہ اپنے اپنے راستے میں متوازن اور رواں دواں ہے۔ کوئی سیارہ دوسرے سیارہ کی راہ میں مداخلت نہیں کرتا۔ یہی قانون عدل ہے کہ جس نے تمام سیاروں اور نظام شمسی کو ایک خاص متوازن نظام سے مربوط کر رکھا ہے۔ پوری کائنات کا نظام و بقا عدل پر ہے۔ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا ہے "زمین و آسمان کا قیام عدل پر ہے"۔

کائنات کی ہر شے عدل و توازن کے ذریعے وجود و کمال کی منازل طے کرتی ہے زمین سے اگنے والا ہر پودا اپنے وجود و بقا اور کمال تک پہنچنے کیلئے اپنے اندر ایک متوازن اور عادلانہ نظام رکھتا ہے۔ اسی طرح ہر ذی حیات کے اندر عدل و توازن کا نظام موجود ہے اور خود جسم انسانی میں معتدل و متوازن نظام موجود ہے۔ عدل و توازن پر انسانی صحت و بقا کا دار و مدار ہے۔ نظام جسم میں ذرا سی بے اعتدالی و عدم توازن سے پورے جسم کا نظام متاثر ہو جاتا ہے۔ اسی طرح خارج یعنی معاشرتی منزل پر بھی خدا نے انسان کو عادلانہ نظام عطا کیا ہے جس نظام کی پابندی سے امن و اخوت اور حقوق انسانی کی حفاظت ممکن ہے۔ لہٰذا خدا کی ربوبیت اور رحمیت کے اقرار کے ساتھ اس کے عدل کا بھی اقرار ضروری ہے۔ اسی لئے "الرحمٰن الرحیم" کے ساتھ "مالک یوم الدین" کے ذریعہ روز جزا یعنی یوم عدل کا اظہار کیا گیا ہے۔ کیونکہ خدا کی ذات حکیم مطلق ہے اور حکیم مطلق کے لئے ضروری ہے کہ مظلوم اور نیک بندوں کے لئے انصاف کرے۔ اگر اس نے مظلوم اور نیک انسانوں کے ساتھ انصاف نہیں کیا اور ظالم و گنہگار انسان ظلم و گناہ کے ساتھ محفوظ رہے تو اس سے یہ بات واضح ہوگی کہ حکیم مطلق ظلم و گناہ کو پسند کرتا ہے اور نیکی و طاعت کو پسند نہیں کرتا — اور یہ اس کی شان کے خلاف ہے۔ اور یہ ظاہر و واضح ہے کہ مظلوم و صالح انسان اس دار فانی میں اجر حق سے محروم رہتے ہیں اور ظالم انسان ہزاروں بے گناہوں کی زندگی کے چراغ بجھا کر سزا سے محفوظ رہتے ہیں۔ اگر ایسے ظالم کو سزا ملی بھی تو ہزاروں انسانوں کے خون کا بدلہ نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے ضروری ہے کہ ہر انسان کو اس کے نیک و بد اعمال کی مکمل جزا و سزا دی جا سکے۔ لہٰذا حکیم مطلق اور ارحم الراحمین پر لازم ہے کہ اس کی طرف سے ہر انسان کے ساتھ انصاف ہو۔ ظالم و بدکردار انسانوں کو ان کے ظلم و برائی کی مکمل سزا ملے اور مظلوم و صالح انسانوں کو ان کا مکمل اجر و بدلہ ہو۔ اسی لئے "الرحمٰن الرحیم" کے بعد "مالک یوم الدین" کے ذریعے یوم جزا کا تصور ذہن نشین کرایا گیا ہے کہ انسان کے تمام اعمال کی جزا کا بھی ایک دن ہے جس روز انسان کی آزادی ختم ہو جائے۔ اور مکمل حساب و کتاب کے بعد عادلانہ سزا و جزا دی جائے گی۔

خدا کی ذات دنیا و آخرت و کائنات کی ہر شے کی مالک حقیقی ہے۔ اس کا ارشاد ہے کہ "جو کچھ آسمانوں

میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب خدا ہی کا ہے۔"

اس دارِ فانی کی دنیا میں شاہانِ دنیا نے خدا کی زمین پر عارضی حکومت و اقتدار کے ڈنکے بجائے۔ عارضی حکومت و اقتدار کے نشے میں الٰہی زمین پر فساد پھیلایا لیکن جب موت کا پیغام آیا تو دنیا کی کوئی طاقت ان کو نہ بچا سکی۔ خالی ہاتھ دنیا سے رخصت ہوئے۔ ذوالقرنین نے دنیا کی گشت کرنے کی۔ پھر آ بابل کے ایک پہاڑ کے پاس پہنچے تو ایک غار سے آواز آئی کہ ادھر آؤ۔ جب غار کے پاس گئے تو غار کے دروازے پر لکھا تھا:

"اے شاہانِ دنیا دیکھو اور عبرت حاصل کرو۔ میں نے ہزار سال زندگی بسر کی۔ ہزار بادشاہوں کو قیدی بنایا۔ ہزار شہر آباد کئے، ہزار شادیاں کیں، ہزار خزانے جمع کئے لیکن ان تمام کو چھوڑ آیا اور مٹی میں دفن ہو گیا۔"

لیکن خدائی حکومت ازلی و ابدی ہے۔ اس کی حکومت اور اقتدار کو زوال نہیں آسکتا۔ اقتدار سے کوئی شے باہر نہیں۔ اجسام و ارواح، انفس و آفاق اور حاضر و غائب ہر شے پر اسی کا اقتدار ہے۔ لہٰذا حقیقتاً "مالک الملک" اسی کی ذات ہے۔ بروز قیامت اس کی طرف سے اعلان ہوگا کہ "آج حکومت و ملک کس کا ہے۔"

اس وقت انسان کے اپنے اعضا بھی انسان کے قبضہ اقتدار میں نہیں رہیں گے اور انسانی اعمال کی گواہی دے کر الٰہی حکومت و اقتدار کو ظاہر کریں گے ——— "مالک یوم الدین" میں اس کے اقتدار کا اظہار کیا ہے۔

کائنات ہستی کا یہ عالم گیر قانون ہے کہ ہر حالت و ہر عمل کوئی نہ کوئی اثر رکھتا ہے اور ہر شے کوئی خاصیت رکھتی ہے۔ یہ ممکن نہیں کہ یہاں کوئی شے اپنا وجود رکھتی ہو اور اثرات و نتائج سے خالی ہو۔ جس طرح جسم انسانی کے لئے خدا نے اغذیہ و ادویہ میں خواص و نتائج رکھے ہیں۔ اسی طرح اعمال کے بھی خواص و نتائج ہیں۔ جس طرح جسم انسانی کے لئے قدرتی انفعالات و تاثرات ہیں اور جسمانی مؤثرات جسم پر مرتب ہوتے ہیں اسی طرح معنوی مؤثرات سے روح متاثر ہوتی ہے، فطرت کے یہی قدرتی خواص و نتائج ہیں جن کو "سزا و جزا" سے تعبیر کیا گیا ہے۔ نیک عمل کا نتیجہ اچھائی اور ثواب ہے اور برے عمل کا نتیجہ برائی اور عذاب ہے۔ اور ثواب و عذاب کی نوعیت کی وضاحت وحی ربانی نے جنت و جہنم کے تصور سے کی ہے۔ آگ میں جلانے کی خاصیت ہے لہٰذا جو لوگ آگ میں ہاتھ ڈالیں گے ضرور جلیں گے۔ پانی کا خاصہ ٹھنڈک و رطوبت ہے۔ جب کائنات کی تمام اشیاء کے اثرات و مکافات ہیں تو اعمال کے بھی یقیناً نتائج و مکافات ہیں۔ زمین میں جو بیج بویا جاتا ہے اسی کا پودا نکلتا ہے۔ گیہوں بویا گیا تو گیہوں ہی پیدا ہوگا۔ جب قانون فطرت عالمگیر ہے تو اچھے اعمال کا اچھا اور برے اعمال کا برا نتیجہ بھی ضروری ہے۔ اسی لئے روز جزا پر ایمان لازمی قرار دیا گیا ہے۔

اعمال کی سزا و جزا ہی سے انسانی و حیوانی زندگی کا فرق واضح ہوتا ہے۔ کیونکہ حیوانی زندگی کا مقصد تخلیق اسی دنیا تک محدود ہے لہٰذا اسے نعمتِ عقل سے محروم رکھا ہے اور انسانی زندگی کا مقصد موت کے بعد کی زندگی سے متعلق ہے لہٰذا نعمتِ عقل سے اسے نوازا گیا ہے۔

اگر اس فانی زندگی کے بعد کوئی اور زندگی انسان کے لئے نہ ہو تو انسانی و حیوانی زندگی کے مقصد میں برابر ہو جائیں گے

بلکہ حیوانی زندگی انسانی زندگی سے بہتر ہو جائے گی۔ کیونکہ انسان مسلسل تفکرات و خطرات و پریشانیوں میں مبتلا رہتا ہے اسے ماضی کے حالات بھی پریشان کرتے ہیں اور مستقبل کی فکر بھی بے چین کرتی ہے۔ لیکن حیوان ان تمام تفکرات سے آزاد ہوتا ہے۔ لہٰذا انسانی فضیلت اور عقل کی نعمت کی عطا کا تقاضہ ہے کہ انسان کا ابدی مستقبل ہو جہاں کی حیات ابدی ہو۔ اسی ابدی حیات کی اس دنیاوی زندگی سے منسلک کر دیا گیا ہے۔

نیکی و برائی کے لحاظ سے جیسی زندگی یہاں ہوگی ویسی ہی زندگی موت کے بعد دار آخرت میں حاصل ہوگی لہٰذا دنیا میں ہر عمل کے وقت آخرت کی جزا و سزا کا تصور ذہن میں رہنا چاہیئے۔

جس طرح روز جزا کا مالک خدا ہے اسی طرح اس عظیم کائنات کا بھی مالک حقیقی اسی کی ذات ہے۔ یہ کارخانۂ کائنات اسی کی قدرت و رحمت کے سہارے چل رہا ہے۔ اس کا ارشاد ہے۔

"اور تمام آسمان و زمین اللہ ہی کی ملکیت ہیں اور اللہ ہر شئے پر قادر ہے۔"

اس دار العمل کی دنیا میں دنیاوی وقتی اقتدار و حکومت کے لئے مومن و کافر کا امتیاز نہیں ہے۔ زندگی اور زندگی کے تمام لوازمات و لذات کا فیض نیک و بد اور مومن و کافر سب کے لئے عام ہے۔ لہٰذا اس فانی دنیا میں صرف دولت و اقتدار کو شرف و فضیلت کا معیار نہیں قرار دیا جا سکتا۔ دنیاوی بادشاہت کا اقتدار ظاہری محدود وقت تک رہتا ہے اور چھینا جا سکتا ہے لیکن خدا کی ذات جو کائنات کا مالک حقیقی ہے اس کی بادشاہت کو زوال نہیں اس کا اقتدار ازلی و ابدی ہے۔

لیکن خداوند عالم نے اپنی حکومت و اقتدار سے متعارف کرانے کے لئے اپنی طرف سے پیغام ہدایت دے کر جن مخصوص بندوں کو بھیجا ان کو یہ صلاحیت و قدرت عطا کی کہ وہ مادہ کائنات پر تصرف کر کے خدائی اقتدار کا تعارف کرائیں۔ اس کے نمائندے کبھی ہوا کے دوش پر اپنے تخت کے ساتھ پرواز کرتے نظر آئے۔ کبھی مردوں کو زندہ کرتے نظر آئے کبھی حجر و شجر اور حیوان سے توحید و رسالت کی گواہی دلوا کر توحید و رسالت کے اقتدار کا تعارف کراتے نظر آئے۔

تاریخ انسانی گواہ ہے کہ دنیاوی ظاہری حکومت و اقتدار خدا کے دشمنوں کے پاس تھا اور مادہ کائنات پر اقتدار و تصرف الٰہی نمائندوں کے پاس تھا۔ جو ظاہری دولت و حکومت سے محروم تھے۔ ظاہری دولت و حکومت نمرود کے پاس تھی اور نار نمرود کا گلزار ہو کر خلیل کی عظمت کی گواہی دے رہی تھی۔ دولت و حکومت فرعون کے پاس تھی لیکن دریائے نیل راستہ دے کر کلیم کی عظمت و اقتدار کی گواہی دے رہا تھا۔ کیونکہ الٰہی نمائندگی کے لئے دولت و اقتدار کے سہارے کی ضرورت نہیں ہوا کرتی۔ الٰہی نمائندے مادہ کائنات پر تصرف کر کے الٰہی اقتدار کا بھی تعارف کراتے ہیں۔

پیغمبر اسلام کی خدمت میں ایک بدو عرب گوہ کو پکڑ کر لایا اور کہا کہ اگر اس گوہ نے آپ کی نبوۃ کی گواہی دی تو میں ایمان لے آؤں گا۔ تو نبوۃ کا اشارہ پاتے ہی گوہ نے کلمہ شہادت پڑھ کر توحید و رسالت کے اقتدار و حکومت کی گواہی دی۔ عرب بدو یہ دیکھ کر فوراً کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گیا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کو خداوند عالم نے ملک و حکومت عطا کی تھی۔ چرند و پرند ان کے فرمان کے تابع تھے۔ ہوا ان کے حکم کی تابع تھی۔ لیکن اس وسیع اقتدار و حکومت کے باوجود خدا نے ان کی حکومت و مملکت کو ملک عظیم نہیں قرار دیا۔ لیکن قرآن حکیم میں ایک مقام پر آلِ ابراہیم کے لئے فرمایا۔ "اور ہم نے ان کو ملک عظیم عطا کیا ہے۔"
جب حضرت سلیمانؑ کی حکومت ہوا اور تمام چرند پرند پر تصرف کے باوجود ملک عظیم نہ قرار پا سکی۔ تو خداوند عالم نے جس مملکت کو ملک عظیم قرار دیا ہے تو یقیناً جن کو یہ ملک عظیم عطا ہوا ہے تو ان کو مادہ کائنات پر تصرف و اقتدار حاصل تھا۔ اور وہ یعنی آلِ ابراہیم حضور اکرمؐ اور آپ کے اہل بیتؑ ہیں۔ ان حضرات نے جب چاہا مادہ کائنات پر تصرف کر کے اپنا اور توحید کا تعارف کرایا۔ حضور اکرمؐ نے کبھی چاند کے دو ٹکڑے کر کے، کبھی ڈوبے ہوئے سورج کو پلٹا کر نبوت کے اقتدار و حکومت سے متعارف کرایا۔ اسی طرح پیغمبر اکرمؐ کے اوصیاء (یعنی آپ کے اہل بیتؑ نے بھی مادہ کائنات پر تصرف کر کے اوصیاء و رسالتؐ ہونے کا تعارف کرایا۔

کوفہ سے کوسوں میل دور صفین کے میدان میں ابوہریرہ نے حضرت علیؑ سے اپنے بچوں سے ملنے کی خواہش ظاہر کی۔ آپ نے فرمایا آنکھیں بند کرو۔ اس نے آنکھیں بند کیں ــــ پھر آپ نے فرمایا آنکھیں کھولو۔ جب آنکھیں کھولیں تو دیکھا میں اپنے گھر کے دروازے پر تھے فرمایا جاؤ اپنے اہل و عیال سے ملاقات کر لو میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔ جب ابوہریرہؓ اپنے اہل و عیال سے مل چکے تو اپنے مکان کی چھت پر امیرالمومنینؑ کو دیکھا۔ فرماتے ہیں واپس چلو۔ تو ابوہریرہ رخصت ہو کر گھر سے باہر آئے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا آنکھیں بند کرو پھر فوراً کہا آنکھیں کھولو۔ آنکھیں کھولیں تو دیکھا صفین کے میدان میں کھڑا تھا۔ حیرت کا اظہار کیا۔ امیرالمومنینؑ نے فرمایا حضرت سلیمان نبی کے وصی آصف برخیا نے چشم زدن میں سینکڑوں میل دور تخت بلقیس کو حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں حاضر کر دیا ــــ اور حضور اکرمؐ کے وصی کو جناب سلیمان کے وصی سے بڑھ کر کمال حاصل ہونا چاہیئے۔ کیونکہ حضور اکرمؐ تمام انبیاء سے اشرف و افضل ہیں۔ تو حضورؐ کے وصی کو بھی انبیاء کے اوصیاءؑ سے افضل ہونا چاہیئے۔ اور اس کے پاس بڑھ کر کمال ہونا چاہئے۔ اور میں حضور اکرمؐ کا وصی ہوں۔ الریاض النضرۃ مدینۃ المعاجز

حضرت علیؑ مسجد کوفہ میں تشریف فرما تھے کہ دو اشخاص اپنے اختلاف و نزاع کے فیصلے کے لئے حاضر ہوئے۔ ان میں سے ایک خارجی تھا۔ فیصلہ خارجی کے خلاف ہوا تو اس نے کہا آپ نے حق و انصاف کے خلاف فیصلہ کیا ہے۔ اسی طرح کے توہین کے کلمات کہے تو آپ نے اس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا "اے ذلیل ترین دشمن خدا" تو وہ سیاہ کتے کی صورت میں بدل گیا۔ اس کے کپڑے فضا میں اڑتے ہوئے لوگوں نے دیکھے۔ جب اس کی صورت بدل گئی تو اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے اور وہ نادم ہوا اور آپ کے سامنے سر جھکا کے کھڑا ہو گیا۔ آپ کو اس پر رحم آیا تو کچھ کلمات کہے تو وہ پھر انسانی صورت میں تبدیل ہو گیا۔ فضا سے کپڑے واپس آ کر اس کے جسم سے متصل ہو گئے اور وہ لڑکھڑاتا ہوا مسجد سے باہر نکل گیا۔

لوگوں نے یہ دیکھ کر تعجب کیا تو آپ نے فرمایا۔ تمہارے نبیؐ جناب سلیمانؑ نبی سے افضل ہیں۔ لہٰذا تمہارے نبی کا وصی بھی جناب سلیمانؑ کے وصی سے افضل ہے۔ ان کے وصی آصف بن برخیا نے چشم زدن میں تخت بلقیس حاضر کر دیا تھا حالانکہ اس کے پاس ایک اسم اعظم تھا اور میرے پاس ۷۲ اسم اعظم ہیں۔

علامہ جامیؒ نے شواہد النبوۃ میں پیغمبر اکرمؐ اور آپ کے اہل بیت کے حالات و معجزات تحریر کئے ہیں۔ پیغمبر اکرمؐ کے اہل بیت میں سے نویں وصی حضرت امام محمد تقیؑ کے معجزات میں لکھا ہے کہ "ایک شخص کو شام کے علاقے سے قید کر کے سامرے لایا گیا۔ اور مشہور کر دیا گیا کہ اس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ تو علی بن خالد اس سے ملنے کے لئے کسی طرح قید خانہ میں پہونچ گئے۔ جب اس سے گفتگو ہوئی تو صاحب عقل سلیم پایا۔ تو اس سے قید کا سبب پوچھا۔ اس نے کہا میں علاقۂ شام میں اس مقام پر عبادت کیا کرتا تھا جہاں امام حسینؑ کا سر نصب کیا گیا تھا۔ متبرک مقام سمجھ کر میں نے وہیں قیام کر لیا۔ ایک شب محراب عبادت میں بیٹھا ذکر الٰہی میں مصروف تھا کہ ایک شخص کو سامنے کھڑا ہوا دیکھا۔ اس نے کہا کھڑے ہو جاؤ اور میرے ساتھ چلو۔ میں چند قدم اس کے ساتھ چلا تھا کہ میں نے خود کو مسجد کوفہ میں پایا۔ اس نے کہا اس مقام کو پہچانتے ہو۔ میں نے کہا ہاں یہ مسجد کوفہ ہے۔ وہاں ہم نے نماز پڑھی پھر اس کے پیچھے چند قدم چلا کہ مدینے میں موجود تھا۔ وہاں مسجد نبویؐ میں ہم نے نماز پڑھی پھر اس کے پیچھے چند قدم چلا تو مکہ پہونچ گیا۔ وہاں ہم نے طواف کو کیا۔ نماز پڑھی پھر وہاں سے تھوڑا چلا کر میں شام میں اپنی جگہ پر تھا۔ اور وہ بزرگ غائب ہو گئے۔ سال بھر میں فکر و تعجب میں رہا۔ دوسرے سال پھر ایک شب وہی شخص آیا اور اسی طرح ان مقامات تک لے گیا۔ واپسی پر میں نے اس سے کہا تجھے اس قادر مطلق کی قسم جس نے تجھے یہ قدرت و فضیلت عطا کی ہے۔ بتا تو کون ہے؟ اس نے کہا میں

محمد بن علی بن موسیٰ بن جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ہوں۔ پھر وہ غائب ہو گئے۔ یہ بات میں نے ان سے بیان کی جو مجھ سے ملنے آیا کرتے تھے۔ جب یہ خبر والیٔ شام محمد بن عبد الملک تک پہونچی تو اس نے مجھے قید کر لیا اور یہاں عراق بھیج دیا۔ اور میں نے ہرگز نبوت کا دعویٰ نہیں کیا ہے۔

علی بن خالد نے کہا کہ میں تمہارا واقعہ والیٔ شام کو لکھوں گا۔ علی بن خالد نے اس کا پورا واقعہ والیٔ شام کو لکھا انہوں نے اس کے خط کی پشت پر لکھا کہ اس سے کہو کہ جس شخص نے اسے ایک شب میں شام سے کوفہ، کوفہ سے مدینے اور مدینے سے پھر مکہ کا سیر کرا کے شام پہونچا دیا تھا۔ اسی سے کہے کہ قید سے نجات دلائے ——— علی بن خالد رنجیدہ ہوا اور صبح قید خانہ کی طرف گیا تاکہ اسے آگاہ کرے اور صبر کی تلقین کرے۔ جب قید خانے کے پاس پہونچا تو لوگوں کا ہجوم دیکھا۔ فوج موجود تھی۔ معلوم ہوا کہ وہ شامی قیدی شب کو قید خانہ سے غائب ہو گیا۔ معلوم نہیں اسے زمین نگل گئی یا پرواز کر گیا۔ یہ سن کر علی خوش ہو گئے اور سمجھ گئے کہ امام محمد تقیؑ نے اسے آزاد کرایا ہے۔

ایک سال بعد علی بن خالد شام گئے تو اس شخص سے ملاقات ہوئی۔ اس نے بتایا کہ اسی شب وہ بزرگ قید خانے میں میرے پاس آئے کہ جنہوں نے مقامات مقدسہ کی سیر کرائی تھی۔ آ کر کہا میرے ساتھ چلو میں اٹھا تو ہاتھ پاؤں کی زنجیریں خود بخود جدا ہو گئیں۔ میں ان کے ساتھ زندان سے باہر نکل آیا لیکن کسی نے ہم کو نہیں دیکھا پھر چشم زدن میں اس بزرگ نے مجھے شام پہونچا دیا۔"

إِيَّاكَ نَعْبُدُ

"ہم صرف تیری ہی بندگی کرتے ہیں"

"مالک یوم الدین" تک خدا کی وحدانیت اور اس کے صفات کا جامع تعارف کرا دیا گیا ہے کیونکہ معرفت کے بغیر طاعت و بندگی نہیں ہوتی اور معرفت و جزا کے درمیان مقام عبادت و بندگی ہے۔ لہٰذا پہلے اس بات کا تعارف کرایا گیا کہ آغاز اور انجام کا مالک خدا کی ذات ہے اور تمام کائنات کا وجود و بقاء اور زندگی و زندگی کے لئے تمام نعمات خدا کے فیض ربوبیت اور رحمت کا نتیجہ ہیں۔ وہ منعم حقیقی ہے۔ تمام کائنات اس کی محتاج ہے وہ کسی کا محتاج نہیں۔ جب یہ بات ذہن نشین کرا دی گئی کہ تمام کائنات کا وجود و بقاء اور تمام نعمات حیات و عقل سب اسی کی رحمت و احسان سے ہیں تو عقل و فطرت کے اعتبار سے انسان مجبور ہے کہ محسن و منعم کا شکریہ ادا کرے اسی لئے خدا کی ربوبیت و رحمت کے تعارف کے بعد اس کا اقرار و اعتراف کرایا گیا کہ جب تمام نعمات حیات کے عطا کرنے میں وہ یکتا ہے تو عبادت کے لائق بھی وہی اکیلا ہے ــــ اس لئے کہ تمام کائنات ذاتاً ممکن ہے اور اپنے وجود و بقا میں ایسی ذات کی محتاج ہے جو ازلی و ابدی ہے۔ غنی بالذات ہے اور وہی خالق کائنات خدا کی ذات ہے لہٰذا حقیقتاً عبادت کے لائق وہی اکیلا ہے ــــ عبادت کے معنی "انتہائی خضوع و تذلل اور انتہائی عجز و انکسار" کے ہیں یعنی محسن و منعم کے لئے ایسے افعال بجا لانا جو اس کے لئے انتہائی تعظیم و اجلال کا باعث ہوں۔ اور انتہائی تعظیم و اجلال کے لئے منعم و محسن بھی ایسا ہو کہ جو بلند ترین ہو۔ انتہائی ارفع و اعلیٰ ہو جس کی ذات بے مثل اور انعامات لاجواب ہوں ــــ جیسے خلق کرنا، زندگی اور زندگی کی تمام نعمات کا عطا کرنا اسی رب حقیقی کا فعل ہیں جو تمام کائنات کا اکیلا خالق و مالک ہے۔ اس کا ارشاد ہے "اور میں نے تجھے اس سے قبل پیدا کیا جبکہ تو کچھ نہیں تھا۔" (مریم)، اور سورۂ بقرہ میں اس کا ارشاد ہے "جو کچھ زمین میں ہے سب تمہارے لئے خلق کیا ہے۔"

ماضی میں انسان معدوم تھا خدا نے اسے وجود عطا کیا۔ مردہ تھا زندگی عطا کی، جاہل تھا علم عطا کیا۔ عاجز تھا قدرت عطا کی۔ اور جوہر عقل عطا کر کے اشرف المخلوقات بنا دیا۔ اور جب انسان وجود میں آیا تو اس پر احتیاجات و ضروریات کے دروازے کھل گئے۔ ضروریات حیات نے ہجوم کیا تو خدا نے ہوا، پانی، روشنی اور خوراک وغیرہ تمام ضروریات فراہم کیں اس لئے کہ وہ رب حقیقی اور رحمٰن و رحیم ہے۔ اور مستقبل میں موت کے بعد وہی مالک ہے یعنی عبد کے ماضی و حال اور مستقبل کے تمام مصالح کی تکمیل خدا کے فضل و احسان سے وابستہ ہے۔ لہٰذا جب زندگی اور زندگی کی تمام نعمات خدا کی عطا کردہ ہیں اور دنیا و آخرت کا بھی وہی مالک حقیقی ہے تو عبادت کے لائق بھی وہی اکیلا ہے۔

اسی لئے نَعْبُدُ سے " اِیَّاکَ " کے لفظ کو مقدم ذکر کر کے عبادت و بندگی کو خدا کی ذات کے لئے مخصوص کر دیا گیا ہے۔ اگر " نعبدک " ہم تیری عبادت کرتے ہیں " ہوتا تو اس طرح پہلے اپنی بندگی کا ذکر ہوتا۔ بعد کو خدا کا ذکر ہوتا۔ دوسرے اس کی نفی بھی نہ ہوتی کہ خدا کے علاوہ کوئی اور عبادت کے لائق ہے۔ لیکن جب " ایاک " کو مقدم کر دیا تو اس طرح معبود کا ذکر بھی پہلے ہوا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ خدا کے غیر کی بندگی کی نفی بھی ہو گئی۔

" نَعْبُدُ " جمع کا صیغہ ہے اور عبد اکیلا ہے ــــ اس کی کئی وجوہ ہیں۔

(۱) انسان کے تمام حواس و اعضا اور جسم و روح کی تخلیق خدا کی اطاعت کے لئے ہے۔ لہٰذا " نعبد " کے ذریعہ اس کا اقرار ہے کہ تمام حواس و اعضا اور جسم و روح کی تخلیق خدا کی طاعت کے لئے ہے لہٰذا " نعبد " کے ذریعہ اس کا اقرار ہے کہ تمام حواس و اعضاء و جسم و روح سب تیری بندگی و طاعت میں مصروف ہیں اور رہیں گے۔ زبان تیرا ذکر کر رہی ہے، کان سن رہے ہیں۔ تمام جسم قیام و رکوع و سجود میں مصروف عبادت ہے ــــ اس کے علاوہ انسان خلاصۂ کائنات ہے۔

عالم ربانی باب مدینۃ العلم حضرت علیؑ کا ارشاد ہے " اے انسان تیرا خیال ہے کہ تو ایک چھوٹا سا جسم ہے حالانکہ تیرے اندر عالم اکبر سمایا ہوا ہے۔ تیری بیماری تیرے اندر سے پیدا ہوتی ہے۔ اور تیرا علاج بھی تیرے اندر موجود ہے لیکن تو بصیرت و شعور نہیں رکھتا " اور کائنات کی ہر شے اپنی زبان بے زبانی میں خدا کی تسبیح میں مصروف ہے۔ خداوند عالم کا ارشاد ہے کہ " ہر شے اپنے رب کی حمد کے ساتھ تسبیح کرتی ہے۔ لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے "

لہٰذا انسان جو خلاصۂ کائنات ہے۔ تمام مخلوقات کی نمائندگی کرتے ہوئے کہتا ہے کہ " ہم سب تیری عبادت کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ تمام انبیاء و ملائکہ اور تمام مومنین کو عبادت میں ساتھ شریک کر کے کہتا ہے کہ " ہم سب تیری عبادت کرتے ہیں "۔ اس طرح عبادت کی قبولیت کی امید بڑھ جاتی ہے۔

بندگی میں خِفّت و اہانت ہے لیکن جب مولا و آقا، اشرف و اعلیٰ ہونے کے ساتھ خالق کائنات و رب حقیقی اور مالک کل ہو تو پھر اس کی بندگی انتہائی عزت و شرف کا سبب بن جائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ عارف ربانی سید الاوصیاء حضرت علیؑ نے ایک موقع پر رب حقیقی کو مخاطب کر کے کہا " میری عزت کے لئے یہ کافی ہے کہ میں تجھ جیسی ذات کا بندہ ہوں اور میرے فخر کے لئے یہ کافی ہے کہ تو میرا رب ہے اور میں نے تجھے ویسا ہی رب پایا جیسا میں چاہتا تھا اور تو مجھے اپنا ویسا ہی عبد بنالے جیسا تو چاہتا ہے۔ " (تفسیر کبیر فخرالدین رازی جلد ۱)

کمال عبدیت و بندگی یہ ہے کہ عبد کا ہر عمل و ارادہ معبود کی مرضی کے تابع ہو جائے۔ یہی وہ مقام عبودیت ہے کہ جہاں وسوسۂ شیطانی کا گذر نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے حضرت آدم کا سجدہ نہ کرنے کے بعد شیطان نے خود اعتراف کیا تھا کہ " تیرے خالص عباد کے علاوہ سب کو بہکاؤں گا "۔ مقام عبدیت کی عظمت ہی کی بناء پر خداوند عالم نے اپنے حبیبؐ کے سفر معراج کا تذکرہ کیا تو فرمایا " پاک ہے وہ ذات جو اپنے عبد کو راتوں رات لے گیا " معراج نبویؐ مقام عبدیت کا عروج و کمال ہے۔ اسی لئے تشہد میں پہلے حضور اکرمؐ کی عبدیت کا اقرار ہے۔ پھر رسالت کا اقرار ہے۔ حضرت عیسیٰؑ نے

نے جب گہوارے میں جناب مریم کی عصمت کی گواہی دی تو پہلے اپنی عبدیت کا اعلان کیا پھر نبوت کا اظہار کیا اس لئے کہ عبدیت و بندگی میں مخلوق سے خالق کی طرف توجہ و انصراف ہے اور نبوت و رسالت میں خالق سے مخلوق کی طرف توجہ و انصراف ہے۔

اسی طرح عبادت بھی عالم غرور سے عالم سرور کی طرف اور عالم فانی سے عالم بقا کی طرف اور مخلوق سے خالق کی طرف توجہ و اشتغال ہے۔ عبدیت کے معنی غلامی کے ہیں اور غلام کے لئے تین امور ہوتے ہیں۔

(۱) اولاً غلام مال کا مالک نہیں ہوتا۔ خود غلام اور اس کا مال آقا کی ملکیت ہوتا ہے لیکن خداوند عالم ایسا مہربان آقا و مالک ہے کہ سب کچھ عطا کرتا ہے لیکن خود کچھ نہیں لیتا ــــ

(۲) غلام اس کا پابند ہے کہ مالک جہاں چاہے وہاں خرچ کرے۔ غلام کو اپنے اختیار سے خرچ کرنے کا حق نہیں ہے۔

(۳) غلام مکمل طور پر مالک و آقا کے حکم کا پابند ہوتا ہے۔ یہی حال خدا کے عباد کا ہے۔ عبد جب یہ سمجھے گا کہ میرا کچھ نہیں ہے سب کچھ خدا کا دیا ہوا ہے اور وہی مالک حقیقی ہے تو پھر عبد اپنے مال کو مالک الملک کے حکم و رضا کے مطابق صرف کرے گا۔ اگر مال ضائع بھی ہوگا تو اسے غم نہ ہوگا اور کسی چیز پر فخر و غرور نہیں کرے گا۔

عبادت و بندگی کی چند صورتیں ہیں ــــ اگر طاعت و بندگی خوف کی وجہ سے ہو تو یہ غلامانہ درجہ کی طاعت و عبادت ہے اور اگر احسان و انعام کی بنا پر طاعت ہو تو یہ مزدور و اجیر کی عبادت ہے۔ اور اگر معبود کو اطاعت و عبادت کا اہل سمجھ کر اس کی بندگی کی جائے تو یہ آزاد بندوں کی عبادت ہے۔ اسی مفہوم کو ولی الہٰی عاشق ربانی حضرت علی نے اس طرح بیان فرمایا ہے۔

"اے معبود حقیقی بعض نے جنت کی لالچ کی وجہ سے تیری عبادت کی جو مزدور اور اجیر کی عبادت ہے اور بعض نے جہنم کے خوف سے تیری عبادت کی جو غلاموں کی عبادت ہے۔ اور میں نے تیری عبادت نہ ہی تیری جنت کی لالچ کی وجہ سے کی اور نہ تیرے جہنم کے خوف کی وجہ سے کی بلکہ میں نے تجھے عبادت کا اہل پایا اس لئے تیری عبادت کی۔"

اور پھر جو قاسم جنت و نار ہو اسے جنت کی لالچ یا جہنم کا خوف کیا ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ امام شافعی نے کہا ہے،

"علی حبہ جنۃ ــ قسیم النار والجنہ ، وصی مصطفٰے حقا ــــ امام الانس والجنہ

علیؑ کی محبت جہنم سے بچنے کی ڈھال ہے ــــ اور علی ہی جنت و جہنم کے تقسیم کرنے والے ہیں اور علی ہی مصطفٰےؐ کے حقیقی وصی ہیں ــــ اور جن و انس کے امام ہیں۔

جیسا کہ صاحب دارقطنی نے اور ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں نقل کیا ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا "یا علی انت قسیم الجنۃ والنار" الخ " اے علی تم جنت و جہنم کے تقسیم کرنے والے ہو اور بروز قیامت جہنم تم سے کہے گی کہ یہ میرا ہے اور یہ آپ کا ہے۔" اور اسی حدیث کے مفہوم کو امام شافعی نے اشعار میں بیان فرمایا ہے،

عبادت فعل اختیاری ہے۔ اگر انعام کی غرض سے ہے تو خدا کا ارشاد ہے۔
"جس نے اللہ اور اس کے رسول کی طاعت کی تو خدا اسے ان باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی"۔
اور اگر طاعت وبندگی خوف سے ہے تو اس کے لئے ارشاد ہے "اور اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے"۔
عبادت تین قسم کی ہے۔ (۱) وہ عبادات جو جسم سے متعلق ہیں۔ جیسے نماز، روزہ، حج، جہاد وغیرہ۔
(۲) دوسری وہ عبادات جن کا تعلق روح وعقل سے ہے جیسے توحید ورسالت اور آخرت پر ایمان۔
(۳) اور تیسری وہ عبادات ہیں جو سیاست مدن سے متعلق ہیں یعنی آپس کے میل جول اور معاملات ومناکحات وغیرہ کے لئے قوانین الٰہی۔
لہٰذا جب "ایاک نعبد" کہا تو اس بات کا اقرار کیا کہ زندگی کے تمام مراحل میں خدائی احکام کے مطابق عمل کروں گا تاکہ زندگی کا ہر عمل و ہر حرکت عبادت بن جائے ــــ عبادت وبندگی کی منزل پر عباد کی دو قسمیں ہیں ــــ ایک وہ عبد ہے کہ جس کی نگاہ و توجہ صرف نعمات پر ہوتی ہے۔ لہٰذا منعم ومحسن سے غافل رہتا ہے اس لئے اسے نعمات کے زوال کی بھی مسلسل فکر رہتی ہے۔ اور جب مصیبت آتی ہے تو اس کی توجہ مصیبت کی طرف ہوتی ہے جس سے وہ زیادہ اذیت محسوس کرتا ہے اور بے صبری کا شکار ہو جاتا ہے۔ اور دوسرا وہ عبد ہے کہ جس کی توجہ ونگاہ ہمیشہ محسن کی طرف رہتی ہے عبادات ونعمات میں وہ منعم کی طرف متوجہ رہتا ہے لہٰذا نہ ہی اسے نعمات کے زوال کی فکر پریشان کرتی ہے اور نہ کوئی مصیبت اس کے صبر ورضا میں کوئی فرق پیدا کر سکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جن عاشقان الٰہی کی نگاہیں جمال توحید پر مرکوز تھیں تو دنیا کی کوئی نعمت اور کوئی مصیبت ان کی نگاہِ شوق کو جمال توحید سے نہ ہٹا سکی۔ کربلا کے صحرا میں شہید اعظم عاشقِ توحید پر مصائب کا ہجوم تھا۔ جوان بیٹوں، بھائیوں وبھتیجوں اور بھانجوں کی لاشیں نگاہوں کے سامنے تڑپ رہی تھیں اور دل ودماغ اپنے عزیزوں وانصار کے غم میں چھلنی ہو چکا تھا۔ لیکن یہ تمام مصائب اس عاشق ربانی کی نگاہِ شوق کو جمال توحید سے نہ ہٹا سکے۔ اور امام اپنے محبوب رب سے مخاطب ہو کر کہہ رہے تھے کہ "اے معبود حقیقی میں نے تمام خلق کو تیری محبت میں ترک کر دیا ہے۔ اور اب اپنے بچوں کو اس لئے یتیم کر رہا ہوں کہ تیرے جمال حقیقی کا دیدار حاصل ہو جائے اگر تیری محبت میں میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے بھی کر دیے جائیں پھر بھی میرا دل و دماغ تیرے غیر کی طرف جھکنے کے لئے تیار نہیں ہے۔" اس عاشق الٰہی نے عبدیت وبندگی کو کمال کی اس آخری منزل تک پہونچا دیا جہاں بندگی کے لئے یہ عبد فخر بن گیا ــــ حضرت علی صفین کے میدان میں تھے آپ کے پاؤں میں تیر لگا لیکن نہ نکل سکا۔ جب آپ نماز میں مصروف ہوئے اور سجدے میں پہونچے تو تیر کھینچ لیا گیا لیکن نہ پاؤں کو جنبش ہوئی اور نہ ہی توجہ الی الحق میں فرق آیا ــــ اسی طرح کربلا کے صحرا میں آپ کے بیٹے نے ایسا سجدۂ آخر ادا کیا کہ قاتل آکر سر جدا کر کے لے گیا لیکن اس عبد کی عبادت و بندگی میں فرق نہیں آیا۔
خدا کی ذات کو خالق ورازق حقیقی اور معبود حقیقی مان کر اس کی بندگی وعبادت کرنا صرف اسی کے لئے مخصوص ہے

لیکن عبادت کا مفہوم صرف نماز، روزہ، یا حج و زکوٰۃ تک محدود نہیں ہے۔ بلکہ ہر وہ عمل عبادت ہے جس میں خالق کی رضا شامل ہو۔ اس طرح زندگی کے تمام مراحل میں عبادت کا مفہوم حاوی ہو جائے گا۔ لہٰذا جس طرح نماز پڑھنا عبادت ہے اسی طرح رزقِ حلال کمانا بھی عبادت ہے۔ لہٰذا نماز کے ساتھ رزق حلال کمانے کو عبادت قرار دینا شرک نہیں ہے اس لئے کہ جس طرح نماز کے لئے خدا کا حکم ہے اسی طرح رزق حلال کمانے کے لئے بھی اسی کا حکم ہے۔ حج کا فریضہ ادا کرنا خدا کی عبادت و بندگی ہے لیکن حج کے اکثر اعمال خدا کے خاص بندوں کے اعمال کی یادگار ہیں۔ قربانی دینا حضرت ابراہیمؑ کے عمل کی یادگار ہے۔ صفا و مروہ پہاڑیوں کے درمیان دوڑنا جناب ہاجرہ کے عمل کی پیروی ہے اسی طرح جمروں کو پتھر مارنا، عرفات میں قیام وغیرہ حضرت ابراہیمؑ کے اعمال کی یادگار ہیں۔ لیکن یہ تمام اعمال حج کا جزو بن کر خدا کی عبادت قرار پائے۔

حج خدا کی عبادت ہے لیکن اس کے مخصوص بندوں کے اعمال کی شرکت سے حج مکمل ہو کر خدا کی عبادت بنا۔ لہٰذا اعمالِ حج میں خدا کے مخصوص بندوں کے اعمال کی پیروی کو شامل حج کرنا شرک نہیں بلکہ عین عبادتِ الٰہی ہے۔ اور احکام حج میں جو اشیاء خدا کے مخصوص بندوں کی طرف منسوب ہیں وہ خدا کی نشانیاں قرار پائیں جیسا کہ سورۂ بقرہ میں ارشاد ہے۔ "یقیناً صفا، مروہ (پہاڑیاں) خدا کی نشانیوں میں سے ہیں۔"

اور سورۂ حج میں ارشاد ہے "اور قربانی کے جانور کو ہم نے تمہارے لئے شعائر اللہ سے قرار دیا ہے اور اس میں تمہارے لئے بہتری ہے۔" ۳۵ اور ان شعائر یعنی نشانیوں کی تعظیم و تکریم کو خدا نے علامتِ ایمان قرار دیا ہے۔ جیسا کہ سورۂ مائدہ میں ارشاد ہے۔

" اے ایمان والو! خدا کی نشانیوں کی بے حرمتی نہ کرو اور نہ ہی حرمت والے مہینے کی۔ اور نہ ہی قربانی کی اور نہ ہی پٹے والے جانوروں کی (جو کعبہ کی نذر کے لئے ہوں۔) کہ جنھیں نشانی دے کر منیٰ میں لے جاتے ہیں"

خاصانِ خدا کی طرف منسوب اشیاء کی تعظیم کو علامت تقویٰ قرار دیا گیا ہے جیسا کہ اس کا ارشاد ہے۔

" اور جس نے خدا کی نشانیوں کی تعظیم و تکریم کی تو یقیناً اس سے دلوں کو تقویٰ حاصل ہوتا ہے۔

اور سورۂ حج میں اس کا ارشاد ہے۔" اور جو خدا کی حرمت والی چیزوں کی تعظیم کرے گا تو یہ اس کے رب کے ہاں اس کے حق میں بہتر ہو گا۔

ان آیات کی روشنی میں حجرِ اسود کی تعظیم، مقام ابراہیم کی تعظیم، صفا و مروہ کی تعظیم، قربانی کے ہر جانور کی تعظیم عبادت ہے اور علامت ایمان و تقویٰ ہے۔ لہٰذا انہی نشانیوں کی تعظیم کو شرک کہنا اور کفر کہنا خود کفر ہے۔ اور خدا کی احکام سے لحاظ سے عبادت و بندگی صرف خدا کی ذات کے لئے مخصوص ہے۔ خالق و رازق اور معبود حقیقی سمجھ کر جھکنا صرف وحی کی ذات کے لئے مخصوص ہے۔ لیکن خود خدا کی ذات نے معصوم مخلوق یعنی فرشتوں کو تعظیماً سجدہ کے لئے حضرت

آدم کے سامنے جھکنے کا حکم دیا تھا۔ فرشتے سجدے کے لئے جھک گئے لیکن ابلیس نے سرکشی و بغاوت کی۔ اور سجدہ تعظیمی نہیں کیا تو خدا نے لعنتی بنا کر بارگاہِ قربت سے نکال دیا ـــ حضرت آدمؑ کے سامنے حضرت آدم کو معبود یا رازق و خالق جان کر نہیں جھکایا جا رہا تھا۔ بلکہ تعظیماً و احتراماً جھکایا جا رہا تھا۔ اس لئے کہ علم الٰہی میں یہ بات پہلے سے تھی کہ ابلیس اور اس کے خاص پیروکار میرے خاص عباد کی تعظیم و تکریم سے سرکشی کریں گے۔ لہٰذا پہلے ہی سے ان کی راہ کا تعین کر دیا جائے ـــ ابلیس جناب آدمؑ کے سامنے نہیں جھکا اس نے خدا سے کہا "تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اسے مٹی سے پیدا کیا ہے۔ یعنی اس نے آدم کے جسد خاکی کو دیکھا کہ یہ تو مٹی سے بنے ہیں میں ان کے سامنے کیوں جھکوں۔ لہٰذا نہ جھکا ـــ اور فرشتے تعظیماً جھک گئے۔ فرشتے بھی جانتے تھے کہ حضرت آدمؑ مٹی سے بنے ہیں اور وہ خود نورانی ہیں لیکن فرشتوں نے یہ بات نہیں کہی کہ آدم تو مٹی سے بنے ہیں اس لئے کہ فرشتوں کی نگاہیں مٹی پر نہیں تھیں بلکہ وہ آدم کی نسبت کو دیکھ رہے تھے کہ آدم خدا کے نائب ہیں اور پھر خدا کا حکم بھی ہے اور ابلیس نے نسبت سے رخ موڑ کر کہہ دیا کہ یہ تو مٹی سے بنے ہیں۔ میں کیوں تعظیم کروں۔ یہیں سے دو نظریات کی ابتدا ہوتی ہے۔ ایک معصوم مخلوق کا نظریہ و کردار ہے اور دوسرا ابلیس کا نظریہ و کردار ہے۔ معصوم کی سیرت یہ ہے کہ نسبت کو دیکھ کر تعظیم کی جائے۔ اور ابلیس کا نظریہ ہے کہ کسی بھی بڑی سے بڑی نسبت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے شعائر الٰہی کی تعظیم و تکریم سے انحراف کیا جائے۔ والدین کی تعظیم، استاد کی تعظیم۔ بزرگوں کی تعظیم عقلاً و شرعاً لازم ہے اور ان تمام حضرات کی تعظیم و تکریم کو شرک و کفر نہیں کہا جا سکتا بلکہ ان حضرات کی تعظیم عبادت ہے۔

لہٰذا "ایاک نعبد" ہم صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں کا یہ مفہوم ہوا کہ ہم تجھے معبود اور خالق و رازق حقیقی مان کر صرف تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ لیکن جو اشیاء تیری طرف منسوب ہیں یا تیرے مخصوص بندوں کی طرف منسوب ہیں۔ ہم ان کی بھی تعظیم و تکریم عبادت جان کر بجا لاتے ہیں۔

کیوں کہ اس میں تیری رضا شامل ہے۔ امت مسلمہ نے پیغمبر اکرمؐ سے منسوب آثار کی تعظیم کی لیکن آپ کے اہل بیت اور اولاد کی ایسی بے حرمتی کی کہ جس کی نظیر تاریخ انسانی میں نہیں مل سکتی۔ شہادت امام حسینؑ کے بعد عمر سعد نے اپنے لشکر سے کہا کہ امام کی سواری کے گھوڑے کو پکڑ لیا جائے لیکن جب شامی گھوڑے کو نہ پکڑ سکے تو کچھ سپاہیوں نے کمانوں پر تیر چڑھا کر گھوڑے کو مارنا چاہا تو فوراً عمر سعد نے سختی سے منع کیا کہ خبردار کوئی تیر نہ چلائے تمہیں معلوم نہیں ہے کہ یہ رسول خدا کی سواری کا گھوڑا ہے تو تمام ہاتھ رک گئے۔

حیرت کی بات ہے کہ پیغمبر اکرمؐ کی سواری کی عزت کا احساس ہو لیکن دوشِ نبوت کے سوار کی حرمت و عزت کو پامال کیا جائے۔

وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ﴿۴﴾

"اور ہم تجھی سے مدد چاہتے ہیں"

"مالک یوم الدین" سے واضح ہے کہ انسان اس دنیا سے دار آخرت کی طرف، دار الفناء سے دار البقاء کی طرف منتقل ہوگا۔ اور یہ دنیا مزرعۂ آخرت ہے۔ لہٰذا دار آخرت کے لئے زاد واستعداد کی ضرورت ہے جسے یہاں دنیا میں فراہم کرنا ہے۔ اور زادِ آخرت خدا کی اطاعت وبندگی ہے۔ اس لئے اقرار کیا گیا کہ "ایاک نعبد" اور ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں" پھر جب اپنی کمزوری اور ازلی دشمن شیطان کے وساوس کا خیال آیا تو اس کے وساوس سے بچنے کے لئے قادر مطلق، مالک حقیقی کے سہارے کی ضرورت لاحق ہوئی تو خدا سے درخواست کی کہ "وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْن" ہم تجھی سے مدد چاہتے ہیں"۔ یعنی اے معبود حقیقی تیری طاعت وبندگی پر باقی رہنے اور وساوس شیطانی سے بچنے کے لئے ہم تیری ہی مدد ونصرت کے محتاج ہیں۔ لہٰذا اپنی نصرت وتائید ہمارے شامل حال فرما تاکہ شیاطین جن وانس سے محفوظ رہ سکیں۔

جس طرح "ایاک نعبد" میں جمع کا صیغہ استعمال کرکے تمام مخلوق کو عبادت میں شریک کیا گیا ہے اسی طرح "ایاک نستعین" میں جمع کا صیغہ استعمال کرکے تمام مخلوق کی طرف سے خدا سے نصرت واستعانت طلب کی گئی ہے۔ جس طرح "ایاک نعبد" میں اپنے جسم کے تمام حواس واعضاء کو طاعت الٰہی میں استعمال کرنے کا اقرار کیا گیا ہے اسی طرح "ایاک نستعین" میں تمام حواس واعضاء کو خدا کی طاعت وبندگی میں استعمال کرنے کے لئے خدا سے نصرت طلب کی گئی ہے۔ تاکہ ہر عضو وحاسہ خدا کی طاعت ورضا کا پابند ہو جائے۔

تمام کائنات کا خالق ومالک اور مدبر حقیقی خداوند عالم ہے۔ اس کے اختیارات وکمالات میں اس کا کوئی شریک وساتھی نہیں ہے۔ لیکن اس نے اس دنیا کو دار الاسباب بنایا ہے اور کائنات کی تمام اشیاء کو آپس میں ایک دوسرے کا معاون ومددگار قرار دیا۔ نظام تکوینی وتشریعی دونوں کا قیام اسی تعاون پر ہے اور انسان کو مدنی بالطبع خلق کیا ہے۔ یعنی مل جل کر رہنا فطرت انسانی ہے۔ لہٰذا ضروریات زندگی کی تکمیل میں انسان ایک دوسرے کے تعاون ومدد کا محتاج ہے۔ اناج کے حصول کے لئے کسان کا محتاج، مکان کی تعمیر کے لئے معمار کا محتاج۔ لباس کی تیاری کے لئے خیاط کا محتاج۔ علاج کے لئے طبیب کا محتاج، ہدایت کے حصول کے لئے ہادی کا محتاج، غرض قدم قدم پر انسان احتیاجات میں گھرا ہوا ہے۔ اور ایک دوسرے سے تعاون ہی سے معاشرتی زندگی تکمیل ہوتی ہے۔ چنانچہ سورۂ مائدہ میں خداوند عالم کا ارشاد ہے

"تم سب نیکی و پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔ اور گناہ و ظلم و زیادتی کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون مت کرو۔"

لہٰذا کاروبار حیات میں ایک دوسرے کی مدد کرنا اور ایک دوسرے سے مدد طلب کرنا حکم الٰہی کی پیروی اور عبادت ہے۔ خداوند عالم کی ذات جسم و جسمانیات سے پاک ہے۔ اس نے اپنے فیوضات کے لئے اسباب و وسائط قرار دیئے ہیں۔ رازق حقیقی وہی ہے لیکن وہ خود کسی کو رزق دینے نہیں آتا۔ بلکہ اس نے حصولِ رزق کے لئے اسباب و وسائط قرار دیئے ہیں۔ انسان اپنے ہم جنس یعنی انسان کے ہاں محنت مزدوری کر کے رزق حاصل کرتا ہے۔ مسلمان کبھی کفار کے ہاں محنت مزدوری کر کے رزق حاصل کرتا ہے لیکن کہتا یہی ہے کہ خدا روزی دیتا ہے اور خود خدا بھی کہتا ہے کہ ہم روزی دیتے ہیں۔ سورۂ جمعہ میں اس کا ارشاد ہے۔ واللّٰہ خیر الرازقین "اور اللہ تمام رزق دینے والوں سے سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔"

اس آیت سے واضح ہے کہ خدا کے علاوہ اور بھی رازق ہیں۔ اگرچہ رازقِ حقیقی صرف خداوند عالم کی ذات ہے۔ اور وہ اپنی مخلوق میں سے جسے رزق کثیر عطا کرتا ہے وہ اس کے دیئے ہوئے رزق میں سے دوسروں تک اللہ کی پہنچانے کا ذریعہ بنتا ہے۔ تو خدا نے اسے بھی رازق قرار دیا ہے۔

ہر مرض سے شفا خداوند عالم عطا کرتا ہے اور اس کا ایک نام "الشافی" شفا دینے والا ہے لیکن اس نے ہر مرض کے لئے دوا پیدا کی ہے۔ بعض پودوں میں شفا کی صفت خلق کی ہے۔ اطباء مرض کی تشخیص کر کے دوا تجویز کرتے ہیں اور انسان اسی دوا کو استعمال کر کے شفا پاتا ہے۔ لیکن کہتا یہی ہے کہ خدا نے شفا عطا کی ہے۔ حضرت موسیٰؑ بیمار ہوئے تو بنی اسرائیل کے بزرگ ان کے پاس آئے اور کہا کہ اجازت دیجئے کہ ہم جڑی بوٹیوں سے آپ کے لئے دوا تیار کر لائیں۔ تو حضرت موسیٰؑ نے کہا کہ مجھے دوا کی ضرورت نہیں ہے خدا شفا عطا کرے گا۔ ایک دو روز گذرے کہ بیماری اور بڑھ گئی تو بارگاہ الٰہی میں عرض کیا کہ میں نے تجھ پر بھروسہ کر کے دوا استعمال نہیں کی تو بیماری اور بڑھ گئی — تو خدا کی طرف سے جواب ملا کہ اے موسیٰؑ کیا تم ہم پر بھروسہ کر کے ہمارے فعل کی حکمت کو ضائع کرنا چاہتے ہو۔ ان جڑی بوٹیوں کو ہم نے پیدا کیا ہے اور ان میں شفا کی صفت ہم نے خلق کی ہے۔ لہٰذا جب تک دوا کو استعمال نہیں کرو گے شفا نہیں عطا کروں گا۔ تو حضرت موسیٰؑ نے بنی اسرائیل کے بزرگوں کو بلا کر ان سے دوا تیار کرائی اور استعمال کرتے ہی صحت یاب ہو گئے۔

سورج کی شعاعوں کے ڈول سطح سمندر سے پانی کو کھینچ کر فضا میں ہوا کے دوش پر سوار کر دیتے ہیں اور ہوائیں ان بادلوں کو خشک زمینوں پر لے جا کر برساتی ہیں۔ جب مردہ زمین کی رگوں میں پانی پہونچتا ہے اور اس میں زندگی کی لہر دوڑ جاتی ہے اور سبزہ لہلہانے لگتا ہے تو خدا فرماتا ہے۔ "اللہ وہ ہے جو مردہ زمین کو زندگی عطا کرتا ہے۔"

انسان زندگی کی مشکلات اور مصائب میں خداوند عالم سے نصرت و مدد طلب کرتا ہے اور اس کے اسماء میں سے ایک نام "النصیر" مدد کرنے والا ہے۔ سورۂ مومن میں اس کا ارشاد ہے "ہم اپنے رسولوں اور مومنین کی دنیاوی زندگی میں مدد کرتے ہیں" لیکن خداوند عالم کسی کی مدد کرنے کے لئے خود نہیں آتا۔

سورۃ آلعمران میں اس کا ارشاد ہے " ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ " یقیناً خدا نے جنگ بدر میں تمہاری مدد کی۔ جبکہ تم دشمن کے مقابلے میں بالکل بے حقیقت تھے "

چنانچہ جنگ بدر، احد اور حنین میں خداوند عالم نے اپنے حبیب کی اور مسلمانوں کی نصرت و مدد فرشتوں کے ذریعے کی خود مدد کرنے کے لئے نہیں آیا کیونکہ وہ جسم اور جسمانیات سے بالکل پاک ہے۔ اس گفتگو سے یہ بات واضح ہوگئی کہ الٰہی فیوضات اور اس کی نصرت و مدد بغیر وسائل و وسائط کے ہم تک نہیں پہونچتی۔ اسی لئے پیغمبر اسلام نے کفر کی یلغار کو دیکھ کر اور باطل کے حملوں کی شدت کو محسوس کرتے ہوئے خداوند عالم سے ظاہری ناصر و مددگار کی درخواست کی جیسا کہ سورۂ بنی اسرائیل میں حضور اکرمؐ کی دعا موجود ہے۔ " واجعل لی من لدنک سلطاناً نصیرا " اور تو اپنی طرف سے مجھے ایک طاقتور غالب و ناصر مددگار عطا فرما۔"

پیغمبر اکرمؐ نے اصحاب و مومنین کے ہوتے ہوئے خدا سے ایک خاص مددگار کے لئے درخواست کی اور وہ ایسا مددگار ہو جو غالب علی کلِّ غالب ہو۔ پیغمبرؐ کی منشا و مرضی کے مطابق ہو۔ لہٰذا جو پیغمبر اکرمؐ کا ناصر و مددگار ہوگا۔ لہٰذا اس ناصر و مددگار رسولؐ سے مدد طلب کرنا سنت رسولؐ کی پیروی ہوگی شرک نہیں ہوگا۔ اسی ناصر پیغمبرؐ کا سورہ انفال میں خداوند عالم نے اسطرح تذکرہ کیا ہے " ھوالذی ایدک بنصرہ و بالمومنین " خدا تو وہی ہے جس نے اپنی نصرت خاص اور مومنین کے ذریعہ تمہاری تائید و مدد کی ہے۔" اس آیت کے ذیل میں تفسیر درمنثور میں ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا مکتوب علی العرش لا الہ الا اللہ انا وحدی لا شریک لی محمد عبدی و رسولی ایدتہ بعلی و ذالک ھوالذی ایدک بنصرہ و بالمومنین " عرش پر لکھا ہے کہ میرے علاوہ کوئی معبود نہیں میں یکتا ہوں میرا کوئی شریک نہیں محمد میرا بندہ اور میرا رسول ہے۔ میں نے اس کی مدد علی سے کی ہے اور یہی مطلب ہے اس آیۃ کا۔ ھوالذی ایدک بنصرہ الخ " چنانچہ پیغمبر اکرمؐ کے تمام غزوات میں حضرت علیؑ نے پیغمبر اکرمؐ کا ناصر ہونے کا عملی ثبوت پیش کیا۔ غزوہ احد میں جبکہ مسلمان پیغمبر اکرمؐ کو چھوڑ کر پہاڑ پر چڑھ گئے تھے۔ جیسا کہ سورۂ آلعمران میں ہے کہ صحابہ کرام بھاگ کر احد پہاڑ پر چڑھتے جا رہے تھے اور رسولؐ ان کو پکارے جا رہے تھے۔ ایسے نازک موقع پر ناصر پیغمبر اکرمؐ حضرت علیؑ نے نصرت و مدد کا وہ مثالی کردار ادا کیا کہ جبرئیل نے علی کی نصرت اور ایثار و قربانی کو دیکھ کر فضا میں اعلان کیا:

" لا فتیٰ الا علی ولا سیف الا ذوالفقار " علی جیسا کوئی جوانمرد نہیں اور ذوالفقار جیسی کوئی تلوار نہیں۔ اور پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا کہ یا علی تم کیوں نہیں بھاگے تو عرض کیا یا رسول اللہ کیا اسلام کے بعد کافر ہو جاتا۔

مدارج النبوۃ

الغرض خداوند عالم کے فیوضات کے لئے وسائط و وسائل کا اقرار عین ایمان ہے۔ اور ان وسائط کے ذریعہ نصرت و مدد حاصل کرنا شرک نہیں ہے۔

خود خداوند عالم کو جب اپنا تعارف کرانے کی ضرورت پیش آئی تو اس نے اپنی طرف سے انبیاء و رسل اور اولیاء کو اپنی صفات کا مظہر بنا کر بھیجا اور ان کو اپنی ذات تک رسائی اور اپنے تعارف کا ذریعہ و وسیلہ قرار دیا۔ اور ان کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا۔ جیسا کہ سورۂ نساء میں اس کا ارشاد ہے "جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی" لہٰذا رسول کی اطاعت کو خدا کی اطاعت قرار دینا شرک نہیں بلکہ عین ایمان ہے۔

اور سورہ الفتح میں اپنے رسولؐ سے خدا کا خطاب ہے "جس نے تیری بیعت کی اس نے خدا کی بیعت کی" لہٰذا رسولؐ کی بیعت کو خدا کی بیعت قرار دینا شرک نہیں عین ایمان ہے۔

اسی طرح پیغمبر اکرمؐ نے جب کفار مکہ کی طرف مٹھی بھر کر مٹی پھینکی تو خدا نے فرمایا "یہ تم نے نہیں پھینکی بلکہ اللہ نے پھینکی ہے۔ (انفال) یعنی عمل رسول کو خدا نے اپنا فعل قرار دیا ہے۔ لہٰذا فعل رسول کو فعل خدا قرار دینا شرک نہیں بلکہ عین ایمان ہے۔

ولی مطلق خدا کی ذات ہے لیکن اس نے اپنی ولایت میں اپنے رسول اور رکوع میں زکوٰۃ دینے والے (علیؑ) کو شریک قرار دیا ہے۔ جیسا کہ سورۂ مائدہ میں اس کا ارشاد ہے "تمہارا ولی صرف اللہ ہے اور اس کا رسول اور رکوع کی حالت میں زکوٰۃ دینے والا" لہٰذا خدا کو ولی کہنے کے ساتھ اس کے رسول کو ولی کہنا اور رکوع میں زکوٰۃ دینے والے (حضرت علیؑ) کو ولی کہنا شرک نہیں ہے۔ بلکہ عین ایمان ہے۔

تمام کائنات کا یعنی مادہ و صور کا خالق خداوند عالم ہے۔ لیکن سورۂ مومنون میں اس کا ارشاد ہے۔ "فتبارک اللہ احسن الخالقین" تو اللہ بابرکت ہے کہ جو تمام پیدا کرنے والوں سے بہترین خالق ہے۔" اس آیت سے واضح ہے کہ خداوند عالم کے علاوہ وہ بھی خالق ہیں۔ جیسا کہ سورۂ آلعمران میں حضرت عیسیٰؑ کا قول موجود ہے کہ آپ نے بنی اسرائیل سے کہا "انی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر" میں گیلی مٹی سے تمہارے لئے پرندے کی مانند پرندہ پیدا کرتا ہوں۔" خداوند عالم بھی خالق اور اس کی دی ہوئی قوت و صلاحیت سے مٹی سے حضرت عیسیٰؑ پرندہ پیدا کرنے کی بناء پر وہ بھی خالق ہوئے۔ لہٰذا حضرت عیسیٰؑ کو اس پرندے کا خالق کہنا شرک نہیں ہے۔ خداوند عالم مردوں کو زندہ کرتا ہے لیکن اس کا نمائندہ یعنی حضرت عیسیٰؑ اس کی دی ہوئی قوت سے مردے زندہ کرتے ہوئے اعلان کرتے ہیں کہ "اذن الٰہی سے میں مردے زندہ کرتا ہوں" (آلعمران)

لہٰذا خدا کے ساتھ اس کے نمائندوں کو مردے زندہ کرنے پر قادر ماننا شرک نہیں بلکہ عین ایمان ہے۔

جب خداوند عالم نے اپنے انبیاء و اولیاء کو اپنی اطاعت میں، اپنی عزت میں، اپنی قدرت میں، اپنی ولایت میں، اپنی صفات میں، اور اپنی نصرت میں شریک قرار دیا ہے تو اولیاء الٰہی سے نصرت و مدد مانگنا دراصل خدا سے مدد مانگنا ہے۔ کیونکہ اس کے انبیاء و اولیاء کے بغیر اس کی رضا و نصرت حاصل نہیں ہو سکتی ۔ غیر اللہ وہ ہے جس کا تعلق خدا سے نہ ہو۔ جو دشمن خدا ہے وہ غیر اللہ ہے اور جو خدا کے خاص عبد ہوں مظہر صفات الٰہی ہوں جن کی رضا خدا کی

رضا ہو - جن کی طاقت خدا کی طاقت ہو وہ غیر اللہ نہیں ہیں - غیر خدا سے نصرت و مدد طلب کرنے کو شرک قرار دینے والے جب مصیبت میں مبتلا ہوتے ہیں تو مشرق و مغرب کی بڑی طاقتوں کو مدد کے لئے کیوں پکارتے ہیں۔

ابھی حال ہی میں خانہ کعبہ کو چند مسلمانوں کے قبضہ سے چھڑانے کے لئے کن لوگوں سے مدد حاصل کی گئی تھی - اگر غیر خدا سے مدد مانگنی شرک ہے تو یہ مدد کیوں حاصل کی گئی تھی --- خدا رب العالم قادر مطلق ہے وہ بھی اپنے بندوں سے نصرت و مدد طلب کرتا ہے جیسا کہ سورۂ محمد میں خدا کا مومنین سے خطاب ہے - " ان تنصروا اللہ ینصرکم و یثبت اقدامکم " اگر تم نے اللہ کی مدد کی تو خدا تمہاری مدد کرے گا - اور تمہیں ثبات قدم عطا کرے گا۔"

اس آیت میں خدا نے شرط عائد کر دی ہے کہ " تم خدا کی نصرت و مدد کے طالب ہو تو پہلے خدا کی مدد کرو پھر خدا تمہاری مدد کرے گا - علامہ نے تفسیر انوار النجف میں اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے کہ خدا کی مدد کرنے سے مراد اس کے دین اور اس کے گروہ کی مدد کرنا ہے " یعنی خدا کے انبیاء اور اولیاء کی راہ حق میں نصرت و مدد کرنا خدا کی مدد کرنا ہے اور اسی طرح اولیاء الٰہی سے نصرت و مدد طلب کرنا خدا سے مدد طلب کرنا ہے - اگر خدا اپنے بندوں سے مدد طلب کرے تو اس کی توحید میں فرق نہیں آتا - اسی طرح اگر مومنین خدا کے انبیاء و اولیاء سے مدد طلب کریں تو ان کے ایمان میں بھی فرق نہیں آتا - حضرت عیسیٰ - ہر زمانہ میں صاحب شریعت ہیں - ان کے لئے سورۂ آل عمران میں ہے کہ انھوں نے اپنے حواریوں سے کہا " من انصاری الی اللہ " خدا کی طرف میرا کون ناصر و مددگار ہے " تو حواریوں نے کہا " نحن انصار اللہ " ہم اللہ کے ناصر و مددگار ہیں " ---

اور سورۂ الحدید میں ہے کہ " لیعلم اللہ من ینصرہ ورسلہ " اور خدا دیکھنا چاہتا ہے کہ کون اس کی اور اس کے رسولوں کی مدد کرنا چاہتا ہے "

جس طرح ہماری نصرت و مدد خدا تک اس کے رسولوں اور اولیاء کے ذریعہ پہونچتی ہے اسی طرح اس کی نصرت و مدد ہم تک اس کے رسولوں اور اولیاء کے ذریعہ پہونچتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ مومنین مصیبت و مشکل کے وقت خدا کے اولیاء کو پکارتے ہیں - چنانچہ سورۂ القصص میں حضرت موسیٰؑ کے سلسلے میں ہے کہ " فوجد فیہا رجلین یقتتلٰن ھذا من شیعتہ وھذا من عدوّہ فاستغاثہ الذی من شیعتہ علی الذی من عدوّہ الخ ۔ تو موسیٰؑ نے وہاں دو آدمیوں کو آپس میں لڑتے پایا - یہ ایک موسیٰؑ کا شیعہ تھا اور یہ دوسرا ان کے دشمن کی قوم کا تھا تو موسیٰؑ کے شیعہ نے دشمن کے خلاف موسیٰؑ کو مدد کیلئے پکارا - یہ سنتے ہی موسیٰؑ نے اس دشمن کو ایک ہی گھونسہ مار کر اس کا کام تمام کر دیا " الخ

اس آیت سے واضح ہے کہ حجت خدا کو نصرت و مدد کے لئے پکارنا جائز ہے اور جب حجت خدا کو مدد کے لئے پکارا جاتا ہے تو وہ مدد کے لئے پہونچتے ہیں - اگر کہا جائے کہ جناب موسیٰؑ تو سامنے زندہ موجود تھے اس لئے ان کے شیعہ نے ان کو مدد کے لئے پکارا - اور محمدؐ اور آل محمدؐ تو دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں تو اس کے جواب کے لئے اتنا

کافی ہے کہ ہر مسلمان روزانہ نماز کے سلام میں پیغمبر اکرمؐ کو مخاطب کر کے کہتا ہے۔

"السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ" اے نبی اکرمؐ آپ پر سلام اور اللہ کی رحمت و برکت ہو۔"

اگر پیغمبر اکرمؐ زندہ نہیں ہیں اور نہیں سنتے ہیں تو ہزاروں میل دور دنیا کے کونے کونے میں نماز کے سلام میں پیغمبر اکرمؐ کو کیوں مخاطب کیا جاتا ہے۔ جس سے واضح ہے کہ دنیا کے کسی کونے سے پیغمبر اکرمؐ کو سلام بھیجا جائے آپ اسے سنتے ہیں کیونکہ آپ زندہ ہیں۔ اگر انسان دو لاکھ چالیس ہزار میل دور چاند تک پہونچ جائے اور وہاں سے اس کی گفتگو کو زمین پر بیٹھے سنا جا سکے بلکہ اس کی نبض اور دل کی حرکت کو محسوس کیا جائے تو پھر حجۃ خدا اس دنیا کے کسی کونے میں ہو، کوئی پکارے اس کی آواز کو سنتا ہے۔

جیسا کہ شیخ عبد الحق محدث دہلوی نے مدارج النبوۃ میں پیغمبر اکرمؐ کی حیات کو پیغمبر اسلام کے ارشادات سے ثابت کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا۔

"الانبیاء احیاء فی قبورھم ویصلون الحدیث" انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور ان تک گفتگو پہونچتی ہے۔

اور حدیث میں ہے کہ پیغمبر اکرمؐ فرمایا۔ "ما من مسلم یسلم علیّ الا رد اللہ علیّ روحی حتیٰ ارد علیہ السلام: جو مسلمان مجھ پر سلام بھیجتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے سلام کو میری روح تک لوٹاتا ہے اور میں ان کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

حدیث صحیح میں ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا "جمعہ کے روز مجھ پر کثرت سے درود و سلام بھیجا کرو کیونکہ تمہارا سلام و صلوٰۃ میرے سامنے پیش ہوتا ہے۔ صحابہ نے کہا یا رسول اللہؐ ہمارا سلام آپ کے پاس کس طرح پیش کیا جائے گا۔ تو آپ نے فرمایا خدا نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ انبیاءؑ کے اجسام کو کھائے (مدارج النبوۃ)

طوالت سے بیان کو مختصر کیا جاتا ہے۔ بہر حال خدا کو نصرت و استعانت کا مرکز جانتے ہوئے اس کے نمائندوں سے مدد مانگنا شرک نہیں ہے بلکہ عین منشائے الٰہی ہے۔

لہٰذا "ایاک نستعین" ہم تجھی سے مدد چاہتے ہیں کے معنی یہ ہوئے کہ ہم زندگی کی تمام مشکلات میں تجھ سے مدد کے طالب ہیں۔ چاہے تجھے پکارا جائے یا تیرے نمائندوں کو پکارا جائے۔ مرکز تیری ہی ذات ہے۔

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ﴿۵﴾

"تو ہمیں سیدھے راستے پر ثابت قدم رکھ"

حضرت علیؑ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا "ہمارے لئے اپنی توفیق کو دائم رکھ کہ جس کے سہارے زمانہ ماضی میں ہم نے تیری اطاعت کی تاکہ اپنی باقی ماندہ زندگی میں بھی تیرے اطاعت گذار رہیں"۔ امام جعفر صادقؑ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا۔ "اپنے اس راستے کو تھامے رکھنے میں ہماری رہبری فرما جو راستہ تیری محبت تک اور تیری جنت تک پہونچاتا ہے اور ہمیں اپنی خواہشات کی پیروی سے روکتا ہے۔

"اھدنا" یعنی راہ ہدایت پر ہمیں ثابت قدم رکھ جس طرح "ایاک نعبد" میں خدا کی بندگی وطاعت میں تمام عباد کو شریک کیا گیا ہے اور ساتھ ہی اپنے تمام اعضاء وحواس کا خدا کی بندگی وطاعت میں استعمال کرنے کا اقرار ہے۔ اسی طرح "وایاک نستعین" میں بھی تمام عباد کی طرف سے طاعت وعبادت پر باقی رہنے اور اپنے اعضاء وحواس کو اس کی طاعت میں استعمال کرنے کے لئے خداوند عالم سے توفیق اور نصرت کی درخواست کی گئی ہے۔ اسی طرح "اھدنا الصراط المستقیم" میں بھی تمام عباد کی طرف سے صراط مستقیم پر قائم رہنے اور اپنے اعضاء وحواس کو طاعت الٰہی پر برقرار رکھنے کے لئے خدا سے توفیق کی درخواست کی گئی ہے ـــ یعنی خدا کی عبادت کرنے اور اس سے نصرت طلب کرنے اور صراط مستقیم پر باقی رہنے کی درخواست میں دوسرے برادران ایمانی کو بھی شریک کیا گیا ہے۔ اسی بناء پر پیغمبر اکرمؐ کا ارشاد ہے "خدا سے ایسی زبانوں کے ساتھ دعا مانگو کہ جن زبانوں سے خدا کی نافرمانی نہ کی ہو۔ عرض کیا گیا ہم میں سے کسی کی زبان ایسی نہیں ہے تو پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا کہ تم آپس میں ایک دوسرے کے لئے دعا کرو کیونکہ تم نے دوسروں کی زبان سے نافرمانی نہیں کی اور نہ ہی دوسروں نے تمہاری زبان سے نافرمانی کی ہے"

جس طرح رب حقیقی خدا کی ذات ہے اور تقاضائے ربوبیت کے مطابق اس نے ہر ذی حیات کو جسم وقوی عطا کئے ہیں یعنی ہر مخلوق کو جس طرح ہونا چاہئے تھا اور جس طرح کی ترکیب وتخلیق سے اس کی تربیت کی تکمیل ہو سکتی تھی اسی طرح اس نے خلق کیا تاکہ تربیت میں نقص کی وجہ سے کوئی شئے کمال سے محروم نہ رہنے پائے۔ اسی طرح اس نے ہر ذی حیات کے لئے فطری ہدایت کا بھی انتظام کیا ہے۔ یہی فطری ہدایت ہر ذی حیات کو زندگی ومعیشت کی راہ پر لگاتی ہے اور ضروریات حیات کی تلاش میں رہنمائی کرتی ہے۔ اگر فطرت کی یہ ہدایت نہ ہوتی تو کوئی مخلوق اپنی زندگی وبقا کا سامان فراہم نہ کر سکتی اسی لحاظ سے ہدایت کے چند مراحل ہیں کہ جن پر حیات حیوانی اور حیات عقلانی کا دار ومدار ہے۔

۱۔ ہدایت کا پہلا درجہ وجدان طبعی ہے یعنی فطری والہامی ہدایت کا ہے جو ہر ذی حیات کا فطری وطبعی اور اندرونی الہام ہے ـــ نباتات اپنے نمو کی طرف طبعاً وفطرتاً ہدایت پاتے ہیں ـــ شہد کی مکھی

فطری و اندرونی الہام کی بنا پر مسدس چھتہ بناتی ہے۔ اور پھولوں سے رس حاصل کر کے شہد تیار کرتی ہے۔ اسے کسی خارجی ہدایت کی ضرورت نہیں ہے اس کی باطنی اور فطری ہدایت ہی اس کے تمام کارناموں میں اس کی رہبری کرتی ہے پرندے پیدائش سے فطری کمالات کے حامل ہوتے ہیں۔ ان کو فضا میں اڑنے کے لئے کسی خارجی تربیت و ہدایت کی ضرورت نہیں ہوتی۔ مچھلی کا بچہ پیدا ہوتے ہی فطری ہدایت کی بناء پر پانی میں تیرتا ہے اور بچوں میں بغیر کسی خارجی ہدایت و رہبری کے وجدان طبعی کی بناء پر غذا کا شعور ہوتا ہے۔ چنانچہ بچہ غذا کے لئے روتا ہے اور ماں کا سینہ ملتے ہی خاموش ہو جاتا ہے اور بخوشی غذا حاصل کرنے لگتا ہے۔

۲- ہدایت کا دوسرا درجہ حواس کی ہدایت کا ہے۔ حیوانی زندگی میں حواس کی ہدایت اس کی باطنی و فطری ہدایت کی تکمیل کرتی ہے۔ وجدان طبعی اور حواس کی ہدایت میں انسان اور حیوان دونوں شریک ہیں بلکہ حواس کی ہدایت میں انسان سے حیوان قوی تر ہے کیونکہ حیوان کے حواس اور باطنی الہام پیدائش کے ساتھ مکمل ہوتے ہیں لیکن انسانی حواس و ادراک تدریجاً مکمل ہوتے ہیں۔

(۳) ہدایت کا تیسرا درجہ عقل کی ہدایت ہے جو انسان کے لئے مخصوص ہے۔ یہ عقل ہی کی فطری ہدایت ہے کہ جس نے انسان کے آگے غیر محدود ترقیات کا راستہ کھول دیا ہے اور اسے تمام کائنات ارضی و سماوی کی مخلوقات کا خلاصہ بنا دیا ہے۔ انسان کو اجتماعی زندگی بسر کرنے اور حقائق کائنات میں غور و فکر کرنے کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ لہٰذا اسے حیات اجتماعی اور تسخیر کائنات کے لئے صرف وجدان طبعی اور حسِ ظاہری کافی نہیں دیئے گئے جس طرح کہ شہد کی مکھی اور چیونٹی وغیرہ کو دیئے گئے ہیں کہ ان میں سے فطری الہام و ہدایت کے ذریعہ اپنی جمعیت کے لئے اپنے وظیفہ عمل کو انجام دیتا ہے۔ جس سے اس کی حیاتِ نوعی قائم ہے انسان کو اس طرح الہام کی وافر مقدار نہیں دی گئی۔ اس کی ہدایت حس اور وجدان طبعی کی ہدایت سے بلند تر ہے۔ اس کے لئے عقل کی ہدایت ہے۔ عقل کی ہدایت حواس کے ادراک کی اصلاح کرتی ہے۔ اور ان کے اسباب کی تصحیح کرتی ہے۔ دور بینی نگاہ جس بڑی چیز کو چھوٹا دیکھتی ہے عقل اس کی حقیقت کی طرف رہبری کرتی ہے۔ پانی میں سیدھی لکڑی نگاہوں کو ٹیڑھی دکھائی دیتی ہے لیکن عقل جانتی ہے کہ یہ نگاہوں کا دھوکہ ہے۔ صفراوی مزاج کے منہ کا ذائقہ بدل جاتا ہے لہٰذا وہ میٹھا کو کڑوا محسوس کرتا ہے لیکن عقل قوتِ ذائقہ کے فساد کا فیصلہ کرتی ہے۔ غرض حواس جہاں جہاں غلطی کرتے ہیں وہاں عقل کی ہدایت، رہبری اور اصلاح کرتی ہے۔ پھر حواس کی طرح عقل بھی اپنے ادراکات میں غلطی کرتی ہے۔ انسان اپنے حواس و عقل سے کام لینے میں سعادتِ شخصی و نوعی میں خطا کرتا ہے۔ جس سے گمراہی کا شکار ہو جاتا ہے۔ اور پھر لذات و خواہشات کا تابع بن کر ہلاکت کا شکار ہو جاتا ہے۔ اکثر اوقات جب نفسانی خواہشات و جذبات اور عقل کے درمیان کشمکش ہوتی ہے۔ تو اکثر حالات میں جذبات کی فتح ہوتی ہے۔ اسی طرح معاشرتی زندگی میں بھی عقل کی کوتاہی کی بناء پر فساد پیدا ہوتا ہے ـــــ لہٰذا عقل بھی ایسی ہدایت کی محتاج ہے جو اسے خواہشات کی تاریکیوں سے نکال کے خواہشات کی حدود کا تعین کرے تاکہ ان حدود کے اندر رہتے ہوئے ظلم و فساد اور معصیت کا خاتمہ ہو۔ اور انسانی معاشرہ نیکی

اور امن و اخوت کا گہوارہ بن جائے ـــــ یہی دین کی ہدایت ہے کہ جس کا انتظام اس خالق نے کیا ہے کہ جس نے انسان کی ظاہری تربیت کا انتظام کیا ہے۔ جس طرح وجدان طبعی کی ہدایت کے ساتھ حواس کی ہدایت کی ضرورت تھی۔ کیونکہ وجدان کی ہدایت ایک خاص حد سے آگے نہیں بڑھ سکتی اس لئے اس کے ساتھ حواس کی ہدایت کا انتظام کیا گیا ہے اسی طرح حواس کی ہدایت کے محدود ہونے کی بناء پر ان کے ساتھ عقل کی ہدایت کا انتظام کیا گیا ہے۔ کیونکہ حواس کی ہدایت بھی چند شرائط کے ساتھ ایک خاص حد سے آگے رہبری نہیں کر سکتی۔ پھر اسی طرح عقل کی کوتاہیوں کی بناء پر اس کے ساتھ ایک خارجی ہدایت کا انتظام کیا گیا ہے۔ جس طرح وجدان کی لغزشوں کی اصلاح کے لئے حواس کی ضرورت تھی اور حواس کی لغزشوں کی اصلاح کے لئے عقل عطا کی گئی۔ اسی طرح عقل کی کوتاہیوں کی اصلاح اور رہبری کے لئے ایک اور ہدایت کی ضرورت تھی۔ اسی لئے خالق فطرت نے چوتھے مرتبہ ہدایت کا انتظام کیا۔ یہی مرتبہ ہدایت ہے کہ جسے وحی و نبوت کی ہدایت کہا گیا ہے۔ وجدان طبعی کی ہدایت سعی و طلب کا جذبہ پیدا کرتی ہے جیسا کہ خالق فطرت کا ارشاد ہے ـــ "الذی خلق فھدیٰ" خدا وہ ہے جس نے مخلوقات کو پیدا کرنے ہی ہدایت کردی۔"

اسی وحی و نبوت کی ہدایت نے انسان کو اس کے مقصد حیات سے متعارف کرایا اور اس کے آغاز و انجام سے اسے آگاہ کیا۔ اور اسے اپنے خالق اور رب حقیقی کی معرفت کرائی جب انسان ان باتوں سے متعارف ہوگیا تو اسے خالق حقیقی کے سامنے جھکا دیا گیا۔ اور انسان نے اپنے خالق حقیقی کی ربوبیت و رحمت و قدرت کا اعتراف کرتے ہوئے اس سے درخواست کی کہ جب تیری وحی و دین کی ہدایت سے میں نے صراط مستقیم کو پالیا ہے۔ لہٰذا اس راہ حق پر باقی رہنے کے لئے تو میری مدد فرما۔ جس طرح تو نے اپنے فیض رحمت سے میری تربیت ظاہری کے انتظام میں میری مدد کی ہے۔ یعنی جس طرح تربیت مادی تیری رحمت کا فیض ہے۔

اسی طرح تربیت عقلی و روحانی بھی تیری رحمت کا فیض ہے۔ لہٰذا اس امتحان کی دنیا میں راہ ہدایت پر باقی رہنے میں اپنی توفیق شامل حال فرما تاکہ آخرت میں تیری ابدی نعمات کے مستحق ہو جائیں۔ اسی لئے عبد نے کہا "اھدنا الصراط المستقیم" ہمیں صراط مستقیم پر ثابت قدم رکھ۔ الصراط المستقیم "سیدھا راستہ"۔ یہی وہ راستہ ہے کہ جس کی پیغمبر نے دعوت دی۔ یہی وہ راستہ ہے کہ جو جنت تک پہنچاتا ہے۔ صراط (راستہ) ایک دنیا میں دوسرا آخرت میں یعنی پل صراط۔ جس نے دنیا میں صراط مستقیم یعنی راہ حق کو پالیا وہ آخرت کے صراط کو باآسانی عبور کر جائے گا۔ جیسا کہ حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے کہ صراط مستقیم وہ سیدھا راستہ ہے جو معرفت الٰہی تک پہنچاتا ہے۔ اور صراط دو ہیں ایک دنیا میں اور دوسرا آخرت میں۔ جو جہنم کا پل ہے۔ دنیا میں صراط وہ امام ہے کہ جس کی اطاعت (خدا کی طرف سے) فرض ہے تو جس نے دنیا میں اس امام کی معرفت حاصل کی اور اس کی ہدایت کی پیروی کی تو وہ آخرت میں پل صراط سے باآسانی گذر جائے گا۔ اور جس نے دنیا میں اس امام کی معرفت حاصل نہیں کی تو آخرت میں پل صراط سے اس کے قدم پھسل جائیں گے اور جہنم میں جا گرے گا۔" جس طرح گذشتہ انبیاء کے بعد ان کی امتوں نے راہ حق

کے سامنے باطل کی کئی راہیں کھول دی تھیں۔ اسی طرح پیغمبر اسلامؐ کے بعد بھی یہی صورت پیش آئی کہ آپ کے بتائے ہوئے راہِ حق کے مقابلے میں باطل کی کئی راہیں کھول دی گئیں۔ جیسا کہ پیغمبر اکرمؐ کا مشہور ارشاد ہے کہ "امت موسیٰ ۷۱ فرقوں میں تقسیم ہوگئی جن میں ایک جنتی تھا، ۷۰ جہنمی تھے۔ اور امت عیسیٰؑ ۷۲ فرقوں میں تقسیم ہوگئی تھی جن میں ایک جنتی اور باقی سب جہنمی تھے اور میری امت ۷۳ فرقوں میں تقسیم ہوجائے گی ایک جنت میں جائے گا۔ باقی سب جہنم میں جائیں گے۔"

اس ارشاد نبویؐ سے واضح ہے کہ انبیاء صراطِ مستقیم کی دعوت دیتے رہے اور ان کے دنیا سے جانے کے بعد کس طرح دنیا پرست باطل کی راہیں کھول کر ہوس دنیا کی تکمیل کرتے رہے۔ اکثریت گمراہ ہوتی رہی اور اقلیت جو اکثریت کے ظلم کا نشانہ رہی وہی صراطِ مستقیم پر قائم رہی۔ اور امت مسلمہ پیغمبر اسلام کی تعلیمات کو مسخ کرنے اور ان میں باطل کی ملاوٹ کرنے میں سبقت لے گئی اور پیغمبر اکرمؐ کے بتائے ہوئے ہر حکم کو بدلنے کی کوشش کی اور آپکے بتائے ہوئے راہ کے مقابلے میں ۷۲ راہیں کھول دیں۔ لہٰذا ہر مسلمان کے لئے لازم ہوگیا کہ پیغمبرؐ کے بتائے ہوئے راہِ حق کو حاصل کرنے کے لئے نسلی و قبائلی تعصب کو چھوڑ کر غور و فکر اور عقل سلیم سے کام لے تاکہ اخروی زندگی میں عذاب ابدی سے نجات مل جائے۔ اور یہ بات واضح ہے کہ زمانہ پیغمبرؐ میں آپ کے اصحاب کے دو گروہ تھے ایک مومنین کا اور دوسرا منافقین کا۔ جیسا کہ سورۃ المنافقون میں وضاحت سے موجود ہے۔ اور منافقین کے گروہ میں مسلسل اضافہ ہوتا رہا اور پیغمبر اکرمؐ کی وفات کے بعد صحابیت کے لباس میں باقی رہے یہی وہ لوگ تھے جنھوں نے ہوس دنیا اور نسلی و قبائلی تعصب کی بنا پر راہِ حق کو چھپانے کے لئے باطل کے کئی راستے کھول دیئے۔ اس لئے پیغمبر اکرمؐ کے لئے ضروری تھا کہ اپنے بعد کے لئے راہِ ہدایت کی طرف رہبری کرنے کے لئے واضح انتظام کرتے ہوئے باطل کے فتنوں سے آگاہ کر کے جائیں۔ اور یہ بات بھی واضح ہے کہ امت مسلمہ میں اختلاف کی پیغمبر اکرمؐ کے بعد آپ کے اہل بیت اور آپ کے اصحاب کے اتباع سے ہوئی۔ امت کے ایک گروہ نے پیغمبر اکرمؐ کے بعد آپ کے اہل بیت کو مرکز ہدایت قرار دیا کہ جن پر نماز میں ہر مسلمان درود بھیجتا ہے اور دوسرے گروہ نے حضور اکرمؐ کے بعد آپ کے اصحاب کو مرکز ہدایت قرار دیا۔ یہ بات بھی واضح ہے کہ پیغمبر اکرمؐ کے بعد آپ کے اہل بیت اور اصحاب میں اختلافات شدت اختیار کر کے جنگ کی صورت اختیار کر گئے۔ چنانچہ جنگ جمل میں ایک طرف حضرت علیؑ تھے تو دوسری طرف مقابلے کے لئے طلحہ و زبیر تھے اور جنگ صفین میں حضرت علیؑ کے مقابلے میں امیر شام نے لشکر کشی کی۔ ان جنگوں میں سینکڑوں اصحاب کام آئے۔ لہٰذا یہیں سے اگر تلاش حق کی کوشش کی جائے تو یقیناً راہِ حق تک رسائی ہو سکتی ہے۔ چنانچہ تفسیر ابن عباسؓ میں ہے کہ جب پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا کہ میری امت ۷۳ فرقوں میں تقسیم ہو جائے گی جن میں ایک جنتی اور باقی سب جہنمی ہوں گے تو علیؑ نے کہا یا رسول اللہ جنتی کون فرقہ ہے۔ فرمایا جس پر تو اور تیرے ساتھی ہیں۔ اور کنز العمال ج۶ میں ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا میرے بعد زبردست فتنہ اٹھے گا تو اس وقت علی ابن ابی طالب کے ساتھ ہو جانا۔ اگر تم نے ان کا دامن تھام لیا تو گمراہ نہیں ہوگے۔ اور جنت تک پہنچ جاؤ گے۔"

مسند احمد بن حنبل اور مشکوٰۃ شریف میں عشرہ مبشرہ مناقب کے باب میں ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے عشرہ سے فرمایا:-

"اگر تم نے علیؑ کو اپنا امیر و رہبر بنایا تو تم اسے ہدایت یافتہ اور ہدایت کرنے والا پاؤ گے۔ اور وہ تمہیں راہِ مستقیم پر چلائے گا۔ لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ تم ایسا نہیں کرو گے۔"

کنز العمال جلد ۶ میں ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے عمار یاسر صحابی سے فرمایا "اے عمار اگر تم دیکھنا کہ علیؑ ایک طرف ہیں اور باقی لوگ دوسری طرف جا رہے ہیں تو تم علیؑ کے ساتھ چلنا باقی سب کو چھوڑ دینا۔ علیؑ تم کو کبھی غلط راستے کی طرف نہیں لے جائیں گے اور نہ ہی تم کو ہدایت سے الگ ہونے دیں گے"۔ کنز العمال جلد ۶ میں ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا "جو علیؑ سے جدا ہوگا وہ مجھ سے جدا ہو جائے گا۔ اور جو مجھ سے جدا ہوگا وہ خدا سے جدا ہو جائے گا"۔

اصابہ جلد ۷ قسم اول میں ہے کہ ابو لیلیٰ غفاری کہتے ہیں کہ میں نے پیغمبر اکرمؐ کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپؐ نے فرمایا "میرے بعد فتنہ برپا ہوگا۔ جب ایسا ہو تو علی ابن ابی طالب کو تھام لینا کیونکہ وہ سب سے پہلے مجھ پر ایمان لائے ہیں اور قیامت کے روز سب سے پہلے مجھ سے مصافحہ کریں گے۔ وہی صدیق اکبر ہیں اور اس امت کے فاروق ہیں اور دین کے یعسوب و رہبر ہیں اور مال منافقین کا یعسوب ہے (فیض القدیر مناوی ج ۴)"

اور تفسیر کبیر وغیرہ میں ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا "الحق مع علی وعلی مع الحق اللھم ادر الحق حیث ما دار علی" حق علیؑ کے ساتھ ہے اور علیؑ حق کے ساتھ ہیں۔ اے اللہ حق کو ادھر پھیر جدھر علیؑ پھرتے جائیں"۔

ان احادیث سے واضح ہوا کہ بعد پیغمبر حق حضرت علیؑ کے ساتھ ہے جو حضرت علیؑ کے دامن سے متمسک ہو گیا وہ ہرگز گمراہ نہیں ہوگا۔ اور یہی صراط مستقیم ہے۔ چنانچہ شعب الایمان بیہقی میں ہے کہ عبد اللہ ابن مسعود صحابی نے کہا ہم نے صراط مستقیم پر ایک طرف محمد و آل محمد کو پایا اور دوسری طرف جنت کو پایا"۔

اور تفسیر ثعلبی، تفسیر معالم التنزیل بغوی میں ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا "انا صراط المستقیم الذی امرکم باتباعہ ثم علی من بعدی ثم ولدی من صلبہ۔ صراط مستقیم میں ہوں کہ جس کی اتباع کا تم کو حکم دیا گیا ہے۔ پھر میرے بعد علیؑ ہیں ان کے صلب سے میری اولاد صراط مستقیم ہے۔

تفسیر وکیع ابن جراح میں ہے کہ عبد اللہ ابن عباس نے اھدنا الصراط المستقیم کی تفسیر میں کہا ہے کہ "قولو معاشر العباد ارشدنا الی حب محمد و آل محمد" اے لوگوں تم کہو کہ خدایا ہماری محمدؐ و آل محمدؐ کی محبت کی طرف ہدایت فرما"۔

ان احادیث سے یہ بات واضح ہو گئی کہ صراط مستقیم پیغمبر اکرمؐ کے بعد آپ کے اہل بیت کا راستہ ہے جس نے پیغمبرؐ کے بعد آپ کے اہل بیت کو اپنا رہبر اور مرکز ہدایت مانا وہی صراط مستقیم پر ہے اور جس نے پیغمبر کے اہل بیت سے منہ موڑا وہ گمراہ ہوا۔ پیغمبرؐ کے اہل بیت کے دامن سے متمسک ہونے والا آخرت کے پل صراط سے باسانی گذر جائے گا۔ جیسا کہ ابن حجر مکی نے حضرت ابو بکرؓ کی زبانی نقل کیا کہ پیغمبر اکرمؐ کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپ نے فرمایا "لا یجوز احد الصراط الا من کتب لہ علی الجواز۔ پل صراط سے صرف وہی گذر سکے گا جسے علی ابن ابی طالب پروانہ راہداری لکھ دیں گے۔ تاریخ بغداد جلد ۱۰ اور ریاض النضرۃ میں ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا کہ قیامت کے روز جب خداوند عالم اولین اور آخرین کو جمع کرے گا اور جہنم پر پل نصب کرے گا تو اس

پل سے صرف وہی گذر سکے گا کہ جس کے پاس علی ابن ابی طالب کا نجات کا پروانہ ہوگا۔ لہٰذا ان احادیث سے واضح ہوگیا کہ صراط مستقیم پیغمبر اکرمؐ اور آپ کے اہل بیت اطہار کا راستہ ہے۔ اس لئے "اھدنا الصراط المستقیم" میں یہ دعا ہے کہ ہمیں محمدؐ و آل محمدؐ کے راستے پر ثابت قدم رکھ کیوں کہ یہی نجات کا راستہ ہے۔ اور یہی جنت کا راستہ ہے۔

اس کے علاوہ امت مسلمہ کے مقتدر علماء نے پیغمبر اکرمؐ کی اس حدیث کو اپنی کتب میں درج کیا ہے کہ جس حدیث کی صحت سے صرف ناصبی و خارجی ہی انکار کر سکتا ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا "الحسن والحسین سیدا شباب اھل الجنۃ وابوھما افضل منھما" حسنؑ و حسینؑ جنت کے جوانوں کے سردار ہیں اور ان کے بابا ان سے افضل ہیں۔ صحیح ترمذی صحیح ابن ماجہ صواعق محرقہ۔ مسند احمد ابن حنبل۔ تاریخ الخلفاء۔ اور صحیح ترمذی میں ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا "فان فاطمۃ سیدۃ نساء اھل الجنۃ" یقیناً فاطمہ جنت کی عورتوں کی سردار ہیں۔ (اسد الغابہ، اصابہ، مستدرک، استیعاب)

ان احادیث سے واضح ہے کہ جنت کی سرداری و حکومت پیغمبر اکرمؐ نے اپنے اہل بیت کو عطا کی یہی وجہ ہے کہ ان حضرات کے لئے جنت کے کھانے اور پھل آتے تھے اور کبھی رضوان جنت لباس جنت لے کر حسنینؑ کا درزی بن کر آیا۔

جب پیغمبر اکرمؐ کے ارشادات سے واضح ہے کہ جنت پر اقتدار اور حکومت آپ کے اہل بیت یعنی علی و فاطمہ اور حسن حسین کی ہے اور امت مسلمہ کے ۷۳ فرقوں میں سے ہر ایک فرقہ خود کو جنتی کہتا ہے تو کیسے معلوم ہو کہ کون جنتی ہے۔ تو اس کے لئے اتنا کہنا کافی ہے کہ جنتی فرقہ وہی ہو سکتا ہے جو جنت کے سرداروں کی پیروی کرنے والا ہوگا جس نے دین میں اپنا رہبر و پیشوا سرداران جنت کو بنایا ہوگا۔ اور ان کے دامن سے متمسک ہوا ہوگا وہی جنتی ہے وہی صراط مستقیم پر ہوگا۔ اور جو سرداران جنت کے دشمنوں کے دامن سے متمسک ہوا وہ گمراہ ہوگا اور کبھی جنت میں نہیں جا سکتا۔ اسی کی وضاحت پیغمبر اکرمؐ نے اپنے اس ارشاد میں کی ہے کہ جسے ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ میں نقل کیا ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے آیہ خیر البریہ (بہترین خلق) کی تفسیر میں فرمایا اے علی تم اور تمہارے شیعہ بہترین خلق ہو اور تم اور تمہارے شیعہ بروز قیامت نہایت خوش و خرم ہوں گے۔ اور تمہارے دشمن اس طرح آئیں گے کہ وہ غضبناک ہوں گے اور ان کے ہاتھ پشت گردن سے بندھے ہوں گے۔ اے علی آگاہ ہوجاؤ تم اور تمہارے شیعہ جنتی ہیں۔" (کنز العمال)

اور صواعق محرقہ و دار قطنی میں ہے کہ شوریٰ کے موقع پر شرکائے شوریٰ سے حضرت علیؑ نے کہا تھا "کون ہے کہ جس کے لئے پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا ہو جو میرے لئے فرمایا کہ اے علی قیامت کے دن تم جنت و جہنم کے تقسیم کرنے والے ہوگے۔ سب نے اقرار کیا تھا کہ یہ آپ ہی کے لئے پیغمبرؐ نے فرمایا ہے"

اور معجم کبیر طبرانی میں ابو رافع سے مروی ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا "اے علی تم اور تمہارے شیعہ حوض کوثر سے سیراب ہوں گے اور تمہارے چہرے نورانی اور سفید ہوں گے۔ اور تمہارے دشمن پیاسے سر اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ اور اصحاب کے ایک گروہ کے متعلق پیغمبر اکرمؐ کا مشہور ارشاد صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں موجود ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا "حوض کوثر پر ایک گروہ میرے پاس لایا جائے گا۔ پھر ان کو فرشتے کھینچتے ہوئے واپس لے جائیں گے تو میں کہوں گا یا لنے والے یہ میرے اصحاب ہیں

تو جواب دیا جائے گا (کہ) تجھے معلوم نہیں کہ ان لوگوں نے تیرے بعد کیا کیا ۔ دین میں احداث کیا یعنی کیا کیا نئی باتیں شامل کر دیں ۔"

اور صواعق محرقہ میں ہے کہ پیغمبر اکرم نے فرمایا " اے علی قیامت کے روز تمہارے پاس جنت کا عصا ہو گا جس سے منافقوں کو تو حوض کوثر سے دور کرے گا ۔"

اور آیہ " والقیا فی جهنم کل کفار عنید الخ سورہ ق " تم دونوں ہر سرکش دشمن کو جہنم میں ڈالو"

امام احمد بن حنبل مسند میں لکھتے ہیں کہ " شریک بن عبد اللہ کہتے ہیں ہم لوگ ابو محمد اعمش کے مرض الموت میں عیادت کے لئے گئے تھے کہ وہاں ابو حنیفہ، ابن ابی لیلیٰ اور ابن شبرمہ بھی آگئے ۔ تو ابو حنیفہ نے کہا " اے ابو محمد خدا سے ڈرو تمہارے لئے آخرت کا پہلا دن اور دنیا کا آخری دن ہے اور تم بہت سی احادیث علی ابن ابی طالب کے بارے میں بیان کرتے ہو اگر تم خاموش رہتے تو اچھا تھا ۔ یہ سن کر اعمش کو غصہ آگیا اور کہا کیا مجھ جیسے شخص کو ایسی بات کہی جا سکتی ہے ۔ مجھے تکیہ سے لگا کر بٹھا دو ۔ اس کے بعد کہا مجھے ابو المتوکل نے اور اس نے ابو سعید خدری سے روایت کی ہے کہ پیغمبر اکرم نے فرمایا بروز قیامت مجھے اور علی سے کہا جائے گا کہ اپنے دوستوں کو جنت میں داخل کرو ۔ اور اپنے دشمنوں کو جہنم میں داخل کرو ۔ یہی مطلب ہے خدا کے اس قول کا " تم دونوں ہر سرکش دشمن کو جہنم میں ڈال دو"

ان احادیث نبوی سے یہ بات واضح ہو گئی کہ صراط مستقیم جس کی طرف پیغمبر اکرم نے دعوت دی تھی بعد پیغمبر آل محمد کا صراط ہے اور آل محمد سے عقیدت کے بغیر جنت تک رسائی نہیں ہو سکتی ۔ لہٰذا " اھدنا الصراط المستقیم " کے معنی و مفہوم یہ ہوا کہ ہمیں صراط مستقیم یعنی محمد و آل محمد کے صراط و عقیدت پر قائم و دائم رکھ ۔"

صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۵ۙ

"اُن لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا ہے"

"صراطِ مستقیم" کی کچھ وضاحت اس سے قبل کی جاچکی ہے! اس آیت میں بھی صراطِ مستقیم کی وضاحت کی گئی ہے کہ صراطِ مستقیم ان لوگوں کا راستہ ہے کہ جن کو خداوندِ عالم نے خصوصی انعامات سے نوازا ہے یعنی جن کو تمام صفاتِ فاضلہ سے آراستہ کیا ہے۔ نعماتِ دنیا یعنی نعماتِ حیات کم و بیش اس دنیا میں ہر انسان کو حاصل ہیں۔ کافر و مسلم سب نعماتِ حیات سے فیضیاب ہو رہے ہیں۔ لیکن جن لوگوں کی راہ کو صراطِ مستقیم قرار دیا گیا ہے اور جن کی راہ پر چلنے کے لئے تمام مسلمانوں بلکہ تمام انسانوں کو دعوت دی گئی ہے ان کو خداوندِ عالم نے اپنی خصوصی انعامات سے نواز کر تمام خلق سے ممتاز کر دیا ہے۔ یقیناً وہ ایسے خصوصی انعامات ہیں کہ جنھیں دنیا کی کوئی طاقت ان سے چھین نہیں سکتی۔ اور وہ روحانی نفسانی کمالات ہیں اور وہ فضائل ہیں کہ جن کی بنا پر ان کے فکر و عمل اور رفتار و گفتار میں کہیں لغزش و خطا کا امکان نہیں ہے۔ اس لئے ان کی اطاعت مطلقہ کا حکم دیا گیا ہے اور انہی کا راستہ صراطِ الٰہی ہے اور صراطِ مستقیم ہے۔ یہی ظاہری و باطنی کمالات سے آراستہ ہیں۔ صراطِ الٰہی کے خلاف ہر دور میں شیطانی طاقتوں نے باطل کی کئی راہیں کھولیں۔ ابتداءِ آفرینش سے ہی انسان کو صراطِ مستقیم سے ہٹانے کے لئے شیطانی کوششیں جاری ہیں لیکن خاصانِ خدا ہر دور میں انسانوں کو شیطانی راستوں سے آگاہ کرتے ہوئے صراطِ مستقیم کی طرف رہبری کرتے رہے۔ یقیناً وہ لوگ کہ جو صراطِ مستقیم کی طرف انسانوں کی رہبری کرتے ہوئے اسے شیطانی وساوس سے بچاتے رہے وہ ہر حیثیت سے شیطانی وساوس سے محفوظ تھے ان کے فکر و عمل میں شیطانی وساوس کا دخل نہیں تھا یعنی وہ معصوم تھے۔ کیونکہ خداوندِ عالم کسی گنہگار و جاہل کی پیروی کا نہ ہی حکم دے سکتا ہے اور نہ کسی گنہگار و جاہل کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دے سکتا ہے۔ لہٰذا "صراط الذین انعمت علیہم" یہی جن خاصانِ خدا کے راستے پر چلنے کی خدا سے درخواست کی گئی ہے اور جن کو خدا نے خصوصی انعامات سے نوازا ہے یقیناً وہ معصوم بندے ہیں کہ جن کی پیروی میں گمراہی سے نجات ہے۔ پیغمبر اسلامؐ کی ذات پر نبوت ختم ہو گئی اور حضورؐ کی امت موبے راہوں میں تقسیم ہو گئی۔ لہٰذا امتِ مسلمہ کے لئے صراطِ مستقیم اور "منعم علیہم" کی تلاش لازم و فرض ہے کہ ہر مسلمان اپنی عقلِ سلیم اور فکرِ لطیف کے ذریعہ صراطِ مستقیم اور منعم علیہم کو تلاش کرے۔ تاکہ سورہ الحمد کی تلاوت کرتے ہوئے یہ بھی ذہن نشین ہو کہ خدا سے جن "منعم علیہم" کی راہ پر چلنے کی درخواست کر رہا ہے وہ کون ہے۔ چنانچہ احتجاجِ طبرسی میں ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا کہ قرآن میں صراطِ مستقیم سے مراد میں ہوں اس لئے کہ خدا نے میرے اتباع میں چلنے کا حکم دیا ہے اور میرے بعد علیؑ ابن ابی طالب ہیں جو صراطِ مستقیم ہیں۔ پھر ان کی صلب سے میری اولاد صراطِ مستقیم ہے اور وہ ایسے امام ہیں کہ جو حق کی ہدایت کرتے ہیں اور حق کے مطابق فیصلے کرتے ہیں۔ پھر پیغمبر اکرمؐ نے سورۂ الحمد کی تلاوت کی اور فرمایا یہ سورہ

میرے اور ان ائمہ کے لئے نازل ہوا ہے اور ان سب کو یکساں طور پر شامل کیا ہے۔ اور ان کے لئے مخصوص ہے۔ یہی وہ اولیاء الٰہی ہیں کہ جن پر خوف و حزن طاری نہیں ہوتا۔" علامہ شیخ سلیمان حنفی کتاب ینابیع المودۃ میں اس آیت " ان ھذا صراطی مستقیما فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ " (انعام) کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ " حضرت امام محمد باقر اور امام جعفر صادق نے فرمایا کہ صراط مستقیم سے مراد امام ہے اور دوسرے راستوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو امام حق سے جدا ہو گئے ہیں کہ جن کی پیروی سے لوگ راہ خدا سے ہٹ جائیں گے اور ہم لوگ ہی خدا کا سیدھا راستہ ہیں۔

فرائد السمطین میں علامہ حموینی لکھتے ہیں کہ " ان الذین لا یومنون بالآخرۃ عن الصراط لناکبون (المومنون) اس آیت کے متعلق حضرت علیؑ نے فرمایا ہے کہ اس آیت میں صراط مستقیم سے مراد ہم اہل بیت ہیں۔ (ینابیع المودۃ)

تفسیر درمنثور میں بھی " صراط الذین انعمت علیھم " کے ذیل میں علامہ سیوطی نے لکھا ہے کہ اس سے مراد پیغمبر اکرمؐ اور آپ کے اہل بیت ہیں۔

حضرت علیؑ نے سورہ الحمد کی ان آیات کے لئے فرمایا کہ " کہو خدایا ہمیں ان لوگوں کے راستے پر ثابت قدم رکھ کہ جن پر تو نے انعام کیا ہے۔ اور وہ انعام تیری فرمانبرداری ہے اور تیری توفیق خاص ہے۔ وہ انعام حکومت و صحت کا نہیں ہے کہ جو کفار و فساق کو بھی حاصل ہے، بلکہ جن پر خصوصی انعام کیا گیا ہے۔ وہ حضرات ہیں کہ جن کے لئے خدا کا ارشاد ہے " اور جس نے خدا اور رسول کی اطاعت کی تو وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا کہ جن پر خدا نے انعام کیا ہے۔ وہ انبیاء و صدیقین و شہدا و صالحین ہیں (نساء) " معانی الاخبار "

سورۂ نساء کی اس آیت سے واضح ہے کہ خداوند عالم نے اپنے خصوصی انعامات سے انبیاء، صدیقین و شہدا اور صالحین کو نوازا ہے۔ لہٰذا " صراط الذین انعمت علیھم " سے مراد انبیاء و صدیقین و شہدا اور صالحین کا راستہ مراد ہے۔ پیغمبر خاتم کی ذات میں دائرہ امکان کے تمام کمالات و فضائل جمع ہیں اور نبوت آپ کی ذات پر ختم ہو گئی لیکن صدیقیت و شہادت اور صالحیت کے کمالات آپ کی امت میں باقی ہیں۔ لہٰذا قرآن و حدیث کی روشنی میں یہ تلاش کرنا ہوگا کہ پیغمبر اکرمؐ کے بعد وہ کون لوگ ہیں جو نبوت کے علاوہ ان تمام کمالات و صفات سے آراستہ ہیں۔ وہ صدیق بھی ہیں، شہید بھی ہیں اور صالح بھی ہیں۔ جن ذوات میں یہ تینوں صفات جمع ہوں گی یقیناً وہی منعم علیھم ہیں جن کی ذات راہ صراط مستقیم ہے کہ جن کی راہ پر چلنا و پیروی کرنا تمام امت پر فرض ہے۔

قرآن و حدیث سے یہ بات ثابت ہے کہ پیغمبر اکرمؐ کے بعد یہ تمام فضائل و کمالات آپ کے اہل بیت کو حاصل ہیں اور حضرت علیؑ صدیق و شہید اور صالح ہیں — چنانچہ تفسیر درمنثور میں آیت " والذی جاء بالصدق وصدق " کے ذیل میں ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا صدیق تین ہیں۔ حزقیل مومن آل فرعون۔ حبیب نجار مومن آل یٰسین اور علی ابن ابی طالب جو کہ صدیق اکبر ہیں۔"

اور تاریخ ابن عساکر میں ہے کہ " والذی جاء بالصدق " سے مراد پیغمبر اکرمؐ ہیں اور صدق بہ سے مراد

علی ابن ابی طالب ہیں"

تفسیر درمنثور، تفسیر ثعلبی اور مسند احمد ابن حنبل میں آیت" والذین ---------------------------- ربہم" لا الحدید کے ذیل میں ہے کہ یہ آیت حضرت علیؑ کی شان میں نازل ہوئی ہے اسی لئے حضرت علیؑ نے منبر پر کہا تھا میں صدیق ہوں۔ اس کے بعد علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ قیامت کے روز سب سے پہلے حضرت علیؑ ہی پیغمبر اکرمؐ سے مصافحہ کریں گے۔ اور آپ ہی صدیق اکبر اور اس امت کے فاروق ہیں۔"

قرآن حکیم کا یہ انداز ہے کہ اس نے نام لے کر جسے صدیق کے لقب سے یاد کیا ہے وہ معصوم ہے۔ اس لئے کہ صدیق کا مرتبہ نبوت کے مرتبہ سے قریب ہے۔ جیسا کہ علامہ فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں "صدیق" کے معنی کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "صدیق وہ ہے کہ جو گناہ وخطا سے انتہائی دور ہو اور مراسم عبادت کے قیام میں سخت کوشاں ہو جو اس صفت میں کامل ہو وہ صدیق ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ صدیق کا مرتبہ نبی کے مرتبہ کے قریب ہے۔"

اور قرآن حکیم نے تین انبیاء کا نام لے کر صدیق کے لقب سے یاد کیا ہے۔ سورۂ مریم میں جناب ادریسؑ کے لئے فرمایا ہے" اور کتاب میں ادریس کا ذکر کرو کیونکہ وہ صدیق نبی تھے۔ سورۂ یوسف میں جناب یوسفؑ کو صدیق کے لقب سے ذکر کیا گیا ہے۔ اور سورۂ مریم میں حضرت ابراہیم کے لئے فرمایا ہے" اور کتاب میں ابراہیم کا ذکر کرو کیونکہ وہ صدیق نبی تھے۔" اور جناب مریمؑ کو بھی قرآن حکیم نے صدیقہ کے لقب سے یاد کیا ہے۔ چنانچہ سورۂ المائدہ میں ہے" وامہ صدیقۃ" ان کی ماں صدیقہ تھیں۔ حضرت ابراہیمؑ، حضرت یوسفؑ اور حضرت ادریسؑ نبی ومعصوم ہیں اور جناب مریم معصومہ ہیں۔

ان آیات سے واضح ہے کہ نگاہ توحید میں صدیقہ یا صدیق وہ ہوگا۔ جو معصوم ہو، طیب وطاہر ہو، شرک وکفر اور ہر گناہ سے اس کی زندگی پاک ہو کبھی بھی اس کا شرک وبت پرستی یا گناہ سے تعلق نہ رہا ہو بلکہ خلیل کی طرح بت شکن ہو۔

لہٰذا پیغمبر اکرمؐ کے لئے اس امت میں خدا کی نگاہ میں جو صدیقہ یا صدیق ہوگا وہ معصوم ہوگا۔ اور خدا اور رسولؐ نے اس کی طہارت و پاکیزگی کی بھی گواہی دی ہوگی ___ اسی لئے پیغمبر اکرمؐ نے چادر تطہیر کے نیچے اپنے اہل بیت کو جمع کرکے فرمایا" یا لنے والے یہ میرے اہل بیت ہیں۔ ان سے ہر قسم کی نجاست کو دور رکھ ___ اور خداوند عالم نے آیت تطہیر نازل کرکے ان کی عصمت وطہارت پر مہر ثبت کر دی تھی۔ لہٰذا صدیقیت وشہادت اور صالحیت کے کمالات پیغمبر اکرمؐ کے اہل بیت کو حاصل ہیں۔ چنانچہ کنز العمال، مستدرک حاکم، خصائص نسائی وابن ماجہ میں ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا" میں بندہ خدا اور رسول خدا کا بھائی اور صدیق اکبر ہوں۔ میرے بعد سوائے کذاب کے کوئی اس کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ میں نے لوگوں سے سات سال قبل نماز پڑھی"۔

الریاض النضرۃ میں ہے کہ ابو سعید خدری راوی ہیں کہ پیغمبر اکرمؐ نے حضرت علیؑ سے فرمایا" یا علی اوتیت ثلاثا لم یوتہن احد ولا انا اوتیت صہراً مثلی ولم اوت انا مثلی واوتیت زوجۃ صدیقۃ

مثل ابنتی ولم اوت مثلها زوجة واوتیت الحسن والحسین من صلبک ولم اوت من صلبی ولکنکم منی وانا منکم" اے علیؑ تمہیں تین صفات ایسی حاصل ہیں جو کسی کو بھی حاصل نہیں ہیں یہاں تک کہ مجھے بھی حاصل نہیں ہیں۔ تمہیں مجھ جیسا خسر عطا ہوا ایسا خسر مجھے بھی نہیں ملا۔ تمہیں صدیقہ زوجہ میری بیٹی فاطمہ عطا ہوئی ایسی کوئی زوجہ مجھے نہیں ملی اور تمہیں حسن وحسین جیسے بیٹے تیری صلب سے عطا ہوئے مجھے ایسے بیٹے عطا نہیں ہوئے لیکن تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں۔"

اس حدیث میں پیغمبر اکرمؐ نے حضرت علیؑ کے لئے پہلی صفت یہ بیان کی ہے کہ "تجھے مجھ جیسا خسر عطا ہوا۔ ایسا خسر کسی کو عطا نہیں ہوا یہاں تک کہ مجھے بھی عطا نہیں ہوا۔ لہٰذا پیغمبر اکرمؐ کسی اور کے خسر ہوتے تو پیغمبر صادق اس طرح نفی نہ فرماتے۔ دوسری صفت پیغمبر اکرمؐ نے یہ بیان فرمائی کہ یا علی تجھے فاطمہ جیسی صدیقہ زوجہ عطا ہوئی۔ ایسی میری بھی کوئی زوجہ نہیں ہے۔ اگر فاطمہ صدیقہ کے علاوہ کوئی اور خاتون صدیقہ ہوتیں تو پیغمبر صادق اس طرح نفی نہ فرماتے۔ چنانچہ جناب فاطمہ صدیقہ کبریٰ اور حضرت علی صدیق اکبر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عیسائیوں سے مباہلہ کے لئے اور اپنی نبوت و رسالت کی تائید و تصدیق کے لئے پیغمبر اسلامؐ اپنے اہل بیت کے علاوہ کسی کو ساتھ نہیں لے گئے۔ اور عملاً بتادیا کہ میرے اہل بیت ہی کمال صداقت کی منزل پر فائز ہیں۔ صدیق بھی انہی میں ہے اور صدیقہ بھی انہی میں ہے۔ اگر کوئی اور صدیقیت کی منزل پر فائز ہوتا تو نبوت کی تصدیق کے لئے پیغمبر کے ساتھ ضرور جاتا۔ پیغمبر اسلام اپنے اہل بیت کے علاوہ نہ کسی صحابی کو ساتھ لے گئے اور نہ ہی کسی بیوی کو ساتھ لے گئے۔"

سورۂ نساء کی آیت میں الہیٰ انعام یافتہ جن حضرات کا ذکر کیا گیا ہے انہیں صدیقین کے ساتھ شہداء بھی ہیں شہادت کا مرتبہ اہم مرتبہ ہے اور اس کے مدارج ہیں لیکن کمال شہادت کا مرتبہ بھی آل محمد کو حاصل ہوا ہے وہ حضرت علیؑ و امام حسنؑ کی شہادت میں ہو یا امام حسینؑ کی شہادت کی صورت میں ہو۔ ان تمام شہادتوں کی خود پیغمبر اسلامؐ نے خبر دی تھی۔ چنانچہ حضرت علیؑ کی شہادت کی خبر دیتے ہوئے پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا "یا علیؑ اولین کا بدبخت ترین ناقہ صالحؑ کو قتل کرنے والا ہے اور آخرین کا بدبخت ترین تیرا قاتل ہے۔ (تفسیر کبیر رازی)

سورہ نساء کی آیت میں چوتھے انعام یافتہ صالحین قرار دیئے ہیں۔ حضور اکرمؐ کے بعد آپ کے اہلبیت سے بڑھ کر کوئی بھی صالحیت میں کامل ترین نہیں ہے جبکہ قرآن کریم نے حضرت علیؑ کو "صالح المومنین" کے لقب سے مخصوص کیا ہے۔

تفسیر درمنثور، تفسیر کبیر رازی۔ فتح الباری، شرح البخاری اور صواعق محرقہ میں ہے کہ صالح المومنین علی ابن ابی طالب (ع) ہیں۔"

ان احادیث سے یہ بات واضح ہوگئی کہ پیغمبر اکرمؐ کے بعد صدیقیت و شہادت اور صالحیت کے کمالات و فضائل آلِ محمد کو حاصل ہیں۔ لہٰذا "صراط الذین انعمت علیہم" "ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا ہے" کے یہ معنی ہوئے کہ خدایا ہمیں انبیاء کرام، حضور اکرمؐ اور آپ کے اہلبیت کے راستہ پر قائم و دائم رکھ یہی وہ ہیں کہ جن کو تو نے خصوصی انعام و اکرام سے نوازا ہے یعنی پیغمبر اکرمؐ کے بعد آپ کے اہلبیت کا راستہ صراط مستقیم ہے۔ اسی لئے پیغمبر اکرمؐ نے اعلان فرمادیا تھا کہ "میں تمہارے درمیان دو عظیم القدر چیزیں چھوڑے جارہا ہوں۔ ایک کتاب خدا اور دوسری میری عترت و اہلبیت۔ جب تک ان دونوں کے دامن تھامے

رہو گے تم ہرگز گمراہ نہیں ہو سکتے ۔ اور یہ دونوں ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہیں ہوں گے یہاں تک کہ حوض کوثر پر بھی ساتھ ساتھ میرے پاس وارد ہوں گے ۔ (صحیح مسلم) اور کبھی پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا " یا علی من اتبعک نجا و من تخلف عنک هلک وانت الطریق الواضح والصراط المستقیم (ینابیع المودة) " یا علی جس نے تیری پیروی کی وہ نجات پا گیا اور جس نے تجھ سے انحراف کیا وہ ہلاک ہوا ۔ تم واضح راستہ اور صراط مستقیم ہو " اور آیت ہذا صراط علی مستقیم کے متعلق حسن بصری کہتے تھے کہ یہ علی ابن ابی طالب کا راستہ ہے اور ان کا راستہ سیدھا ہے پس ان کی پیروی کرو اسی کو تھامے رہو کیونکہ اس میں کوئی کجی نہیں (مناقب خوارزمی)

کبھی پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا " ان تولوا علیاً تجدوه هادیاً مهدیاً یسلک بکم الطریق المستقیم " اے مسلمانو اگر تم علی کو اپنا حاکم و سردار بناؤ گے تو تم دیکھو گے کہ وہ تم کو ہدایت بھی کریں گے اور خود بھی ہدایت پر باقی رہیں گے ۔ وہ تم کو صراط مستقیم پر چلائیں گے ۔ (کنز العمال جلد ۶)

شیخ سلیمان حنفی کتاب ینابیع المودة میں لکھتے ہیں کہ " عبداللہ ابن عباس راوی ہیں کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا " یا علی بروز قیامت حوض کوثر کے ساقی اور ہمارے علمبردار اور ہمارے ولی و دوست اور ہمارے علم کے وارث تم ہو اور مجھ سے پہلے جتنے انبیاء گذرے ہیں ان سب کی میراث تمہارے سپرد کر دی گئی ہے ۔ خدا کی زمین پر (میرے بعد) تم اس کے امین و حجت ہو اور ایمان کے رکن و اسلام کے ستون ہو ۔ اور اندھیرے کا چراغ و ہدایت کا منارہ اور اہل دنیا کے لئے بلند علم ہو ۔ یا علی جو تمہاری پیروی کرے گا وہ یقیناً جہنم سے محفوظ رہے گا ۔ اور جو تمہاری پیروی سے روگردانی کرے گا وہ یقیناً گمراہ و ہلاک ہو گا اور تم (جنت تک) بہت واضح راستہ ہو اور جس کا میں مولا و آقا ہوں اس کے تم مولا و آقا ہو اور میں ہر مومن و مومنہ کا مولا ہوں اور جو علی کو دوست رکھے گا اور جو حرامی ہو گا وہی تیرا دشمن ہو گا ۔ اور مجھے جب بھی خدا نے آسمان کی سیر کرائی اور جب بھی میرے رب نے مجھ سے باتیں کیں یہ ضرور فرمایا اے محمدؐ، علی کو میرا سلام کہنا اور اسے بتانا کہ میرے فرمانبردار بندوں کے تم نور ہو ۔ یا علی تم کو یہ عزت و شرف اور یہ درجہ مبارک ہو ۔ اور تاریخ بغداد میں خطیب بغدادی نے لکھا ہے کہ " علقمہ و اسود نے ابو ایوب انصاری سے کہا تم نے علی کے ساتھ مل کر صفین میں مسلمانوں سے کیوں جنگ کی تو ابو ایوب انصاری نے کہا یقیناً ہمیں علی کے ساتھ مل کر تین گروہوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے ـــــ ناکثین سے اور وہ اصحاب جمل ہیں کہ جن سے ہم نے جنگ کی ۔ قاسطین (حق سے منحرفین) سے اور وہ شامی ہیں جن سے جنگ کر کے ہم ابھی لوٹے ہیں ۔ اور مارقین (دین سے خارج ہو جانے والے) کہ جن کے متعلق ابھی معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہیں ۔ لیکن ان سے قتال ضرور ہو گا کیونکہ میں نے پیغمبر اکرمؐ کو فرماتے سنا ہے کہ عمار یاسر سے فرما رہے تھے ۔ " یا عمار تقتلک الفئة الباغیة وانت اذ ذاک مع الحق والحق معک ان سلک علی وادیاً والناس کلهم وادیاً فاسلک وادی علی فانه لن یدخلک ردی و لن یخرجک من هدی یا عمار من تقلد سیفاً و اعان علیاً علی عدوه قلده الله یوم القیمة وشاحین من در و من تقلد سیفاً و اعان به عدوه قلده الله یوم القیمة وشاحین من نار ۔ " اے عمار تجھے باغی گروہ

قتل کرے گا جب کہ تم حق کے ساتھ ہو گے اور حق تمہارے ساتھ ہو گا۔ یاد رکھو اگر علیؑ ایک راستہ پر چلیں اور باقی تمام لوگ دوسرے راستہ پر چلیں تو تم اس راستہ پر چلنا کہ جس پر علی چلیں۔ کیونکہ وہ تم کو ہرگز ہلاکت و گمراہی میں نہیں ڈالیں گے اور نہ ہی ہدایت سے خارج کریں گے۔ اے عمار اس وقت جس نے تلوار حمائل کی اور علی کے دشمن کے خلاف علی کی مدد کی تو بروز قیامت خدا اسے موتیوں کا ہار پہنائے گا اور جس نے علی کے دشمن کی مدد کے لئے تلوار اٹھائی تو خدا اسے آگ کا طوق پہنائے گا۔"

ان احادیث سے یہ بات واضح ہو گئی کہ پیغمبر خاتم کے بعد آپ کے اہل بیت کا راستہ ہی صراط مستقیم ہے جس نے دین میں بعد پیغمبر اہل بیت کو رہبر بنایا۔ یقیناً وہ ہدایت یافتہ اور صراط مستقیم پر ہے ——————

—————— اور جس نے پیغمبر اکرمؐ کے اہل بیت سے منہ پھیرا اور کسی اور کو دین کا رہبر بنایا یقیناً وہ گمراہ اور جادۂ باطل پر ہے۔ لہٰذا سورۂ الحمد کی ان آیات میں یہی دعا کی گئی ہے کہ خدایا ہمیں انبیاء کرام اور حضور اکرمؐ اور آپ کے بعد آپ کے اہل بیت کے راستہ پر قائم و دائم رکھ کہ جن کو تو نے اپنے خصوصی انعامات سے نوازا ہے۔

غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ۝ اور جو مغضوب اور گمراہوں کا غیر ہیں۔

آیت کے اس حصے میں "منعم علیہم" کا منفی پہلو سے تعارف کرایا گیا ہے کیونکہ غضب و گمراہی یہ رحم و کرم اور ہدایت کی ضد میں مغضوب وہ ہیں جنہوں نے راہِ ہدایت کو پہچان لینے اور نعمات الٰہی کے حصول کے بعد ہدایت اور منعم حقیقی سے سرکشی و بغاوت کی اور بادیان برحق کو قتل کیا اور انکی توہین و تذلیل کرتے رہے جس کی بناء پر غضب الٰہی کا شکار ہوئے کبھی دنیا میں ان پر عذاب آیا اور کبھی آخرت کے ابدی عذاب کے لئے دنیا میں ان کو مہلت دے دی گئی۔ اور "الضالین" یعنی گمراہ۔ مغضوب اور ضالین دونوں اگرچہ گمراہ ہیں لیکن یہود نے چونکہ مسلسل سرکشی و بغاوت اور بادیان برحق کا قتل عام کیا جس کی بناء پر خدا کے فوری غیض و غضب کا شکار ہوتے رہے اور "ضالین" نے یہود کی طرح انبیاء کا قتل عام نہیں کیا اور نہ ہی یہود کی طرح سرکشی کی اس لئے جدا جدا دو گروہوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اکثر مفسرین کا اتفاق ہے کہ "المغضوب" سے مراد اصلاً یہود ہیں۔ اور ان کے علاوہ جو بھی یہود کی صفات رکھتے ہوں وہ مغضوب میں داخل ہیں۔ اور "الضالین" سے مراد نصاریٰ ہیں اور ان کے علاوہ دوسرے جو بھی گمراہ ہیں سب شامل ہیں۔ چاہے عقیدے میں گمراہی ہو یا عمل میں یعنی "منعم علیہم" وہ ہستیاں ہیں کہ جن کا عقیدہ و عمل مکمل رضاءِ رب کے تابع ہے لہٰذا ان سے غضب و ضلالت کا کسی حیثیت سے تعلق نہیں ہے۔ غضب و رحم کی کیفیت کا خدا کی ذات سے اس طرح کا تعلق نہیں ہے جس طرح کا مخلوق سے تعلق ہے۔ غضب و رحمت اور خوشی و غمی کے اثرات ظاہر ہوتے ہیں۔ خدا کی ذات ہر تغیرات سے بالکل پاک ہے لہٰذا خدا کے لئے رحم و غضب سے مراد رحم و غضب کا نتیجہ ہے یعنی رحم کا نتیجہ احسان کرنا اور غضب کا نتیجہ سزا دینا۔

یہود اپنی سرکشی اور بغاوت کی بناء پر کئی مواقع پر خدائی غیظ و غضب کا شکار رہے۔ رجال کے ساتھ بھی یہودی زیادہ ہوں گے۔ حضرت موسیٰؑ کی زندگی میں ایسے کئی مواقع آئے جب یہود کی سرکشی کی بناء پر غضب الٰہی جوش میں آیا لیکن ایک اہم موقع کہ جسے قرآن حکیم نے بیان کیا ہے اور مفسرین نے اس کی کافی وضاحت کی ہے کہ جب جناب موسیٰؑ کو خدا نے فرمایا کہ کوہ طور پر تیس شبوں کے لئے آکر تورات لے جاؤ تو آپ نے بنی اسرائیل سے کہا "میں طور پر تمہارے لئے احکام الٰہی کی کتاب لینے کے لئے جا رہا ہوں اور اپنے بھائی ہارونؑ کو تمہارے درمیان رہبر و وزیر اور خلیفہ بنا کر چھوڑے جا رہا ہوں لہٰذا میرے بعد ان کی پیروی کرنا جیسا کہ سورۂ آل عمران میں ہے" اخلفنی۔۔۔ —— المفسدین" (۱۴۲) "اے ہارون تم میری قوم میں میرے خلیفہ ہو اور اصلاح کرنا فسادیوں کے طریقے پر نہ چلنا" چنانچہ حضرت موسیٰؑ کوہ طور پر گئے جب وہاں تیس شبیں پوری ہو گئیں تو خدا نے انہیں اور دس شبوں کے لئے روک لیا۔ اور ادھر آپ کی قوم میں سامری نے سونے چاندی سے ایک بچھڑا

تیار کیا۔ اور جبرائیل کی سواری کی پاؤں کے نیچے کی مٹی اس کے منہ میں ڈالدی تو وہ بچھڑا بولنے لگا۔ سامری نے بنی اسرائیل سے کہا "تمہارا اور موسیٰ کا معبود خدا یہی ہے" جناب ہارون نے بہت سمجھایا اور منع کیا لیکن انکی بات کو نہیں مانا گیا۔ اور تقریباً پوری قوم جناب موسیٰ کے نامزد خلیفہ کو چھوڑ کر بچھڑے کو پوجنے لگی اور گمراہ ہو گئی۔ جب جناب موسیٰ واپس لوٹے تو قوم کو گمراہ دیکھ کر غیظ و غضب سے کانپنے لگے اور توراۃ کی بعض الواح ان کے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گئیں۔ اور جناب ہارون سے کہا یہ کیا ہوا۔ تو جناب ہارون نے کہا۔ "بھائی آپکی قوم نے میرا ساتھ چھوڑ کر مجھے کمزور کر دیا اور قریب تھا کہ مجھے قتل کر دیں" اور اف بنی اسرائیل کی یہ گمراہی خدا اور رسول کی سخت ناراضگی و غضب کا سبب بنی تو جناب موسیٰ ام نے بحکم خدا ان سے کہا کہ تم سب کفن پہن کر اور تلواریں لیکر ایک جگہ جمع ہو جاؤ تو وہ سب تلواریں لئے اور کفن پہنے ایک جگہ جمع ہو گئے اور جناب موسیٰ اور جناب ہارون ایک بلند مقام پر کھڑے ہو گئے جب بنی اسرائیل پر سیاہ بادل چھا گئے تو جناب موسیٰ نے حکم دیا کہ تلواریں چلاؤ۔ تلواریں چلیں تو بیٹے کے ہاتھ سے باپ اور باپ کے ہاتھ سے بیٹا قتل ہو رہا تھا اور بھائی کے ہاتھوں بھائی کٹ رہا تھا۔ کچھ دیر تک قتل عام جاری رہا اور پھر خدا نے یہ حکم اٹھا لیا تو تلواریں رک گئیں جب بادل چھٹ گئے اور دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ ستر ہزار لوگ قتل ہو چکے ہیں۔ قرآن مجید نے سورۂ بقرہ اور کئی جگہوں پر اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اور علامہ فخر الدین رازی نے اس واقعہ کو تفسیر کبیر میں تحریر کیا ہے۔ قرآن حکیم قصہ کہانیوں کی کتاب نہیں ہے اس کا ہر واقعہ اپنے دامن میں کئی اسباق اور عبرتیں رکھتا ہے اور اس کے بیان کردہ واقعات کا کسی نہ کسی صورت میں مسلمانوں کی تاریخ و کردار سے تعلق ہے جس کی تفصیل کسی اور موقع پر بیان کی جائیگی۔ لیکن یہاں صرف اس یہود کے غضب بے عذاب الہی کے مستحق ہونے کی وجہ کا بیان کرنا مقصود تھا۔ یہود اس عذاب الہی یعنی قتل عام کے اسلئے مستحق ہوئے کہ جناب موسیٰ نے کوہ طور پر جاتے وقت اپنی امت کو گمراہی سے محفوظ رکھنے کے لئے اپنے بھائی ہارون کو اپنا وزیر و خلیفہ نامزد کیا اور امت کو خلافت کے لئے اجماع یا شوریٰ کا اختیار نہیں دیا ان کی جانے کے بعد آپکی امت آپکے نامزد وزیر و خلیفہ سے پھر گئی اسے چھوڑ کر سامری کے بہکانے میں آکر اجماع کر کے گمراہی ہو گئی یقیناً جناب موسیٰ کے نامزد وزیر و خلیفہ کو آپکی امت نہ چھوڑتی بلکہ انہی کی پیروی کرتی تو گمراہ نہ ہوتی اور اس سخت سزا کی مستحق نہ بنتی بلکہ جناب موسیٰ کے نامزد وزیر و خلیفہ کو چھوڑ کر خدا کو مادی ماننے پر تیار ہو گیا۔ جناب موسیٰ جب واپس آئے اور امت کو گمراہ پایا تو پہلے باز پرس اپنے وزیر سے کی جناب ہارون نے اپنی کمزوری اور قوم کے ظلم کی شکایت کی تو جناب موسیٰ نے ان سے یہ نہیں کہا کہ تم نے تلوار اٹھا کر ان سے جہاد کیوں نہ کیا بلکہ جواب سن کر مطمئن ہو گئے اور پھر بحکم خدا قوم کو یہ حکم سزا کے طور پر دیا کہ تم سب ایک دوسرے کو قتل کرو۔ حیرت کی بات ہے کہ جناب موسیٰ کے واپس آنے کے یقین کے باوجود آپ کی امت آپ کے وزیر اور آپ کی تعلیمات سے کیوں کر پھر گئی۔

بنی اسرائیل کی اس سزا کو دیکھ کر جب مسلمانوں کی تاریخ کو دیکھا جاتا ہے تو یہی عمل مسلسل مسلمانوں کی تاریخ میں نظر آتا ہے کہ صدیاں گذر گئیں آج تک مسلمانوں کے ہاتھوں مسلمانوں کا خون بہتا رہا ہے۔ جتنا مسلمانوں کے ہاتھوں اس زمین پر مسلمانوں کا خون بہایا گیا اتنا کسی غیر قوم کے ہاتھوں کسی قوم کا خون نہیں بہایا گیا۔ خصوصاً مسلمانوں نے اس زمین پر مسلمانوں کا خون بہا کر فرشتوں کے اس قول کی تصدیق کر دی کہ جو انھوں نے جناب آدم کے خلافت کے اعلان کے وقت کہا تھا کہ یہ بشر زمین میں فساد کرے گا اور خون بہائے گا۔ جب بنی امیہ کا زوال ہوا اور بنو عباس برسر اقتدار آئے تو ہزاروں، لاکھوں مسلمانوں کا قتل عام ہوا پھر ایک موقع پر عباسی خلیفہ ابوالعباس سفاح نے بنی امیہ کی تڑپتی ہوئی لاشوں پر دسترخوان بچھا کر ارکان سلطنت کے ساتھ کھانا کھایا پھر جب حکومت و اقتدار مامون رشید اور امین کے درمیان وجہ نزاع بنا تو دنیا نے دیکھا کہ دونوں بھائیوں کے مسلمان لشکر کے درمیان کس طرح قتل عام ہوا۔ اور کس طرح بغداد کے قریب دریا کا پانی مسلمانوں کے خون سے رنگین ہوا۔

ابھی تھوڑے عرصہ کی بات ہے کہ انڈونیشیا میں انقلاب آیا تو دس لاکھ مسلمان قتل ہوئے۔ پھر ہم نے یہی صورت حال ماضی قریب میں اپنے ملک کے مشرقی حصے میں دیکھی جہاں مسلمانوں کے ہاتھوں ہزاروں لاکھوں مسلمانوں کا قتل عام ہوا۔ آخر کیا وجہ ہے کہ مسلمان کے ہاتھوں مسلمان کا قتل عام صدیوں سے جاری ہے لیکن جب قرآن حکیم میں جناب موسیٰ کے اس واقعہ کو دیکھا تو بات واضح ہو گئی کہ جب جناب موسیٰ کوہ طور پر گئے تو امت کا بھا کم

اور اپنا نائب جناب ہارون کو نامزد کر گئے تاکہ امت گمراہ نہ ہو لیکن جب آپکی امت آپ کے نامزد وزیر کو چھوڑ کر گمراہ ہو گئی تو جناب موسیٰ نے واپس آکر یہ سزا دی کہ آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرو۔

معلوم ہوا کہ جب نبی امت کو اگرچہ مختصر مدت کے لئے چھوڑ کر جاتا ہے تو اپنا نائب و وزیر نامزد کر کے جاتا ہے امت کو اختیار نہیں دیتا۔ اور جب نبی کے نامزد خلیفہ کو امت چھوڑ کر گمراہ ہو جائے تو نبی اگر واپس آتا ہے تو سزا یہ دیتا ہے کہ ایک دوسرے کو قتل کرو۔ اسی طرح پیغمبر اسلامؐ اپنے بعد امت کی ہدایت کے لئے اور اسے گمراہی سے محفوظ رہنے کے لئے قرآن حکیم کے ساتھ اپنے اہل بیت کو چھوڑ گئے تھے اور یہ بھی فرما گئے تھے "اے علی تجھے مجھ سے وہی نسبت ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی مگر میرے بعد نبوت نہیں (صحیح مسلم)، تو امت مسلمہ نے اپنے پیغمبر اکرم کے نامزد سلسلہ ہدایت کو صرف چھوڑا ہی نہیں بلکہ ان کو اسی طرح قتل کیا جس طرح بنی اسرائیل نے انبیاء کا قتل عام کیا تھا۔ پیغمبر اسلامؐ دنیا سے جانے کے بعد واپس نہیں آئے لیکن سزا وہی تھی جو جناب موسیٰؑ نے واپس آکر اپنی امت کو دی تھی۔ بات کہاں سے کہاں پہونچ گئی۔

غرض "مغضوب علیھم" سے مراد یہود اور وہ جو یہودی صفات ہیں اور "الضالین" سے مراد نصاریٰ اور وہ جو نصاریٰ کی طرح ہدایت سے بھٹک گئے۔ اور نصاریٰ کی طرح خدا کو بھی مادی قرار دیا۔

لہٰذا "منعم علیھم" کا وہ راستہ ہے جہاں گمراہی کے کسی نظریہ و عمل اور خدا کے لئے کسی مادی، مکانی یا زمانی نقص کا دخل نہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سورۃ البقرۃ

سورہ البقرہ (مدنیہ)

تلاوت و فضیلت :- امام جعفر صادقؑ کا ارشاد ہے کہ سورہ بقرہ و سورہ آلعمران کے مستقل پڑھنے پر بروز حشر یہ دونوں سورتیں بادل کی مانند اس کے سر پر سایہ فگن ہونگی ـــــ

اور پیغمبر اکرم کا ارشاد ہے کہ سورہ بقرہ کی پہلی چار آیات اور آیۃ الکرسی خالدون تک اور آلعمران کی آخری تین آیات پڑھنے والا اپنے جان و مال اور اہل و عیال میں کوئی ناپسندیدہ بات نہیں دیکھے گا اور شیطان کبھی اس کے قریب نہیں آئے گا اور قرآن کو وہ فراموش نہیں کرے گا۔

پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا جس نے سورہ بقرہ کی تلاوت کی وہ خدا کی لامتناہی رحمۃ میں مستغرق ہوتا ہے اور اس کا ثواب اس مجاھد کی مانند ہے کہ جو کفار سے خوف کئے بغیر ایک سال تک حالتِ جہاد میں رہا۔

اور پھر پیغمبرؐ نے فرمایا اے ابی مسلمانوں کو اس سورہ کو جاننے و پہچاننے کا حکم دو کہ اس کا جاننا برکت ہے اور اس کا ترک کرنا بروز حشر ندامت ہے اور جادوگروں و باطل لوگوں میں اس سے سننے کی طاقت نہیں ہے۔

پیغمبرؐ نے فرمایا ہر چیز کیلئے کوئی رفعت و بلندی ہے اور قرآن کی رفعت سورہ البقرہ ہے اور جس نے سورہ بقرہ کی اپنے گھر میں دن کو تلاوت کی تو تین روز تک شیطان اس گھر میں نہیں جائے گا اور اگر رات کو تلاوت کی تو تین رات تک شیطان اس گھر میں داخل نہیں ہوگا ـــــ

پیغمبر اکرمؐ نے کسی معرکے کیلئے لشکر بھیجنا چاہا اور اس کا کسی کو امیر بنانا چاہا تو ایک ایک شخص کو بلا کر پوچھا کہ تجھے قرآن سے کسقدر سورتیں یاد ہیں تو ہر ایک نے بتایا یہاں تک کہ ایک کمسن جوان حاضر ہوا اور عرض کیا مجھے سورہ بقرہ یاد ہے تو پیغمبرؐ نے اسے لشکر کا امیر بنا دیا۔ تو لوگوں نے کہا یا رسول اللہ یہ کمسن جوان ہے اسے بزرگوں پر امیر بنا رہے ہیں۔ پیغمبرؐ نے فرمایا اسے سورہ بقرہ یاد ہے جو تمہیں یاد نہیں ہے ـ

حضرت صادقؑ سے مروی ہے کہ جو چاہتا ہے کہ دنیا میں سعادت مند و کامیاب ہو اور آخرت میں بلند مرتبے پر فائز ہو تو اسے چاہیئے کہ اس سورہ کی تلاوت کیا کرے۔

سورۂ بقرہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ساتھ نام اللہ کے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓمٓ۔ ذلک الکتاب لاریب فیہ - - - - - - - - - -

انسانی تحریر و کلام انکے باطن کا آئینہ ہوتا ہے جسطرح چہرے کے تاثرات باطنی کیفیات کو ظاہر کرتے ہیں اسی طرح کلام بھی باطنی کیفیت و حالت کو ظاہر کرتا ہے خدا کی ذات جسم و جسمانیات اور کیفیات و تغیرات سے پاک و پاکیزہ ہے لیکن اس نے بھی اپنے علم و حکمت کا اظہار الفاظ و کلام کے ذریعے سے کیا ہے چنانچہ قرآن حکیم اسکے علم و حکمت اور صفات کمالیہ و جلالیہ کا مظہر ہے۔ اس نے مافی الضمیر کے اظہار کیلئے انسان کیلئے حروف خلق کئے کہ جنکی ترکیب سے الفاظ اور پھر الفاظ کی ترکیب سے کلام وجود میں آیا چنانچہ امام علی رضاؑ کا ارشاد ہے کہ بیشک خدا نے اولاً حروف معجم کو پیدا کیا تاکہ اسکی مخلوق لکھنا جانے اور یقیناً جب کسی کے سر پر عصا کی ضرب لگائی گئی تو اس نے خیال کیا کہ وہ بعض کلام صاف نہیں بیان کر سکتا تو اسکے لئے حکم یہ ہے کہ اس سے حروف تہجی کہلوائے جائیں اسی کے لحاظ سے اسے دیت دی جائے، یعنی جسقدر حروف تہجی صحیح طور پر ادا نہ کر سکے اسی قدر جرمانہ دلایا جائے۔

خالق علیم و حکیم نے حروف تہجی کو بے معنی نہیں بنایا ہے جب انہی حروف سے مرکب ہونے والے الفاظ و کلام با معنی بن جائیں تو یہ انفرادی طور پر بے معنی کیونکر ہوں گے۔ اسی بنا پر بعض سورتوں سے قبل جو حروف نازل کئے گئے ہیں وہ بے مقصد و بے معنی نہیں ہیں۔ جب خالق علیم نے بلا استثنا پورے قرآن کا علم اپنے حبیب کو عطا کر دیا ہے تو حروف مقطعات کا معنی و مفہوم بھی آپ سے مخفی نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ یہ حروف مقطعات خدا کی طرف سے اپنے حبیب کیلئے اشارات (کوڈ ورڈس) ہیں۔ اگر ان حروف مقطعات کے معنی خدا کے علاوہ کوئی نہیں جانتا کہ اس نے کسی کو ان کا علم عطا نہیں کیا تو پھر نازل کرنے کی کیا ضرورت تھی جبکہ وہ فعل عبث نہیں کرتا۔ یہی وجہ ہے کہ درس گاہ توحید کے تعلیمیافتہ وارثان علوم رسالت نے مختلف اوقات میں ان حروف تہجی اور حروف مقطعات کے معنی و مفہوم کو بیان کیا ہے۔ چنانچہ ایک موقع پر باب مدینۃ العلم امیرالمومنینؑ نے حروف تہجی کے یہ معانی بیان فرمائے ہیں۔

"الف" سے "الاءِ الٰہی" یعنی نعمات الٰہی مراد ہیں۔ "ب" سے "بھجۃ اللہ" الٰہی جمال و خوشی مراد ہے

"ث" سے "ثواب" یعنی مومنین کیلئے ان کے ایمان و عمل صالح پر اجر و ثواب مراد ہے۔ "ج" سے "جمال و جلال الٰہی" مراد ہے۔ "ح" سے "حلم الٰہی" یعنی گناہگار بندوں کیلئے خدا کا حلم مراد ہے۔ "خ" سے "خمول" یعنی خدا کے ہاں اہل معاصی کی بے قدری و بے توجہی مراد ہے۔

"س" سے "سناء الٰہی" یعنی الٰہی عظمت و رفعت مراد ہے۔ "ش" سے "شاء اللہ ماشاء اللہ" یعنی خدا نے چاہا وہی جو اللہ نے چاہا۔ اور خدا کا فرمان ہے "وما تشاؤن الا الخ۔ تم نہیں چاہتے مگر وہی جو خدا چاہتا ہے۔"

"ص" سے "صادق الوعد" یعنی لوگوں کو صراط پر گذارنے میں وہ صادق الوعد اور ظالموں کو ان کے پکڑنے میں صادق الوعد ہے۔ "ض" سے "ضلالت" یعنی جس نے محمدؐ و آل محمدؐ کی مخالفت کی وہ ضال یعنی گمراہ ہے "ط" سے مومنین کیلئے طوبیٰ و حسن مآب مراد ہے۔ "ظ" سے مومنین کا آخرت کیلئے حسن ظن اور کفار کا سوء ظن مراد ہے۔ "ع" سے "العالم" خدا کا عالم ہونا مراد ہے۔ "غ" سے "الغنی" خدا کا غنی ہونا مراد ہے۔ "ف" سے "دوزخ کی فوج" مراد ہے۔ "ق" سے مراد قرآن کا جمع و قراۃ خدا کے ذمے ہونا مراد ہے۔ "ک" سے "الکافی" یعنی خدا کا کافی ہونا مراد ہے۔ "ل" سے "لغو" یعنی خدا کیلئے کفار کے اقوال و کذب کا لغو ہونا مراد ہے۔ "م" سے ملک اللہ یعنی جس روز خدا کے علاوہ کوئی کسی چیز کا مالک نہیں ہوگا تو خدا کی طرف سے ندا آئے گی کہ آج ملک و اقتدار کس کا ہے" تو انبیاء و حجج جواب دیں گے کہ "اقتدار و حکومت خدائے واحد و قہار کیلئے ہے" تو پھر خدا کی طرف سے ندا آئے گی کہ "آج ہر نفس نے جو کیا تھا اسے پورا پورا بدلہ دیا جائیگا آج کسی کے ساتھ کوئی ظلم و زیادتی نہیں ہوگی بیشک اللہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔

"ن" سے "نوال" یعنی مومنین کیلئے خدائی بخشش اور کفار کیلئے "نکال" خدائی عذاب و ذلت مراد ہے۔ "و" سے "ویل" یعنی خدا کے نافرمانوں کیلئے ویل و تباہی ہے۔ "ہ" سے "ھوان" یعنی خدا کے نافرمانوں کیلئے ذلت و اھانت اور رسوائی مراد ہے۔ "لا" سے "لا الہ الا اللہ" مراد ہے اور یہ کلمہ اخلاص ہے جس نے خدا کی بندگی کرتے ہوئے باخلاص یہ کلمہ کہا تو اس کے لئے جنۃ لازم ہے۔

"ی" سے "یداللہ فوق ایدیھم" "اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے" مراد ہے یعنی خدا نے مخلوق کو پیدا کیا اور وہی وسعت رزق عطا کرنیوالا ہے اور وہ مشرکین کے قول و عقیدے سے پاکیزہ ہے اور بیشک خدا نے انہی حروف کے ساتھ یہ قرآن نازل کیا کہ جن کو عرب استعمال کرتے تھے پھر خدا نے فرمایا قل لئن اجتمعت الانس والجن۔ الخ تم کہدو کہ اگر جن و انس جمع ہو کر اس قرآن کا مقابل لانا چاہیں تو ہرگز مقابل نہیں لا سکتے۔ یہود نے کہا ہمارے کسی دلیل و حجت سے عاجز آنے پر آپ خوش نہ ہوں آپ کے دعوے کی صداقت کی کیا دلیل ہے۔ حضرت علیؑ نے کہا ہماری صداقت کی دلیل واضح معجزات ہیں پھر آپ نے یہودیوں کے اونٹوں کو مخاطب کرکے

کہا اے اونٹو تم محمدؐ کی اور اس کے وصی کی صداقت کیلئے گواہی دو۔ تو یہود کے اونٹوں نے بیک زبان کہا صدقت صدقت یا وصی محمدؐ اے محمدؐ کے وصی آپ نے سچ کہا ہے سچ کہا ہے اور یہ یہودی جھوٹے ہیں۔ حضرت علیؑ نے کہا ایک یہ گواہ ہے اور پھر یہود جو کپڑے پہنے تھے ان سے آپ نے فرمایا تم محمدؐ اور ان کے وصی کیلئے گواہی دو تو یہود کے کپڑے بولنے لگے اور سب کے کپڑے کہہ رہے تھے یا علیؑ آپ نے سچ کہا ہے ہم گواہی دیتے ہیں کہ محمدؐ خدا کے برحق رسول اور آپ ان کے برحق وصی ہیں اور جو شرف محمدؐ کا ہے اور جس مقام فضل پر محمدؐ کے قدم ہیں وہی شرف و مقام آپ کیلئے ہے آپ دونوں اشرف انوار الٰہی سے ہیں اور دونوں فضائل میں شریک و ممتاز ہیں مگر یہ کہ محمدؐ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ یہ دیکھکر و سُن کر یہود خاموش ہو گئے انمیں سے بعض ایمان لے آئے اور بعض پر بدبختی غالب رہی تو اسی بنا پر خدا نے کہا ہے ”لا ریب فیہ“

انہی حروف مقطعات سے خالق علیم و حکیم نے بعض سُوَرِ قرآنی کا افتتاح کیا ہے یہ اسرار و اشارات ہیں چنانچہ امیر المومنینؑ کا ارشاد ہے کہ یقیناً ہر کتاب کا کوئی حسن و خلاصہ ہے اور اس کتاب الٰہی کا حسن و خلاصہ حروف تہجی ہیں“ اور ائمہ اہل بیت سے مروی ہے کہ ”حروف مقطعات قرآن کے اسرار ہیں اور ان پر ہر کسی کو اطلاع نہیں ہے صرف اطلاع اس کو ہے کہ جو خدا کیطرف سے تائید یافتہ ہے“

سورہ بقرہ کا آغاز بھی حروف مقطعات یعنی ”الم“ سے کیا گیا ہے چنانچہ ان حروف کیلئے امام جعفر صادقؑ کا ارشاد گرامی ہے کہ ”الف، حروف مقطعات میں سے ہے تمہارا ”الم“ کہنا“ تو الف، ”اللہ“ پر دلالت کرتا ہے اور ”لام“ سے الملک العظیم القاہر للخلق اجمعین“ تمام مخلوق کا قاہر و عظیم بادشاہ“ مراد ہے۔ اور ”م“ سے خدا کا اپنے تمام افعال میں ”مجید و محمود ہونا مراد ہے اور آخر میں خدا نے یہود پر حجت قرار دی اور وہ اسطرح کہ یقیناً جب خدا نے موسیٰ بن عمران کو مبعوث کیا اور ان کے بعد اسرائیل کے پاس انبیاء آتے رہے تو ہر قوم سے انبیاء یہ عہد و میثاق لیتے رہے کہ جب محمد عربی امی مکے میں مبعوث ہو تو اس پر ایمان لائیں کہ وہ نبی مبعوث مکے سے مدینے کیطرف ہجرت کریگا اور ایسی کتاب لائے گا کہ جسکی بعض سورتیں حروف مقطعات سے شروع ہوں گی اس کتاب کو انکی امت یاد کریگی اور کھڑے بیٹھے اور چلتے پھرتے ہر حال میں اسکی تلاوت کرے گی اور اس کا حفظ کر لینا خدا ان پر آسان کر دیگا اور وہ محمدؐ کے ساتھ انکے بھائی اور وصی علی بن ابیطالب کا ذکر بھی پڑھیں گے کہ جس نے پیغمبر اکرمؐ سے وہ تمام کچھ حاصل کیا کہ جو کچھ خدا نے محمدؐ کو تعلیم کیا اور پیغمبرؐ کی طرف سے جو تاج امامت سے آراستہ ہوگا اور وہ تیز دھار سے محمدؐ کے ہر دشمن کو ذلیل کرے گا اور ہر مجادلہ کرنیوالے کو خاموش کر دیگا اور دلیل غالب سے محاسبہ کریگا اور کتاب الٰہی کی تنزیل پر لوگوں سے قتال کرے گا یہاں تک کہ ان کو دعوۃ اسلام کیطرف بخوشی و باکراہ کھینچ لائیگا اور پھر جب پیغمبر اکرم رضوان الٰہی میں پہنچ جائیں گے تو کثیر وہ کہ جو ظاہراً ایمان لائے تھے مرتد ہو جائیں گے اور پھر لوگ قرآن کی تاویل و معانی کو متغیر کرینگے

اورحقیقت و اصل کے خلاف ان کے معانی مقرر کریں گے تو اس بنا پر پیغمبر اکرم کا وصی قرآن کی صحیح تاویل پر ان سے قتال کرے گا یہاں تک کہ انکو گمراہ کرنیوالا ذلیل وحقیر ابلیس مطرود و مغلوب ہوگا۔ پھر امام نے فرمایا کہ لیکن جب خدا نے محمدؐ کو مبعوث برسالت کیا اور آپ کو مکہ میں ظاہر کیا اور پھر مدینے کیطرف ہجرت کی اور وہاں آپ کو غلبہ عطا کیا اور آپ پر جو کتاب نازل کی اسمیں بڑے سورہ کا افتتاح "الم" سے کیا یعنی "الم ذلک الکتاب" یہ وہ کتاب ہے کہ جسکی انبیاء سابقین نے خبر دی تھی کہ خدا نے فرمایا کہ "اے محمدؐ عنقریب میں اس کتاب کو تم پر نازل کروں گا کہ جسمیں کوئی شک و شبہ نہیں ہے" اور وہ پیغمبرؐ اکرم اسی طرح ظاہر ہوئے جس طرح یہود کے انبیاء نے انکو خبر دی تھی اور یہ کہ محمدؐ پر ایسی مبارک کتاب نازل ہوگی کہ جسے باطل مٹا نہیں سکے گا جسکی خود پیغمبر تلاوت کرے گا اور اسکی امت تمام حالات میں اسکی تلاوت کرے گی۔ پھر یہود نے انبیاء کی پیشگوئیوں کی تحریف کی اور حقیقت کے خلاف تاویل کی اور اس علم و بات کا سہارا لیا کہ جسے خدا اس امت کی بزرگی کی وجہ سے ختم کر چکا تھا اس کے بعد یہود کی ایک جماعت پیغمبر اکرم کے پاس آئی تو پیغمبر اکرم نے علیؑ کو ان سے گفتگو کرنیکا حکم دیا۔ تو یہود نے کہا اگر محمدؐ کے قول کے مطابق محمدؐ برحق نبی و رسول ہیں تو پھر ہم نے انکی امت کی مدت عمر معلوم کر لی ہے اور وہ ۷۱ سال ہے کیونکہ "الف" میں الف کا ایک عدد اور لام کے تیس عدد اور میم کے چالیس عدد کل ۷۱ ہوئے۔ حضرت علیؑ نے کہا پیغمبر اکرم پر "المص" بھی نازل ہوا ہے یہود نے کہا اس کے ۱۶۱ عدد ہوتے ہیں۔ حضرت علیؑ نے کہا پیغمبرؐ اکرم پر "الر" بھی نازل ہوا اس کے متعلق کیا کروگے۔ یہود نے کہا اسکے ۲۳۱ عدد ہوتے ہیں۔ حضرت علیؑ نے کہا پیغمبرؐ پر "المر" بھی نازل ہوا ہے۔ یہود نے کہا اسکے ۲۷۱ عدد ہوتے ہیں۔ حضرت علیؑ نے کہا کیا انمیں سے ایک تعداد یا سب کا مجموعہ عدد مدت امت پیغمبر کیلئے ہے۔ بعض یہود نے کہا انمیں سے ایک تعداد ہے بعض نے کہا سب کا مجموعہ عدد مدت ہے کہ جو ۷۰۴ عدد سال ہیں پھر یہ نبوۃ کی حکومت و ملک ہماری طرف یعنی یہود کیطرف لوٹ آئیگا۔ حضرت علیؑ نے کہا جو تم نے کہا ہے اسکی کسی کتاب الہٰی نے خبر و گواہی دی ہے یا کہ یہ صرف تمہاری رائے و خام خیالی ہے۔ بعض نے کہا کتاب الہٰی نے خبر دی ہے اور بعض نے کہا یہ ہماری رائے و خیال ہے حضرت علیؑ نے فرمایا اپنے قول و رائے کی تائید میں کسی کتاب الہٰی کا کلام پیش کرو۔ تو یہود اس پر لاجواب ہوگئے اور انمیں سے بعض نے کہا لیکن ہم نے ان حروف کے اعداد سے حساب کو دلیل قرار دیا ہے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا تم نے بغیر دلیل کے ان حروف کو اس مفہوم کیلئے کیوں قرار دیا ہے اگر تم کو کہا جائے کہ یہ حروف محمدؐ کی امت کی مدۃ پر دلالت نہیں کرتے بلکہ کیا اس پر یہ دلالت نہیں کرتے کہ تم میں سے اور ہم میں سے اسی عدد و حساب کی مانند دین و قرض ہے اور اسی عدد کے حساب سے تم میں سے ہر ایک پر لعنت کی گئی ہے اور تمہاری رائے و خیال پر کوئی دلیل و نص نہیں یعنی جس پیغمبرؐ پر یہ حروف و کتاب نازل ہوئی ہے اگر انکی تفسیر میں اسکا قول تم قبول نہیں کرتے تو ان حروف و کلام

کیلئے تمہاری رائے کیسے قابل قبول ہو سکتی ہے)۔

"الم" کے سلسلے میں امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ "الف" میں صفات الٰہی میں سے چھ صفات ہیں (۱) ابتدا یعنی خدا نے تمام مخلوق کی تخلیق کی ابتدا کی اور "الف" حروف کی ابتدا ہے۔ (۲) "استوا" یعنی خدا مستوی و عادل ہے ظالم نہیں ہے اور "الف" اسکی بھی حالت مستوی ہے (۳) انفراد کیلئے۔ کہ اللہ فرد واحد ہے اور "الف" بھی فرد واحد ہے (۴) انصال الخلق با اللہ، مخلوق خدا سے متصل و متعلق ہے خدا مخلوق سے متصل نہیں ہے تمام مخلوق اسکی محتاج ہے وہ سب سے غنی ہے اور "الف" بھی اسی طرح حروف سے متصل نہیں بلکہ حروف اس کے ساتھ متصل ہوتے ہیں وہ اپنے غیر سے منقطع ہے تو خدا بھی اپنی تمام صفات میں اپنی مخلوق سے جدا مستغنی ہے (۵) "الفۃ" الفت کے معنی یعنی جس طرح خدا کا وجود ذات مخلوق کی الفت کا سبب ہے اسی طرح "الف" بھی دوسرے حروف کیلئے الفت و ربط کا سبب ہے اور حروف اسمیں ملتے ہیں اور "الف" انکی الفت و ملنے کا سبب ہے"

ابن عباس نے کہا کہ "الف" سے خدا کی نعمات" اور "لام" سے خدا کا لطف اور میم سے خدا کا مجد و بزرگی ہے۔ یا "الف" سے اللہ۔ اور "ل" سے جبرائیل اور "م" سے محمدؐ مراد ہے یعنی اللہ نے جبرائیل کی زبان سے کتاب کو محمدؐ پر نازل کیا"۔

اور امام محمد باقرؑ نے فرمایا کہ میرے پاس حروف مقطعات قرآنیہ (یعنی انکے اسرار و رموز) کا بہت بڑا ذخیرہ موجود ہے"۔ اور امام جعفر صادقؑ کا ارشاد ہے کہ "الم" اور دیگر تمام حروف مقطعات خدا کے اسم اعظم پر مشتمل ہیں جسے نبی و امام صحیح ترتیب دے سکتا ہے اور اسی اسم اعظم کے ساتھ انکی دعائیں مستجاب ہوتی ہیں۔

اور سورتوں سے قبل کے حروف مقطعات کے مکرر الفاظ کو چھوڑ کر جمع کرنے پر یہ عبارت بنتی ہے "صراط علي حق نمسكه" علی کا راستہ ہی حق ہے کہ جس سے ہمیں تمسک کرنا چاہیئے"۔

امام زین العابدین کا ارشاد ہے کہ قریش و یہود نے قرآن سے متعلق کذب بیانی کرتے ہوئے کہا کہ یہ جادو و خود ساختہ کلام ہے کہ جسے خدا کیطرف منسوب کر دیا گیا ہے۔ تو خدا نے انکو خبردار کرتے ہوئے کہا کہ الم ذلک الکتاب ۔ یعنی یہ کتاب جو محمدؐ پر ہم نے نازل کی ہے یہ کتاب انہی حروف مقطعات (الف۔ل۔م) وغیرہ پر مشتمل ہے کہ جو تم اپنی زبان میں استعمال کرتے ہو لہذا اگر تم اپنی کذب بیانی میں درست ہو تو اس کلام کی مثل بنا لاؤ"۔ اور امام علی رضاؑ کا ارشاد ہے کہ "جبتک خدا نے اس قرآن کو انہی حروف تہجی میں نازل کیا کہ جو تمام عرب بولتے تھے اور پھر پیغمبر اکرمؐ سے فرمایا کہ ان سے کہدو کہ اگر انس و جن اس کتاب کا مثل لانے کیلئے مجتمع ہو جائیں تو وہ ہرگز اسکا مثل نہیں لا سکتے۔ الخ۔

ذلك الكتاب ۔ "اس کتاب" ذلك ۔ "ذا" اور "ك" سے مرکب ہے جس میں لام مکسورہ تاکید کا اضافہ ہے ۔ اخفش نے کہا ہے کہ "ذلك" ھذا کے معنی میں ہے ۔ بعض نے کہا ہے کہ خدا نے اپنے حبیبؐ سے ایسی کتاب کے نازل کرنے کا وعدہ کیا تھا کہ جو تا ابد باقی رہے گی اور وہ ہرگز ختم و محو نہیں ہوگی۔ اور کثرۃ تلاوت اور غور و فکر سے کہنہ نہیں ہوگی اور پھر جب قرآن نازل ہوا تو خدا نے اپنے حبیب کو خبر دی کہ "ذلك الكتاب" یہ وہ کتاب ہے کہ جو حروف سے مرکب ہے کہ جس کے نزول کا ہم نے تورات و انجیل میں بھی وعدہ کیا تھا ۔ کتاب کا اطلاق وجود انسانی پر بھی ہوتا ہے جیسا کہ امام جعفر صادقؑ کا ارشاد ہے کہ "انسانی صورت مخلوق پر خدا کی عظیم ترین حجۃ و دلیل ہے اور یہ خدا کی وہ کتاب ہے کہ جسے خدا نے خود اپنے دست قدرت سے رقم کیا ہے" ۔ اور باب مدینۃ العلم حضرت علیؑ کا انسان سے متعلق ارشاد ہے کہ "وانت الكتاب المبين الذي ۔ باحرفه يظهر المضمر" کہ تو خدا کی وہ واضح و روشن کتاب ہے کہ جس کے ہر حرف سے پوشیدہ راز آشکار ہوتے ہیں" ۔ وجود انسانی و صورت بشری جب خدائی رموز و اسرار کی ایک عظیم کتاب ہے تو پھر حجۃ خدا کا وجود ظاہری و صورت بشری بھی خدائی رموز و اسرار اور الٰہی علوم و معارف کی سب سے عظیم کتاب وجود ہی کا ہے۔ اسی بنا پر کتاب کا اطلاق انسان کامل یعنی حجۃ خدا پر بھی ہوتا ہے جیسا کہ امام جعفر صادقؑ کا ارشاد ہے کہ "الكتاب" یعنی علیؑ ۔ کہ جو خدا کی کتاب وجودی ہیں ۔ چنانچہ جنگ صفین میں شامی لشکر نے شکست سے بچنے اور عراقی لشکر کو فریب دینے کیلئے جب کچھ کتب و اشیاء یا بعض قرآنی نسخے کپڑوں میں لپیٹ کر نیزوں پر بلند کر کے اعلان کیا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان قرآن فیصلہ کریگا ۔ تو حضرت علیؑ نے فرمایا ان کو قتل کرو جس کتاب کی طرف یہ بلاتے ہیں وہ خدا کی خاموش کتاب ہے اور میں خدا کی بولتی ہوئی کتاب تمہارے ساتھ ہوں" ۔

"لاریب فیہ" "اسمیں کوئی شک نہیں ہے" ۔ "لا" نفی جنس کا ہے یعنی اس کتاب الٰہی میں کسی حیثیت سے کسی قسم کا کوئی شک و شبہ نہیں ہے" ۔ یعنی اس کتاب ہدایت کی جامعیۃ و اکملیۃ اور ہدایت کے واضح دلائل و براہین ہونے کی بنا پر اسکے وحی ربانی ہونے میں کوئی شک نہیں ہے اور اس کتاب ہدایۃ کے عالمین کیلئے صحیفہ ہدایت ہونے اور قیامت تک حیات انسانی کے تمام مسائل کا حل ہونے میں کوئی شک نہیں ہے ۔ اس کتاب ہدایت کے پیغمبر خاتمؐ کی نبوۃ و رسالت کی دلیل و ابدی معجزہ ہونے اور قلوب و نفوس بشری کیلئے شفا ہونے میں کوئی شک نہیں ہے ۔ اس کتاب یزدانی کے تمام سابقہ الہامی کتب کا ناسخ ہونے میں کوئی شک نہیں ہے ۔
یعنی جس طرح اس کتاب مکتوبی کے معجزہ ہونے اور علوم و معارف کائنات کا جامع ہونے میں کوئی شک نہیں ہے اور اس کتاب یزدانی کے تمام سابقہ الہامی کتب کا ناسخ ہونے میں کوئی شک نہیں ہے ۔
یعنی جس طرح اس کتاب مکتوبی کے معجزہ ہونے اور علوم و معارف کائنات کے جامع ہونے میں کوئی شک نہیں ہے اسی طرح

کتاب وجود یعنی حجۃ خدا کی شان اعجاز اور عظمت و اقتدار اور علوم و معارف کائنات کے عالم ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔
ھدیً للمتقین "تمام پرہیزگاروں کیلئے ھدایۃ ہے"۔ ھدیً۔ مصدر ہے۔ ھدی۔ یھدی۔ یعنی ھدایت و وضاحۃ اور بیان و صفائی کے۔ قرآن حکیم متقیوں کیلئے ہدایت ہے یعنی متقیوں کی ھدایت میں اضافہ و استحکام و ثبات کا باعث ہے کیونکہ متقی ہدایت کے طلبگار ہیں جیسا کہ پیغمبر اکرم کیلئے ہے انما انت منذر من یخشٰھا (۴۵) نازعات۔
یعنی جو عقل کی صفائی کو امراض باطنی سے شفا اور صحت کا طلبگار ہو گا تو یقیناً قرآن حکیم اسکے لئے مجسم ھدایۃ و شفا ہے کہ اسمیں رائے و قیاس اور اختلاف کا دخل نہیں ہے۔ یہ بلا امتیاز تمام انسانوں کیلئے کتاب ھدایت و نسخہ کیمیا ہے جیسا کہ خدا کا فرمان ہے "ھدیً للناس"۔ لیکن یہاں فرمایا کہ "متقیوں کیلئے ھدایت ہے" جس سے واضح ہے کہ ھدایت کئی طرح کی ہے پہلی ہدایت کفر و شرک سے نجات دلا کر توحید ربانی کیطرف رہبری کرنا۔ اور دوسری ہدایت مطلوب و مقصود حقیقی کے حصول کے بعد اس پر ثبات و دوام ہے کہ جس کے بعد قربۃ الہٰی کے مدارج طے کرنیکے لئے تقویٰ کا حصول یعنی متقی بننے کی ضرورت ہے۔
المتقی۔ "پرہیزگار"۔ اسکا اصل۔ وقیٰ۔ یقی۔ وقایۃ۔ ہے جس کے معنی محفوظ رہنے و بچنے کے ہیں۔ لہذا شرعاً متقی وہ ہے کہ جو خود کو آخرت کے ضرر و نقصان سے محفوظ رکھے۔ اسی بنا پر تقویٰ کے تین مراتب ہیں۔
تقویٰ کا پہلا مرتبہ یہ ہے کہ جو آخرۃ کے ابدی عذاب سے نجات دلائے۔ اور کفر و شرک چونکہ ابدی عذاب کا سبب ہیں اس لئے تقویٰ کا پہلا درجہ کفر و شرک سے محفوظ رہنا ہے۔
تقویٰ کا دوسرا درجہ یہ ہے کہ خدا کی نافرمانی و معصیۃ سے بچنا۔ گناہ و معصیت چونکہ اخروی عذاب کا سبب ہیں اس لئے گناہ سے بچنا یعنی الہٰی اوامر و نواہی کی تعمیل کر کے اخروی عذاب سے بچنا تقویٰ کا دوسرا اہم درجہ ہے۔ اور شریعۃ الہٰی میں تقویٰ کا یہی درجہ مطلوب و مقصود ہے جیسا کہ سورہ اعراف میں ہے "ولو ان اھل القریٰ آمنوا واتقوا لفتحنا۔۔۔
اور تقویٰ کا تیسرا درجہ یہ ہے کہ تمام کبائر و صغائر سے محفوظ رہتے ہوئے باطن کا ماسوی اللہ سے رخ موڑ کر توحید و ذکر الہٰی میں مستغرق ہونا۔ جیسا کہ سورہ آل عمران میں ہے۔۔۔۔ اتقوا اللہ حق تقاتہ۔
قرآن حکیم ان تینوں مراتب میں رہنمائی کرتا ہے۔ حضرت داؤد نے حضرت سلیمان سے کہا کہ "انسان کے تقویٰ پر تین باتوں سے استدلال کیا جا سکتا ہے۔ خدا پر اس کے حسن توکل سے۔ اور خدا کی طرف سے جو کچھ وارد ہو اس پر حسن رضا سے۔ اور جو کچھ اس سے فوت و ضائع ہو جائے اس سے حسن زہد سے"۔
اور امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا "متقی وہ ہے کہ اگر اس کے تمام اعمال دنیا کے سامنے پیش کئے جائیں تو ان میں کوئی ایسا عمل نہ ہو کہ جو اسے شرمندہ کرے"۔
کعب الاحبار سے تقویٰ کے معنی دریافت کئے گئے تو سائل سے کہا کیا تم کانٹے دار راستے سے گزرے ہو اس نے کہا ہاں کعب نے کہا پھر تم نے کیا کیا۔ سائل نے کہا میں اپنا دامن بچا کر وہاں سے گزرا۔ کعب نے کہا بس یہی تقویٰ ہے۔

"الذین یؤمنون بالغیب" "جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں"۔ "ایمان" "امن" سے ہے اور شریعۃ الٰہی میں الہامی و آفاقی ہدایات کو قلب و باطن سے تسلیم کرنا ایمان کہلاتا ہے اس طرح مومن الہامی تعلیمات کو قلب و باطن سے بصدق نیت تسلیم کر کے ایک جانب شک و شبہ اور گمراہی سے محفوظ ہو جاتا ہے اور دوسری جانب آخرت کے ابدی عذاب و خسارے سے امن و حفاظت میں آجاتا ہے۔ اسی بنا پر مومن وہ ہے کہ جسکے فکر و خیال اور سیرت و کردار میں امن کی صفت اسقدر نمایاں و غالب ہو کہ لوگ اسے اپنی جان و مال میں امین قرار دیں۔ ایمان کا تعلق چونکہ قلب و باطن سے ہے اسی لئے ایک موقع پیغمبر اکرمؐ نے سینے کیطرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ "ایمان پوشیدہ راز ہے"۔ سورہ بقرکی ان ابتدائی آیات میں متقی کی پانچ صفات بیان کی گئی ہیں جنمیں دو کا تعلق اعتقاد سے ہے اور تین کا تعلق اعتقاد کی بنیاد پر عمل سے ہے۔

متقی کی پہلی صفت ایمان بالغیب ہے یعنی وہ ہر اس حقیقت و صداقت کو تسلیم کرتے ہیں کہ جو حواس ظاہری سے غائب ہے یا عقل کے احاطے سے بالاتر ہے۔ چنانچہ پہلا غائب وہ حقیقۃ کبریٰ و صداقۃ عظمیٰ توحید کی ذات ہے کہ جس کے وجود و عظمت اور علم و حکمۃ اور قدرۃ و اقتدار پر ایمان لانا رسالات الٰہی کی اساس ہے۔ اور پھر وحی ربانی و ملائکہ یزدانی کے وجود کو بغیر دیکھے تسلیم کرنا۔ اور پھر حشر و نشر اور حساب کتاب اور روز جزا کو تسلیم کرنا۔ اور پھر جنۃ و جہنم کے وجود کو تسلیم کرنا یعنی تمام الٰہی غیوبات پر یقین و اعتقاد رکھنا۔ اسی بنا پر خدا کی آخری حجۃ و امام زمانہ کے وجود غیبت پر ایمان و یقین رکھنا بھی ایمان بالغیب میں شامل ہے جیسا کہ صادق آل محمدؐ کا ارشاد ہے کہ یہاں غیب سے قائم آل محمدؐ مراد ہیں"۔ اور جابر بن عبداللہ انصاری راوی ہیں کہ پیغمبر اکرمؐ نے اپنے ایک فرمان میں بارہ اماموں کا ذکر کرتے ہوئے حضرت قائمؑ کا نام لیکر فرمایا کہ "ان لوگوں کیلئے طوبیٰ ہے کہ جو انکی غیبت پر صبر کریں اور طوبیٰ ہے ان لوگوں کیلئے کہ جو انکی محبت پر ثابت قدم رہیں اور خدا نے اپنی کتاب میں انہی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ "الذین یومنون بالغیب" کہ وہ غیب پر ایمان رکھتے ہیں" اور یہی اللہ کی فوج میں اور آگاہ رہو کہ یقیناً اللہ کی فوج ہی غلبہ پانیوالی ہے"۔ اور امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ کسقدر مبارک و اچھا حال ہے ان لوگوں کا جو امام کی محبۃ اور خدیجہ، پیغمبرؐ و علیؑ کی محبت پر صبر کرتے ہیں اور اس پر باقی رہتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کا خدا نے یہ حال بیان کیا ہے کہ "وہ غیب پر ایمان رکھتے ہیں"۔

اور سورہ بقرہ کی انہی ابتدائی پانچ آیات کے متعلق جب امام جعفر صادقؑ سے سوال کیا گیا تو آپؑ نے فرمایا متقین علیؑ کے شیعہ ہیں اور غیب سے خدا کی غائب حجۃ مراد ہے کہ جس کیلئے خدا کا یہ فرمان ہے کہ "ویقولون لولا انزل علیہ آیۃ۔ الخ" اور وہ کہتے ہیں کہ (ہماری مرضی کے مطابق) اس پیغمبر پر کوئی آیۃ یعنی کوئی معجزہ کیوں نازل نہیں کیا گیا تو (رسول) تم کہدو کہ اصلاً غیب صرف خدا کیلئے مخصوص ہے پس تم انتظار کرو اور تمہارے ساتھ یقیناً میں بھی انتظار کرنیوالوں میں ہوں" اور یہاں خدا نے خبر دی ہے کہ یقیناً "آیۃ" سے مراد غیب ہے اور غیب حجۃ خدا ہے اور اسکی تصدیق خدا کے اس قول سے ہوتی کہ "وجعلنا ابن مریم وامہ آیۃ" "اور ہم نے عیسیٰ بن مریم اور انکی ماں کو آیۃ قرار دیا ہے" اور آیۃ یعنی حجۃ خدا ہے"۔

تفسیر در منثور وغیرہ میں ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے صحابہ سے فرمایا کہ کن لوگوں کا ایمان تعجب خیز ہے۔ صحابہ نے کہا فرشتوں کا

ایمان پیغمبر نے فرمایا وہ کیسے فرشتے تو آسمانوں میں اشیاء کا مشاہدہ کرتے ہیں کہ جن کا تم مشاہدہ نہیں کرتے۔ صحابہ نے کہا انبیاء کا ایمان۔ پیغمبر نے فرمایا وہ کیسے ان پر تو وحی کا نزول ہوتا ہے وہ کلام الٰہی سنتے ہیں۔ صحابہ نے کہا ہم لوگوں کا ایمان پیغمبر نے فرمایا تم کیسے ہو سکتے ہو تم تو مجھے دیکھتے ہو اور قرآن کا نزول تمہارے زمانے میں ہوا۔ پھر پیغمبر نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں کہ جو میرے بعد آئیں گے اور بغیر دیکھے مجھ پر ایمان لائیں گے ان کا ایمان عجیب تر ہے وہ میرے بھائی ہیں اور تم میرے اصحاب ہو"۔
ابو جمعہ انصاری نے پیغمبر اکرم کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا کوئی قوم اجر کے لحاظ سے ہم سے عظیم تر ہے جبکہ ہم آپ پر ایمان لائے اور آپکی پیروی کی۔ پیغمبر اکرم نے فرمایا تمہیں کیا مانع تھا جبکہ میں تمہارے درمیان ہوں اور تمہارے پاس تو آسمانوں سے وحی آتی ہے بلکہ یہ وہ قوم ہے کہ جو میرے بعد آئے گی انکے پاس دو تختیوں کے درمیان کتاب یعنی قرآن آئے گا تو وہ اس پر ایمان لائیں گے اور جو کچھ اسمیں ہے اس پر عمل کریں گے وہ تم سے اجر کے لحاظ سے عظیم تر ہیں"۔

یقیمون الصلوٰۃ ۔ "اور وہ صحیح طور پر نماز ادا کرتے ہیں" **یقیمون ای یحافظون** ۔ یعنی وہ نماز کو اسکی حدود و شرائط اور خضوع و خشوع یعنی قلبی توجہ و رغبت کے ساتھ باقاعدہ اوقات کے اندر ادا کرتے ہیں۔ صلوٰۃ کے اصل معنی دعا کے ہیں۔ اور گھوڑدوڑ میں اول آنیوالے کو مجلی اور اسکے ساتھ ساتھ دوسرے نمبر پر آنے والے کو مصلی کہتے ہیں اور نماز کی چار پہر کو دعا درود میں

و مما رزقنا هم ینفقون ۔ "اور جو کچھ ہم نے ان کو بطور رزق عطا کیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں"۔
رزق کے لغوی معنی نصیب و حصے کے ہیں چاہے وہ حسی ہو یا معنوی ہو کہ جس سے ذیحیات فائدہ حاصل کر سکے۔ اس بنا پر مال و اولاد اور ہوا و پانی اور لباس و خوراک تمام ضروریات حیات رزق میں شامل ہیں اور اسی طرح تمام معنوی و روحانی فیوضات یعنی علم و معرفت اور عقل و ذہانت اور عزۃ و جاہ سب نعمۃ رزق میں شامل ہیں کہ جنکے ذریعہ بندگان خدا خود فیضیاب ہوتے ہیں اور مومن و متقی دوسروں کو بھی فیضیاب کرتے ہیں یہاں رزق کی نسبت خدا کیطرف ہے جس سے واضح ہے کہ یہاں رزق حلال مراد ہے یعنی خدا نے انکو جو رزق حلال عطا کیا ہے اس سے خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ دنیا میں تمام ذیحیات کیلئے خدا نے رزق پھیلا دیا ہے لیکن انسان کبھی ناجائز ذرائع و راستے سے حاصل کر کے اپنے لئے حرام قرار دیدیتا ہے۔ اسی بنا پر خدا نے رزق حلال کو اپنی طرف منسوب کیا ہے چنانچہ سورہ مائدہ میں ہے کلوا مما رزقکم اللہ حلالاً طیباً "، خدا نے جو تمکو رزق حلال عطا کیا ہے اسمیں سے کھاؤ"۔ اور سورہ یونس میں ہے کہ "اے رسول تم کہدو کہ کیا تم نے اس کے متعلق خیال کیا ہے کہ خدا نے تمہارے لئے جو رزق نازل کیا تم نے اسمیں سے بعض کو حرام اور بعض کو حلال بنایا۔ الخ۔
اور "انفاق" یعنی مال کا اپنے ہاتھ و ملکیت سے خارج کرنا۔ ابن عباس نے کہا کہ یہاں انفاق سے زکوٰۃ مراد ہے کہ جو نماز کے ساتھ ہے ابن مسعود نے کہا کہ یہاں "انفاق" سے مراد انسان کا اپنے اہل و عیال پر خرچ کرنا ہے"۔
لیکن یہاں عمومیت ہے لہٰذا زکوٰۃ اور صدقات و خیرات و اعانت مومن سب شامل ہے۔ نماز افضل اعمال بدنیہ سے ہے اور زکوٰۃ افضل عبادات مالیہ سے ہے اس لئے اکثر مقامات پر انہی دو عبادات کا ساتھ ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

الذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالآخرۃ ھم یوقنون

اور وہ ایمان رکھتے ہیں اس پر کہ جو تم پر نازل کیا گیا ہے اور وہ کہ جو تم سے پہلے نازل کیا گیا ہے اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

یہاں متقی کی چوتھی اور پانچویں صفات بیان کی گئی ہیں۔ متقین کی چوتھی صفت یہ ہے کہ آغاز انسانیت سے انسانی رشد و ھدایت کیلئے جس قدر الہامی و آفاقی پیغامات و تعلیمات کا نزول ہوا ہے ان سب کی وہ تصدیق کرتے ہیں یعنی گزشتہ انبیاء و رسل اور کتب و صحائف سماوی سب کے الہامی ہونے پر ایمان و اعتقاد رکھتے ہیں اور کسی نبی و رسول پر ایمان میں تفریق نہیں کرتے اور پھر سلسلہ نبوۃ کے اختتام پر قیامۃ تک کیلئے انسانی رشد و ھدایت کیلئے پیغمبر خاتم پر جو کچھ نازل ہوا ہے اس پر ایمان و ایقان رکھتے ہیں۔ یعنی قرآن حکیم کے کلام الہیٰ ہونے اور عالمین کیلئے مکمل کتاب ہدایت ہونے اور اسلام کے دین الہیٰ و مکمل ضابطہ حیات ہونے پر اور پیغمبر اسلام کے عالمین کیلئے پیغمبر رحمت ہونے پر ایمان و یقین رکھتے ہیں۔ "وبالاخرۃ ھم یوقنون" اور وہ آخرۃ پر یقین رکھتے ہیں" اور متقی کی پانچویں صفت یہ ہے کہ وہ اس دنیاوی زندگی کے اختتام کے بعد دوبارہ حساب و کتاب کیلئے اسی جسم و روح کے ساتھ انسانی حشر و نشر پر غیر متزلزم ایمان و ایقان رکھتے ہیں اور پھر اعمال کے لحاظ سے سزا و جزا کی تصدیق کرتے ہیں۔ ایقان کسی شے کے ثابت و متحقق ہونے کا علم کہ جس میں سکون و وضاحت ہو جیسا کہ پانی جب ساکن ہو جائے اور اسکے اندر نیچے کی سطح واضح ہو جائے تو کہا جاتا ہے "یقن الماء" کہ پانی ساکن ہو گیا لیکن شرع میں کسی شے کا ایسا واضح و مستحکم علم کہ جو ہر طرح کے وہم و شک سے پاک ہو ایقان کہلاتا ہے۔ اور راغب اصفہانی نے کہا ہے کہ یقین علم کی صفت ہے کہ جو معرفت سے بلند ہے۔

ایک روز پیغمبر اکرم نے ایک انصاری جوان سے کہا کہ ہر چیز کی کوئی حقیقت ہے تمہارے ایمان کی کیا حقیقت ہے۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ جن فرائض و امور پر مامور ہوں ان کو شب و روز میں بجا لاتا ہوں اور منہیات سے اجتناب کرتا ہوں اور امور آخرت پر اس طرح یقین رکھتا ہوں کہ جیسا کہ عرش الہیٰ کی جانب اہل جنت کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ ایک دوسرے کی زیارت کے لئے آ جا رہے ہیں اور گویا کہ اہل دوزخ کو بھی دیکھ رہا ہوں کہ جو چیخ و پکار میں مصروف ہیں۔ پیغمبر اکرم نے فرمایا تو تم نے حقیقت ایمان کا مشاھدہ کر لیا ہے

پیغمبر اکرم نے فرمایا مجھے تعجب ہے ایسے شخص پر کہ جو خدا کی مخلوق و صناعی کا مشاھدہ کرتا ہے اور پھر خدا کے وجود میں شک کرتا ہے۔ اور مجھے تعجب ہے اس شخص پر کہ جو نشأۃ اولیٰ یعنی ابتدائی تخلیق کو جانتا ہے لیکن نشأۃ آخرۃ یعنی آخرۃ میں دوبارہ زندہ ہونے سے انکار کرتا ہے۔ اور مجھے تعجب ہے اس شخص پر کہ جو روزانہ (نیند کے ذریعے) موت سے ہمکنار ہوتا ہے اور ہر صبح کو پھر زندہ ہو جاتا ہے لیکن وہ حشر و نشر سے انکار کرتا ہے۔

اور مجھے تعجب ہے اس شخص پر کہ جو ابدی سرائے (گھر) کی تصدیق کرتا ہے لیکن (اسے چھوڑ کر اس فانی) سرائے غرور کے لئے کوشش کرتا ہے اور مجھے تعجب ہے اس شخص پر کہ جو نطفہ سے پیدا ہوا اور پھر مردار بن جائے گا لیکن وہ زمین پر تکبر سے چلتا ہے ۔

ابوذر نے عرض کیا یا رسول اللہ تورات میں کیا ہے ۔ پیغمبرؐ نے فرمایا مواعظ ہیں ۔ عرض کیا اس میں سے کچھ بیان فرمائیں ۔ پیغمبرؐ نے فرمایا تورات میں ہے کہ "مجھے تعجب ہے اس شخص پر کہ جو موت پر یقین رکھتا ہے لیکن (دنیاوی حیاۃ پر) خوش ہوتا ہے ۔ اور مجھے تعجب ہے اس پر کہ جو شخص دوزخ پر یقین رکھتا ہے لیکن پھر ہنستا ہے اور مجھے تعجب ہے اس پر جو دنیا کی گردش و ساتھ چھوڑنے کو دیکھتا ہے پھر وہ دنیا پر بھروسہ کرتا و دل لگاتا ہے ۔ اور تعجب ہے اس شخص پر کہ جو تقدیر پر ایمان رکھتا ہے پھر کیوں غمگین ہوتا ہے اور تعجب ہے اس شخص پر کہ جو حساب و کتاب پر یقین رکھتا ہے پھر عمل نہیں کرتا ۔"

اولئک علیٰ ھدیً من ربھم و اولئک ھم المفلحون "یہی لوگ اپنے پروردگار کی طرف سے ھدایت پر ہیں اور یہی چھٹکارا پانے والے ہیں ۔" یعنی مذکورہ پانچ صفات جسے حاصل ہیں وہی خدا کی طرف سے ھدایت و تائید یافتہ ہیں۔

فلاح و فوز قریب قریب ایک ہی معنی ہیں ۔ فلاح اصلاً شق کرنے و شگافتہ کرنے کے معنی ہیں اسی بنا پر کسان کو فلاح کہا جاتا ہے کہ وہ زمین کو شق کرتا ہے ۔ اور جس کا نچلا ہونٹ کٹا ہوا ہو اسے افلح کہتے ہیں ۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ الحدید بالحدید یفلح ۔ کہ لوہا لوہے سے کاٹا جاتا ہے "۔ یعنی جس طرح فلاح یعنی کسان زمین کو شگافتہ کرکے زمین میں بیج ڈالتا ہے اور پھر ایک ایک دانے سے سینکڑوں دانے حاصل کرتا ہے اسیطرح مومن و متقی جب عمل کی زمین میں اعمال و عبادات کے بیج ڈالتا ہے تو وہ بھی بروز حشر ہزاروں گنا زیادہ نتیجہ و ثواب پاکر کامیابی سے ہمکنار ہوگا۔

ہدیہ ساٹھ روپے